روضہ مبارک سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام

کلام الملوک ملوک الکلام
رباعی

گذارش

"محرم نمبر" سید الشہداء امام عالی مقام علیہ السلام اور دیگر رفقاء کی بارگاہِ اطہر میں ایک حقیر ترین نذرانۂ عقیدت ہے دکن اور سارے ہندوستان میں کسی نسائی رسالے نے آج تک اس خصوص میں کوئی خاص نمبر نہیں نکالا ہم امکانی کوشش کرتے ہیں کہ یہ کامیاب رہے اگر بہ تقاضائے بشریت آپ کو اس میں کوئی فروگذاشت نظر آئے تو براہ کرم نظر انداز فرمائیے

اختر قریشی

یا علیؑ

سفینۂ نسواں کا محرم نمبر

فہرست مضامین

جلد ۴ — نمبر ۱و۲

بابتہ محرم ۱۳۵۳ ہجری

حصۂ اُردو

(۱) رباعی — حضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہٗ — (۱)

(۲) گذارش — اختر — (۲)

(۳) فہرست مضامین — (۳)

(۴) سلام اُردو — حضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہٗ — (۵)

(۵) ؍؍ فارسی — ؍؍ ؍؍ ؍؍ — (۶)

(۶) ؍؍ — ہز اکسلنسی سر صدر اعظم بہادر — (۷)

(۷) ؍؍ — پروفیسر آقا محمد علی داعی الاسلام — (۸)

(۸) ؍؍ — حضرت فصاحت جنگ بہادر جلیلؔ — (۹)

(۹) رباعیات — (۱۰)

(۱۰) تخمیس — آقائے طوبیٰ شوستری مرحوم — (۱۱)

(۱۱) سرّ حادثۂ کربلا — سر محمد اقبال — (۱۲)

(۱۲) شہادت امامؑ کا اصلی راز — مولانا امداد امام — (۱۴)

(۱۳) سلام — ن بیگم صاحبہ نفیسؔ — (۱۸)

(۱۴) عاشورا — مولانا عبدالماجد بی۔ اے — (۱۹)

(۱۵) سلام — جناب نوازش حسینؑ — (۲۱)

(۱۶) نذر عقیدت — سید شاہ نذیر احمد صاحب — (۲۲)

(۱۷) نبیؐ کا نور عین — حفیظ جالندھری — (۲۳)

(۱۸) شہید اعظم — مولانا صادق — (۲۴)

(۱۹) کربلا میں دشمنانِ دین کی فوجیں — سید عین الحسن صاحب — (۲۵)

(۲۰) سلام — حضرت مہدی حسین علمؔ — (۳۰)

(۲۱) تابوتِ سکینہؑ — مولانا سید تمکین کاظمی — (۳۱)

(۲۲) مظلومی حسینؑ پر رسول اللہ کی اشکباری — (۳۲)

(۲۳) سلام — جناب صمصامؔ — (۳۹)

(۲۴) رباعیات — (۴۰)

(۲۵) پانی کی حقیقت — جنابہ کبریٰ بیگم صاحبہ — (۴۱)

(۲۶) دو بھولی بھالی صورتیں ستم کی تلواروں میں — مولانا سید نذیر الحق صاحب دہلوی — (۴۲)

(۲۷) بیار صغراؑ کا خط — حضرت راشد الخیری — (۴۷)

(۲۸) سلام — سید سبط حسن الحسینی صاحب خوشتر — (۵۲)

(۲۹) رونق بزم حیات — جنابہ محمودہ اختر قریشی — (۵۴)

(۳۱) سلام ــــ اختر قریشی ــــ ۵۶
(۳۲) سلکِ جواہر ــــ عزیزہ کنیز فاطمہ ــــ ۵۷
(۳۳) نوحہ ــــ اختر قریشی ــــ ۵۸
(۳۴) سفینہ کی نظر میں ــــ ا۔ق ــــ ۶۰
(۳۵) تاریخی قطعات ــــ حکیم رعد صاحب ۶۶
ــــ اشتہارات ــــ

مضامین حصّہ انگریزی

(۳۶) امامِ عالی مقام کا درجہ شہیدوں کی صف میں ــــ ۷۹
ــــ آنریبل سرشاہ محمد سلیمان یم۔اے ایل ایل ڈی
بیرسٹرایٹ لا چیف جج الہ آباد
(۳۷) "حسینؑ" شہید اعظم ــــ ۸۱
ــــ مسٹر یوسف ڈی سوتالا' بی۔اے ایڈیٹر رنگون ڈیلی نیوز۔
(۳۸) "حسینؑ" شہید مظلوم ــــ
مسٹر سچدانند سنہا۔ بیرسٹرایٹ لا۔ ایڈیٹر "ہندوستان ریو
(۳۹) انسانی تاریخ خونین ورق ــــ ۸۹
مسٹر عبداللہ یوسف علی یم۔اے' ایل ایل یم' سی ائی ای' ائی سی یس (لندن)
(۴۰) "سفینۂ اسلام کا ناخدا" ــــ ۹۱
سرشاہ نواز بھٹو سی ائی ای' او بی ای' (پنجاب)
(۴۱) "نذرِ عقیدت" ــــ ۹۳
ڈاکٹر خالد شیلڈرک ڈی لٹ پریسیڈنٹ ویسٹرن اسلامک ایسوسی ایشن لندن۔
(۴۲) "فرد الافراد" ــــ ۹۴ ــــ ہز اکسلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر صدر اعظم باب حکومت سرکارِ عالی

اعتذار } "کربلائے معلّٰی" کا بلاک بالکل ناقص طبع ہوا ہے' جس کا ادارہ کو افسوس ہے' وقت کی تنگی نے دوسرا بلاک بنوانے کی مہلت نہ دیا۔

روضہ مبارک حضرت عباس علیہ السلام

سلام

از کلامِ فصاحت التیام اعلیحضرت سلطان العلوم بندگانعالی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

آنکھ روتی ہی شہید کربلا کیواسطے
دل تڑپتا ہی اسیرانِ بلا کیواسطے

درد دل ہمدرد ہی میرا غم شبیر میں
ملتجی کیوں ہوں میں عیسٰی سے دوا کی واسطے

کیا قیامت ہی کہ ٹھہرے بوسہ گاہِ مصطفٰی
تیغ خنجر کے لئے تیرِ جفا کے واسطے

ذوالفقار حیدری کچھ ایسی تیزی سے چلی
ہوگئی چلنے میں دشواری ہوا کی واسطے

اِس کو مارا اُس کو کاٹا یہ گرا وہ چل بسا
تیغ کیا تھی اک بہانہ تھا قضا کی واسطے

عرصہ گاہِ رزم میں اس شان سے آئے حسین
ہوگئے مجبور اعدا بھی ثنا کے واسطے

گنبد خضرا کا سایہ سر پہ ہی عثمان کے
کیوں رہوں گرمِ طلب ظلِّ ہما کے واسطے

سلام

کلام حقائق التیام اعلیحضرت سلطان العلوم بندگانعالی مدظلہ العالی

(مطلع) ز اشک دیدہ تہی گشت و دل پُر از غم ماند — حسینؑ رفت ز عالم، غمش بہ عالم ماند

ز جوشِ آہ و بکا در چمن دہد خبرے — نشانِ اشک کہ بر روئے گل ز شبنم ماند

سیاہ پوش عنادل۔ گل است غرق بخون — بہ قتل سبطِ نبیؐ این نشانِ ماتم ماند

بیادِ او کہ زمین لالہ زار از خونش — نہ رفت داغ ز دل تہمتے بہ مرہم ماند

سمندِ عمرِ رواں تاخت سوئے خلد چناں — کہ لا الٰہ ز سرور نشانِ پرچم ماند

چہ ذکرِ ماتمِ انساں کہ در غمِ شہدا — کماں شکستہ۔ سنانِ خستہ تیغ پرخم ماند

(مقطع) بس است ایں ز عزا یادگار اے عثماںؔ

کہ سینہ چاک و مرا دیدہ ہائے پُرنم ماند

"رہبر"

تخمیس بر غزل حضرت جامیؒ

سلطان العلما آقا طوبی سوشتری طاب ثراہ

گشتم تمام روئے زمیں ملاءِ قافقین | از بہر آنکہ کسب کنم مخزنِ ثقین
در چشم آب گریہ و در سینہ شور و شین | کردم زدیدہ پائے سوئے مشہدِ حسینؑ

ہست ایں سفر بمذہب عشاق فرض عین

سنی و شیعہ قائلِ فضلِ اماتمش | دانند ہر دو فرقہ شفیع قیامتش
افزون زانبیا ببلا استقامتش | از قاف تا بقاف پر است از کرامتش

آں بہ کہ حیلہ جوئی کند ترک شید و شین

باشد خدا یکے و یکے کعبہ۔ یک مطاف | در دور اوست طوف کناں قاف تا بقاف
جائے حسینؑ بین بخدا بی گزاف و لاف | کعبہ بدور روضۂ او میکند طواف

رَکْبُ الحَجِیجِ اَیْنَ تَرُوحُونَ اَیْنَ اَیْن
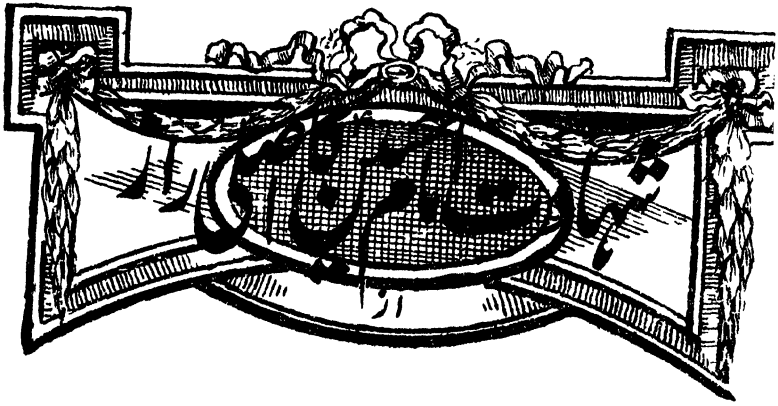
مولانا امداد امام صاحب (نجیب آباد)

حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ امام مظلوم کے شہید ہونے اور بال بچوں سمیت اسلام پر قربان ہوجانے میں یہ راز تھا کہ یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا مسلمانوں میں کشت وخون باہمی معرکہ آرائی اور تفرقہ پردازی کو متلزم تھا اور سبط رسولؐ کا ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت کرلینا تقویٰ اور اسلام کی بنیاد کو جڑ سے اکھاڑ دینے کے برابر تھا اس لئے آپ نے اپنے نانا کی امت اور اپنی قوم کو کشت وخون سے محفوظ رکھنے اور ایک فاسق کی بیعت سے بچ کر اپنے ایمان کو بھی سلامت رکھنے کے لیئے یہ رائے قائم کرلی اور یہ طریقہ اختیار کیا کہ خود ہی اپنا خون اپنی قوم کے واسطے بہادو تاکہ تینوں باتیں حاصل ہوجائیں اور یہی اس اجمال کی تفصیل اور اس فقرہ کے معنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ امت کیلئے شہید ہوئے نہ یہ کہ آپ اپنی قوم یا اپنے نانا کی امت کی بدکرداریوں یا بداعمالیوں اور گناہوں کیلئے کفارہ ہوئے جیسا کہ مسیح کی نسبت عیسائیوں کا اعتقاد ہے۔ چنانچہ آپ اپنے ساتھیوں اور رفقاء کو جو بار بار منع کرتے اور سمجھاتے تھے کہ تم لوگ میرے ساتھ اپنی جان عزیز کو تلف نہ کرو بلکہ اپنے اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ اس میں بھی آپ کو خوف دامنگیر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن اُن کی خون ریزی کی جواب دہی میری گردن پر ہو۔ پس یہی وجہ خاص تھی کہ جو آپ کے ہمدرد وجاں نثار تھے ان میں سے بہتیرے باز رکھے گئے اور اکثر اپنے اپنے وطن وملک کو واپس کئے گئے یا چلے گئے۔
یہ امر امام مظلوم کے مجبور کرنے پر وقوع میں آیا تھا نہ کہ یزید کی طاقت قوت کے سبب کیونکہ

اس زمانہ کے مسلمان کچی گولیاں کھیلنے والے مسلمان نہ تھے۔ ان کا قول و فعل یکساں ہوتا تھا جو بات منہ سے نکال دیتے تھے خواہ اپنی جان ہی کیوں نہ چلی جائے اس کو پلٹنا نہیں جانتے تھے۔ جیسا کہ آپ کے ساتھیوں میں سے بعض کا یہ حال ہوا کہ وہ حسب وعدہ مقام کربلا پر ایسے وقت پہنچے جبکہ خاندانِ نبوت بے چراغ ہو چکا تھا۔ الغرض آپ نے اپنی حجت پوری کر دی تو اپنے اعزہ و اقارب . . . . کے ساتھ آرام کی نیند سو رہے اور اپنے ساتھ قناعت و صبر، رضا و تسلیم، حلم و تحمل، ہمت و شجاعت و ہمدردی کا خاتمہ کر دیا۔

ہمارے اس بیان کی کامل تصدیق واقعات شہادت سے ہوتی ہے . . . .

جب امام مظلوم اور آپ کے ہمراہیوں کو پیاس کی بے انتہا تکلیف پہنچنے لگی تو آپ نے ہر چند چاہا کہ آپ کو یزید تک جانے اور بذات خود اس سے گفتگو کرنے کا کسی طرح موقعہ ملے۔ مگر آپ کی درخواست قطعاً نامنظور کی گئی۔ اور آپ کو مجبور کیا گیا کہ آپ یزید کو فوراً بادشاہِ اسلام تسلیم کریں اور نہایت تاکید سے اس مضمون کا پیغام بھیجا کہ " اگر حسینؑ اطاعت نہ کریں تو اُن کو فوراً قتل کر دو "۔ جس سپاہی کے ہاتھ یہ حکم بھیجا تھا، اس کا نام شمر تھا۔

پوشیدہ طور پر شمر کو یہ بھی حکم دیا گیا تھا۔ کہ اگر عمر ابن سعد اس حکم کی تعمیل سے پہلوتہی کرے تو اس کا بھی سر کاٹ لینا اور سپاہ کا چارج خود لے لینا۔ اسی کے ہاتھ ایک اور خط بھیجا گیا تھا، جو امام مظلوم کے بھائیوں کے لئے حفاظت اور راہداری کا پروانہ تھا تاکہ اگر وہ چاہیں تو بحفاظت وطن چلے جائیں۔

یہ احکام جو کوفہ کی حکومت کی طرف سے آئے تھے حضرت کو سنائے گئے اور آپ کے بھائیوں کو راہداری کے پروانہ کا مضمون بھی بتلایا گیا۔ امام مظلوم نے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو جمع کرکے فرمایا کہ " یہ سپاہ جس نے ہم کو گھیر رکھا ہے صرف میرے خون کی پیاسی ہے اور میری موت سے اُن کو سیری ہو جائے گی۔ تم میرے واسطے کیوں ہلاک ہوتے ہو۔ تمہاری حفاظت کے واسطے راہداری کا پروانہ آگیا ہے تم اپنے بچاؤ کا بندوبست کرلو "۔ اس کے جواب میں سب عزیزوں نے کہا "۔ کہ خدا نہ کرے ایسا دن آئے کہ آپ نہ ہوں اور ہم اس دنیا میں موجود ہوں جہاں آپ کا پسینہ گرے گا ہم خون بہانے کو تیار ہیں۔

اہل بیت نبوی کے خیمے دو قطاروں میں لگے ہوئے تھے۔ دونوں کے بیچ میں آمنے سامنے آمد و رفت کی راہ تھی۔ خیموں کے پیچھے ایک خندق کھود دی گئی تھی۔ دائیں بائیں خیموں کی طنابوں کا ایک جنگلہ سا

بنا ہوا تھا ۔

رات کا وقت تھا امام مظلوم اپنے خیمے کے دروازے میں اُداسی کے عالم میں بیٹھے تھے دل پر ابر غم چھایا ہوا تھا کہ اتنے میں آپ کی پیاری بہن زینبؑ آئیں۔ بہن بھائیوں میں ایسی درد انگیز گفتگو ہوئی کہ بہن غش کھا کر گر پڑیں۔ آپ نے پیار سے اٹھایا جب ہوش آیا تو اس عزیزہ کو صبر اور شکیبائی اور خدا پر توکل کرنے کی نصیحت فرمائی اہل بیت نبوی پر جس مصیبت کی یہ رات گذری خدا کسی دشمن پر نہ گذارے۔ آخر صبح ہوئی غنیم کا لشکر حملہ کرنے کو تیار ہوا۔ یہ بندگان خدا بھی اپنا فرض ادا کرنے کے لئے چلے۔ مگر اس طرح کہ جوش شہادت میں مدہوش تھے۔ خوشبوؤں سے پیراہن معطر تھے۔ گویا دربار کبریا میں پورے ادب سے حاضر ہونے کو سربکف میدان جنگ میں جاتے ہیں باوجود اس استقلال کے بہنوں اور بیٹیوں کی گریہ وزاری سے ان شجاعوں کے چہرے بھی متغیر ہو جاتے تھے۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ ان بیکسوں کو اسی بیکسی میں چھوڑ کر میدان کارزار کو چلے۔

نظارہ بہت دردناک تھا دشمن سپاہیوں کا بھی دل بھر آیا اور جو لوگ اس نالائق خدمت پر متعین ہوئے تھے عذر معذرت کرنے لگے کہ اتنے میں بے درد شمر نے امام مظلوم کے خیمہ کی طرف ایک تیر مارا۔ اور پھر تیروں کی بوچھاڑ شروع ہوئی اس کا جواب اہل بیت نے بڑی شجاعت سے دیا۔ لیکن تابکے؟ آخر عمر ابن سعد نے ایک عام دھاوے کا حکم دیا۔ حرم نبوی کا رونا اور بچوں کا بلبلانا۔ غریبوں کی آہ وزاری کچھ ایسی دلخراش اور موثر تھی کہ شمر کے آدمی بھی متاثر ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔

موت کی تکلیف ایک دم کی تکلیف ہے اور وہ اٹھائی جا سکتی ہے۔ مگر پیاس کی تکلیف ایک ناقابل برداشت مصیبت ہے۔ خورد سال بچے اور عورتیں مارے پیاس کے تڑپتی تھیں مگر ایک قطرہ دریائے فرات کا ان کو نہ مل سکتا تھا۔ جس دریا سے جنگل کے چرند و پرند پانی پیتے تھے اس کا پانی پیغمبر خدا کے خاندان پر بند کر دیا گیا تھا۔

یہ مقام نہایت غور کا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے بایں مصائب و آلام اپنی قوم کی حمیت کے نشہ میں سرشار رہ کر ایک کلمہ بھی بد دعا کا زبان مبارک سے نہ نکالا۔ بجز اس کے کہ "قیامت کے روز میں اپنے نانا سے کہوں گا کہ ان کی شفاعت نہ کیجئے" یا یہ کہ "میں قیامت میں دامنگیر ہوں گا" جس کی نسبت یہ بھی ممکن ہے کہ شاید تہدیداً کہا گیا ہو۔ اس کے سوا کوئی بد دعا زبان سے نہ نکلی۔

برخلاف اس کے حضرت نوحؑ اور حضرت ایوبؑ نے ملبلا کر اور مضطرب ہو کر ایسی بد دعائیں اپنی قوم کے حق میں کیں اور ایسی دعائیں ان کی تباہی کے لئے مانگیں جو آخرش پوری قوم کو تباہ و برباد کئے بغیر نہ رہیں۔ یہ تھے اوصاف جو انبیائے سابقین (علیہم السلام) میں بھی جمع نہیں ہوئے تھے اور جو خاندان نبوت کے ایک ایک ممبر بلکہ کل مشاہیر علما میں تھے۔

البتہ اگر آپ نے کیا تو صرف اتنا کیا کہ اپنی فوج کو باقاعدہ ترتیب دیکر شامیوں کے لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اے لوگو! تم میری بات سنو اور اس وقت تک جلدی نہ کرو کہ جس قدر مجھ پر واجب ہے میں تمھیں سمجھا نہ لوں اور میں اپنے آنے کا عذر تم سے بیان نہ کرلوں۔ اگر تم میرے عذر کو قبول کرلوگے اور میری بات کی تصدیق کروگے اور حق کو پسند کروگے تو تمھاری اس میں بھلائی ہے اور تمھارا اس میں کوئی ہرج نہ ہوگا اور اگر تم میرا عذر قبول نہ کرنا چاہو تو تم لوگ مجتمع ہو جاؤ اور اپنے شرکاء کو جمع کرو تاکہ تم پر کوئی امر مشتبہ نہ رہے بعد اس کے میرے روبرو آؤ اور بے رو رعایت دیکھو۔ بیشک میرا ولی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری ہے، اور جو صالحین کا ولی ہے۔

آپ کی بہن یہ آواز سن کر رو اٹھیں آپ نے اپنے بھائی عباسؑ اور لڑکے علیؑ ابن الحسن کو سمجھانے کے لئے بھیجا۔ وہ خاموش ہو گئیں تو پھر آپ نے فرمایا۔

" تم لوگ میرا نسب بیان کرو اور دیکھو میں کون ہوں۔ پھر اپنی طبیعتوں کی طرف رجوع کرو اور غور کرو کہ کیا میرا قتل کرنا اور میری آبرو ریزی تمھیں روا ہے؟ کیا میں نبی کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا حمزہ میرے باپ کے چچا نہ تھے؟ کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں ہیں کیا رسولؐ نے ہماری شان میں نہیں کہا کہ "تم دونوں بھائی جوانان جنت کے سردار ہو اور اہل سنت کی آنکھ کی ٹھنڈک"، پس میں نے جو تم سے کہا ہے اس کی تصدیق کرو۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے، جو تمھیں میرے قتل سے روکے؟ کیا تمھارے خیال میں میرے سوا کوئی اور رسول کا نواسہ ہے؟ کیا میں نے تمھارے کسی آدمی کو قتل کر ڈالا ہے؛ جس کا قصاص مجھ سے طلب کر رہے ہو؟ یا کسی کا مال غصب کر لیا ہے جسے تم واپس لینا چاہتے ہو۔؟"

حضرت امام مظلوم کے یہ فقرے پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے مگر اہل شقاوت پر کچھ اثر نہ ہوا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ تیروں کی بارش ہونے لگی۔ اہل بیت نبیؑ ایک ایک کر کے گرتے تھے آخر امام مظلوم بے یار و عزیز تنہا رہ گئے۔ اس اثناء میں ایک تیر اُن کے شیر خوار بچہ کو لگا۔ امام حسینؑ اس ننھے بچے کا خون اپنے ہاتھوں سے پونچھتے جاتے تھے، اور کہتے تھے، کہ پیارے بچے! تو بہت جلد اللہ کی بارگاہ

میں پہنچے گا اور وہاں اپنے عزیزوں سے ملیگا۔
یہ حال دیکھکر زینبؑ بیقراری سے گریہ وزاری کرنے لگیں۔ اتنے میں شمر نے پھر حملہ کیا۔ آپ کب تک لڑتے۔ تھوڑی دیر میں زخموں سے چور ہوگئے اور بے بس ہوکر گر پڑے اشقی ازلی شمر نے آپ کے سینۂ مبارک پر چڑھ کر سر تن سے جدا کردیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سلام

از

جنابہ "ن" بیگم صاحبہ نفیس

حاصلِ زیست ہی وقفِ غمِ سرورؑ ہونا — قلب پرسوز۔ جگر خستہ۔ مژہ تر ہونا

موجیں دریا کی پٹکتی رہیں سر جب دیکھا — آبِ شمشیر ہی پیاسوں کا گلا تر ہونا

مست رہنے کیلئے تا بہ ابد کافی ہے — جاں نثارِ خلفِ ساقیٔ کوثر ہونا

سر کیا معرکۂ صبر و رضا سر دیکر — کیوں نہ ہو آپ کا حق خلق کا سرور ہونا

چاہتا ہے کہ اسی دم ہو قیامت برپا — بوسہ گاہِ نبوی کا تہِ خنجر ہونا

سربلندی کا تھا تمغہ شہ والا کیلئے — قتل کے بعد وہ بالائے سناں سر ہونا

حیف جو خون بہائیں رہِ خالق میں نفیس — اُن کو ممکن تھا نہ پانی کا میسر ہونا

"ن" بیگم نفیس

مولانا عبدالماجد صاحب بی اے (دریابادی)
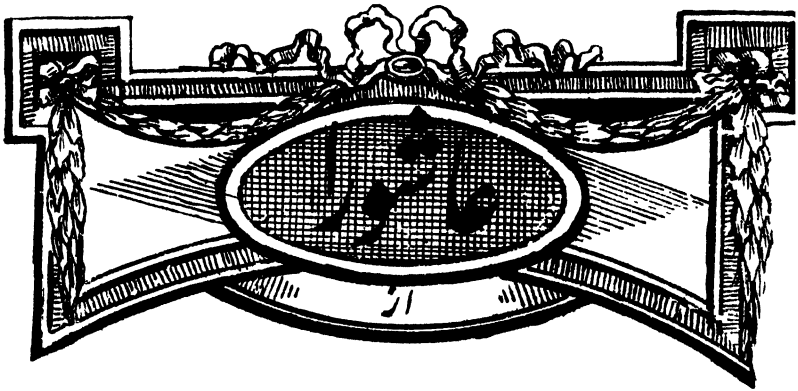
(ایڈیٹر "سچ" لکھنؤ)

بندہ خدا کے ساتھ، روح جزئی، روح کل کے ساتھ اپنے تعلق کو جب اور جہاں بھی تازہ کرتا رہے باعث اجر ہے۔ لیکن اس عام کلیہ میں بعض اوقات اور مقامات کو امتیاز و تخصیص بھی حاصل ہے۔ نماز ہر جگہ پاکیزہ ہے۔ لیکن مسجد میں پڑھی جائے تو پاکیزہ تر ہو جاتی ہے اور بعض خاص مسجدوں میں اور بھی پاکیزہ ہو جاتی ہے۔ دوپہر کی نماز ہفتہ میں جس روز بھی ادا کی جائے اجر رکھتی ہے، لیکن جمعہ کی دوپہر کو جو نماز ادا کی جاتی ہے اس کا اجر کہیں زائد ہے۔

اسی طرح یوم عید الفطر، یوم عید قربان، ایام تشریق بہت سے دن ایسے ہیں جو اسلامی جنتری میں ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں۔

اسی قسم کے متبرک اور مخصوص دنوں میں ایک دن ماہ محرم کا دسواں دن بھی ہے جسے یوم عاشورا کہتے ہیں۔ روایات حدیث میں اس تاریخ کی بہت سی فضیلتیں اور برکتیں منقول ہیں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خدا نے شروع ہی سے اس تاریخ کو اپنے فضل و انعام کے لئے چن لیا ہے۔ دوسرے واقعات سے قطع نظر کرکے اس تاریخ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ فرعون جو مصر کا مشہور ظالم و جابر فرماں روا گذرا ہے اسی تاریخ کو مع اپنی حاکمانہ شوکت و دبدبہ کے ہلاک و تباہ ہوا۔ اور ایک مظلوم و محکوم قوم بنی اسرائیل نے اس تاریخ کو اس کے پنجۂ غضب سے رہائی پاکر آزادی کی سانس لی۔ چنانچہ قوم یہود ہزار سال بعد تک

اپنے اس یوم آزادی کی یادگار میں اس روز طرح طرح کی خوشیاں مناتی رہی۔
کئی ہزار سال بعد ٹھیک اسی تاریخ کو دشت کربلا میں وہ واقعہ خونین پیش آیا جو تاریخ کی یاد سے شاید کبھی محو نہ ہو سکے۔ ایک ظالم و جابر، فاسق و فاجر شخص سرورکائنات کی مسند پر قابض ہو گیا تھا اور سب کو اپنی بیعت و اطاعت پر مجبور کر رہا تھا۔ اللہ کے ایک نیک و برگزیدہ بندے حسینؓ بن علیؓ نے اس کی بیعت سے انکار کیا۔ اس نے ایک لشکر جرار بھیجکر امامؑ کو مع ان کے چند رفقاء کے دشت کربلا میں گھیر لیا۔ اور شقاوت بیدردی سنگدلی و بےرحمی کے جملہ لوازم کے ساتھ تہ تیغ کر ڈالا۔
حسینؑ نے جان دیدینا گوارا کی۔ لیکن ظالم حکومت کو تسلیم کرنا گوارا نہ کیا۔ اپنا سر تن سے جدا کیا جانا قبول کر لیا۔ لیکن غیر خدائی قوت کے آگے جھکنا قبول نہ کیا۔ حق و باطل آزادی و غلامی۔ خلاف یزدانی و خلاف شیطانی کے درمیان معرکہ آرائی جس طرح حضرت موسیٰ کو دس محرم کو پیش آئی تھی۔ ٹھیک اسی طرح امام حسینؑ کو دس محرم کو پیش آئی۔ پہلی صورت میں حق کی کامیابی سب کو نظر آ گئی۔ دوسری صورت میں ظاہری و فوری ناکامی رہی۔ تاریخ عاشورہ دونوں صورتوں میں مشترک رہی۔

---۲---

ایک ظالم حکومت کے پنجہ سے ایک مظلوم قوم کی رہائی و آزادی سرورکائنات صلعم کی نظر میں ایسی حقیر و غیر اہم شئے نہ تھی جس کی یاد آپ مٹ جانے دیتے۔ بلکہ آپ نے خود بھی اس مقدس دن کی مقدس یادگار کو برقرار رکھنا ضروری خیال فرمایا۔
ذی الحجہ کی دسویں تاریخ خلیل اللہ کی مقبولیت کی یادگار ہے۔ محرم کی دسویں تاریخ کلیم اللہ کی برگزیدگی کی یادگار ہے۔ عید اضحیٰ جانوروں کی قربانی کا دن ہے۔ عاشورا انسانی قربانی کی تاریخ ہے۔ دس ذی الحجہ کو خدا کے دوست نے مینڈھا خدا کی راہ میں قربان کیا تھا۔ دس محرم کو رسول خدا کے نواسہ نے اپنی جان خدا کی راہ میں قربان کر دی۔ ہم قربانی کے جانور ذبح کرکے سنت ابراہیمی کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ چاہیئے کہ بوقت ضرورت خود اپنی جانیں راہ حق میں پیش کر کے سنت حسینی کو زندہ رکھیں

ہمیں اس روز موسیٰ کلیم اللہ و حسینؑ شہید کربلا کے نقش قدم پر چلنے کی اور زائد کوشش کرنی چاہیئے۔ یعنی نتائج سے بالکل بے پرواہو کر حق کی حمایت آزادی کی طلب، خود مختاری کی کوشش باطل سے گریز غلامی سے نفرت مادّی حکمتوں سے بے خوفی، برداشت مصائب کے لئے جرأت، تحمل شدائد کے لئے ہمّت، اور اللہ سے خلوص و اخلاص کی توفیق خواہی،

سلام

(از)

جناب محمد نوازش حسین صاحب

ہاں نجات اُمّتِ خیرالوریٰ کے واسطے
جان دی شبیرؑ نے حق کی رضا کی واسطے

آہ۔ فرزندِ پیمبرؐ نور عین مصطفےٰؐ
کیوں نہو ماتم بپا نور الہدیٰ کے واسطے

دل پھٹا جاتا ہے سنکر ماجرائے کربلا
اب زبان کو روک لے ذاکر خدا کی واسطے

ہم اسیروں پر نہ آیا رحم تجھکو اے فلک
حشر برپا کر دیا آہ و بکا کے واسطے

اب نوازِ خستہ جاں بھی عرض کرتا ہے سلام
ہاتھ پھیلائے حصولِ مدّعا کے واسطے

نذرِ عقیدت

از جناب حاجی سید شاہ نذیر احمد صاحب رئیس ضلع بارہ بنکی

سوارِ دوشِ شہِ دو سرا سلام علیک ‏ ‏ نشاطِ روحِ شہِ ہل اتیٰ سلام علیک

امام جادۂ صبر و رضا سلام علیک ‏ ‏ شہیدِ خنجرِ اہلِ دغا سلام علیک

نہالِ باغِ نبیؐ و گُلِ ریاضِ علیؑ ‏ ‏ بہارِ گلشنِ خیر النساؑ، سلام علیک

تو نورِ دیدۂ زہراؑ و ہم نبیؐ و علیؑ ‏ ‏ برادرِ حسنِؑ مجتبیٰ سلام علیک

تو مقتدائے جوانانِ جنت الفردوس ‏ ‏ تو صدرِ بزمِ شہادت شہا سلام علیک

خلیلِ کعبۂ دلہا ذبیحِ راہِ خدا ‏ ‏ محیِّ دین و سراجِ ہدیٰ سلام علیک

امامِ برحق و غوّاصِ قلزمِ عرفاں ‏ ‏ درِ یگانۂ بحرِ سخا سلام علیک

بہ روحِ پاکت و ہم اقربا و ہم رُفقا ‏ ‏ مدام باد زِ اہلِ دلا سلام علیک

شہادتت سببِ رستگاریٔ امّت ‏ ‏ حضورِ داورِ یوم الجزا سلام علیک

تہی ز نقدِ عمل دامنِ نذیرؔ شہا ‏ ‏ توئی ست شافعِ روزِ جزا سلام علیک

نبیؐ کا نورِ عین

از جناب حفیظ جالندھری مؤلف شاہنامہ اسلام

لباس ہے پھٹا ہوا — غبار میں اٹا ہوا
تمام جسم نازنیں — چھدا ہوا کٹا ہوا
یہ کون ذی وقار ہے — بلا کا شہسوار ہے
کہ ہے ہزاروں قاتلوں — کے سامنے ڈٹا ہوا
یہ بالیقیں حسینؑ ہے — نبیؐ کا نورِ عین ہے

عبا بھی تار تار ہے — تو جسم بھی فگار ہے
زمیں بھی ہے تپی ہوئی — فلک بھی شعلہ بار ہے
مگر یہ مردِ تیغ زن — یہ صف شکن فلک فگن
کمالِ صبر و تندہی — سے محوِ کارزار ہے
یہ بالیقیں حسینؑ ہے — نبیؐ کا نورِ عین ہے

اُدھر سپاہ شام ہے — ہزار انتظام ہے
اُدھر شقی تمام ہیں — اِدھر فقط امام ہیں
مگر عجیب شان ہے — غضب کی آن بان ہے
کہ جس طرف اُٹھی ہے تیغ — بس خدا کا نام ہے
یہ بالیقیں حسینؑ ہے — نبیؐ کا نورِ عین ہے

از مولنا صادق

یا حسینؑ ابن علیؑ جانِ رسولِ عربیؐ — افتخارِ دو جہان سیدِ عالی نسبی
اے کہ مظلومی و معصومی و دلبندِ نبیؐ — اے کہ مشہورِ دو عالم بہ شہ تشنہ لبی
سبطِ محبوبِ خدائی و شہیدِ اعظم — جانِ عالم بفدایت کہ چہ والا لقبی
رونقِ بزمِ جنان صدر نشینِ شہدا — ایکہ در عالمِ امکانِ خدا منتجبی
پدرت شیرِ خداؑ مادرِ تو بنتِ رسولؐ — دُرِ بحرینِ شرافت چہ عجب منتجبی
جدِ تو شافعِ محشر و توئی نائبِ او — وارثِ علمِ نبیؐ جانِ جہانِ ادبی
ایکہ تو نورِ خدا نورِ نگاہِ احمدؐ — ایکہ تو شمعِ دل افروزِ رہِ حق طلبی
خالقِ کون و مکاں مدح طرازِ تو بود — مالکِ صبر و رضا صاحبِ شانِ عجبی
ایکہ در عالمِ امکاں چو حکیمِ امتّ — چشمِ ہر کس بتو دارد پئے درماں طلبی
مظہرِ فیضِ خدا محکمِ دینِ اسلام — بخششِ امتِ مرحومہ جدِ را سببی
اے ستائش گرِ جان بازیِ تو جملہ جہاں — رومی و چینی و ہندی عجمی و حلبی
وے مزارِ تو زیارت گہِ ہر جن و ملک — بندۂ درگہِ والائے تو ہر شیخ و صبی

صادق شیفتہ سرِ والہ و شیدائے تو ہست
مدح خوانت شدہ آخر بزبانِ عذبی

(جناب منشی سید عین الحسن صاحب جری مدیر بنو فاطمہ)
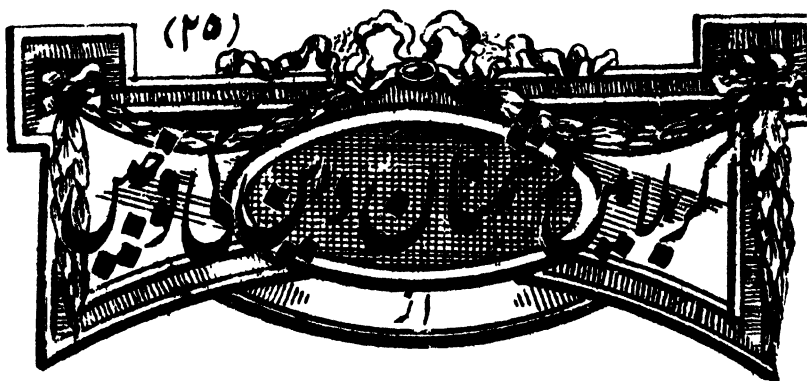
جب ابن زیاد کو کوفہ میں اس بات کی یقینی خبر پہنچ گئی کہ امام حسینؑ کربلا پہنچ گئے تو اس نے فوجوں پر فوجیں اور رسالوں پر رسالے بھیجنے شروع کر دئے چنانچہ تاریخوں میں فوج کی تعداد کی نسبت اختلاف ہے ابو اعثم کوفی ۲۰ ہزار علامہ ابن جوزی ۲۰ ہزار امام یافعی ۲۲ ہزار علامہ ابو الفراس ۹ ہزار اور ابن صباغ مالکی ۲۲ ہزار بتاتے ہیں. لیکن بعضوں کا قول تو ۲ لاکھ سے ۹ لاکھ تک ہے۔ ابن زیاد کی فوج کربلا میں کم از کم ۲۰ ہزار اور زیادہ سے زیادہ ۴۱ ہزار بتائی گئی ہے ...... (دیکھو ناسخ التواریخ) غرضکہ ابن زیاد نے اس کثیر التعداد لشکر کو اس طرح ترتیب دیا کہ سب سے پہلے عمر ابن سعد کو ۶۰۰۰ ہزار سوار دے کر روانہ کیا پھر شیث ابن ربعی کو بلوا کر ۲۴ ہزار آدمیوں پر افسر بنا کر عمر سعد کی ماتحتی میں دیا پھر عروہ ابن قیس کو ۴۰۰۰ ہزار سوار دے کر اس کو بھی عمر سعد کی ماتحتی میں دیا اور ایک نشان بھی عطا کیا
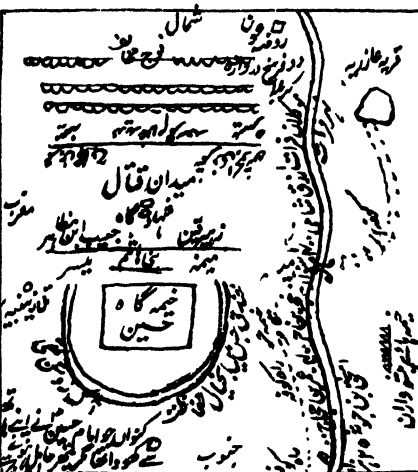
پھر سنان ابن انس نخعی کو بھی ایک علم اور ۔۔۔ ۴ سوار دئیے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر حصین ابن تمیم متعینہ قادسیہ کو ۴ ہزار سواروں کے جدید اضافہ کے ساتھ کربلا کی روانگی کا حکم دیا ۔ شمر ذالجوشن الضبابی کو بھی چار ہزار سوار دئیے (اسی نے حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک تن سے جدا کیا ہے ۔ مضائر ابن رہینۃ المازی کو تین ہزار فوج دی ۔ یزید ابن رکاب الکلبی کو ۲ ہزار سوار دیے ۔ محمد ابن اشعث کو ایکہزار سوار دئیے گئے ۔ عبد اللہ ابن الحصین کو ایکہزار سوار دئے ۔ خولی اصبحی کو سرداری کا علم اور دس ہزار سوار ۔ بکر ابن کعب ابن طلحہ کو تین ہزار سوار دیے حجار ابن الحرؒ کو ایک ہزار سوار ملے ۔

غرض ابن سعد اس طرح لشکروں کی ترتیب دے کر ۶ ہزار سواروں کے ساتھ داخل کربلا ہوا اور پھر باری باری تمام افسران اپنی اپنی فوج لے کر کربلا پہنچتے گئے (مذکورہ بالا تمام فوج کی تعداد بہتر ہزار ہوتی ہے ۔ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ کل ۷۲ آدمی کا حساب چلتا ہے)

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے خیمے کربلا پہنچنے کے بعد نہر فرات کے قریب نصب کردئے تھے لیکن یزید کے اس کثیر لشکر نے ابن زیاد کے حکم کے مطابق نہر فرات کے قریب سے آپ کے خیمہ ہٹوا دئے ۔ اور ساتویں محرم سے بحکم ابن زیاد امام حسینؑ ان کے اہلبیت اور ان کے اعوان و انصار پر پانی بھی بند کر دیا گیا اور پیام دیا گیا کہ یا تو بیعتِ یزید کرو ورنہ قتل کئے جاؤ گے ۔

اب جیسی کچھ حالت ہوئی ہوگی اس کا اندازہ قارئین کرام خود کرلیں ۔ عرب کی سخت دھوپ کی ادنی کیفیت یہ ہے کہ جب پانی نہیں ملتا تو زبان اور ہونٹھ پھٹنے لگتے ہیں ۔

بہرحال امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنے چھوٹے سے لشکر کا انتظام کیا اور سب کو ایک جگہ جمع کر کے تلقین صبر و استقلال فرمائی ۔

دسویں محرم اور آغاز جنگ

جانبین سے مقابلہ کی تیاری ہوئی ۔ رسالہ اصلاح النشائتین کے مولف تاریخ طبری کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ "دسویں محرم جمعہ کے دن قبل زوال سے لڑائی کا آغاز ہوا ۔ عمر سعد نے فوج کو یوں

ترتیب دیا کہ اپنے لشکر کا علم اپنے غلام درید کو دیا اور میمنۂ فوج پر عمرو ابن حجاج کو میسرہ لشکر پر عروہ ابن قیس کو اور فوج پیادہ پر شیث ابن ربعی کو اور سواروں پر خولی اصبحی کو ادھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے ۱۲۰ اعوان و انصار کی جماعت کو یوں آراستہ فرمایا کہ علمِ فوج اپنے چھوٹے بھائی جناب عباسؑ کو سپرد کیا۔ میمنہ پر زہیر ابن القین کو اور میسرۂ لشکر پر حبیب ابن مظاہر کو امیر مقرر فرمایا۔ مجاہدوں کی صفیں خیمہائے مبارک کے سامنے تھیں اور ان کے پیچھے خندق تھی جس میں آگ روشن کر دی گئی تھی تاکہ جنگ ایک ہی سمت رہے۔

ہم حضرت امام حسینؑ اور دشمنانِ حسینؑ کی ترتیبِ لشکر کا نقشہ بھی مضمون کی ابتداء میں درج کر دیئے ہیں۔ تاکہ ناظرین بہ آسانی سمجھ سکیں۔

الغرض لڑائی کا آغاز ہوا امام حسینؑ نے یہ اشعار پڑھے۔

لعد بتم یا شر قوم ببغیکم ۔۔۔ رخالفتموا فینا النبی محمداً
اما کان خیر الخلق اوصٰکم بنا ۔۔۔ اما کان جدی خیرۃ اللہ احمدا
اما کانت الزھراء امی و والدی ۔۔۔ علی انا خیر الانام المسددا
لعنتم واخزیتم قد نسیتم ۔۔۔ سصلون نار احرھا قد توقدا

یعنی اسے بدترین قوم! تم پر تمہاری بغاوت کے جرم میں عذاب ہوگا کہ تم نے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو ہمارے بارے میں فرما گئے تھے مخالفت کی اس سے بہترین خلق نے ہمارے لئے وصیت نہیں فرمائی تھی! کیا جدّ بزرگوار احمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برگزیدۂ خدا نہیں ہیں؟ کیا فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہماری مادرِ گرامی قدر نہیں ہیں؟ اور کیا والد بزرگوار علی مرتضٰی علیہ السلام نہیں ہیں جو جناب خیر الانامؐ کے بھائی ہیں! پس لعنت اور ذلت ہو تم لوگوں پر کہ تم نے سب کچھ بھلا دیا۔ عنقریب تم نارِ دوزخ میں جاؤ گے جس کے شعلے ہمیشہ کے لئے مشتعل ہوں گے۔ ان اشعار کے بعد آپ نے خطبۂ ذیل پڑھا۔

میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے دنیا کو پیدا کیا اور اس کو دارِ فنا اور زوال نیز قرار دیا اور اس کے باشندوں کو ایک حالت سے دوسری حالت میں اور ایک صورت سے دوسری صورت میں بدل جانے والا پیدا کیا۔ پس مغرور وہی شخص ہے جو دنیا پر مفتون ہو جائے اور شقی وہی شخص ہے جو دنیا کا عاشق ہو۔ اے لوگو دنیا کے مکر و فریب میں نہ آؤ کیونکہ دنیا اس شخص کی تمام امیدوں کو قطع کر ڈالتی ہے جو اس کی طرف رغبت کرتا ہے اور اب میں دیکھتا

ہوں کہ جس امر پر تم لوگوں نے اتفاق کیا ہے وہ خدائے سبحانہٗ وتعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے اور وہ اس وجہ سے تم لوگوں سے اپنا منہ پھیر لیگا اور اپنا عذاب تم پر نازل فرمائے گا اور اپنی رحمت کو تم لوگوں سے دور کھینچے گا۔ دیکھو خداوند عالم کیسا اچھا پروردگار و مالک ہے اور تم لوگ اُس کے کیسے برے بندے ہو کہ تم نے اس کی رسالت اور شریعت کی تصدیق کی اُس پر ایمان لائے اور اس کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی اب اُسی کے اہلبیت پر فوج کشی کر رہے ہو اور اُن کے قتل پر مستعد ہو اسی وجہ سے شیطان تم پر غالب آگیا ہے اور اُس نے تم کو ذکر خدا سے باز رکھا ہے۔ پس تم کو ہلاکت نصیب ہو یہ کیا ارادہ تم نے کیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ وہی قوم ہے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئی۔ پس اس قوم ظالمین پر لعنت ابدی ہو۔

حضرت امام حسینؑ کا یہ موثر خطبہ سُن کر عمر سعد کے کان کھڑے ہوئے اور سوچا کہ مبادا کہیں فوج پر اثر ہو گیا تو بُرا ہوگا۔ اُس نے فوراً فوج کو للکار کر آواز دی کہ تم جناب امام حسینؑ کو جواب دینے کی کوشش نہ کرو یہ سمجھ لو کہ حسینؑ علیؑ کا بیٹا ہے۔ آج پر موقوف نہیں اگر کل تک تم اُس سے یوں ہی گفتگو میں مصروف رہوگے تو وہ برابر ایسی مسلسل تقریر کرتا رہے گا اور اس کی زبان تمھارے زبانی جوابوں سے ہرگز بند نہ ہوگی۔

الغرض اِس فوج نے امام حسین علیہ السلام کی ایک نہ سُنی۔ البتہ حُر ابن یزید ریاحی (جو امام حسین علیہ السلام کو گھیر کر کربلا تک لائے تھے) مع اپنے بھائی اور اپنے غلام کے فوجِ اشقیا سے علیحدہ ہو کر امام حسینؑ سے آملے۔

لکھا ہے کہ عمر سعد نے سب سے پہلے امامؑ کی فوج پر تیر پھینک کر جنگ کی ابتدا کی۔ ادھر سے بھی جاں نثارانِ حسینؑ میں سے یکے بعد دیگرے جا کر لڑنے اور شہید ہونے شروع ہو گئے۔ ان جانثاران حسینؑ کی فہرست یہ ہے۔

عبداللہ[1] ابن عمر۔ حضرت حر[2]۔ حضرت مصعب[3] برادر حر۔ بریر[4] ابن خضیر ہمدانی۔ وہب[5] ابن عبداللہ الکلبی۔ خالد[6] ابن عمر۔ سعد۔ سعد[7] ابن حنظلہ تمیمی۔ عمیر[8] ابن عبداللہ مدحجی۔ عمر[9] ابن خالد الازدی۔ حضرت مسلم[10] ابن عوسجہ۔ مسلم[11] ابن عوسجہ کے صاحبزادے۔ ہلال[12] ابن نافع بجلی۔ نافع[13] ابن ہلال۔ نعیم[14] ابن عجلان الانصاری۔ عمر[15] ابن الکعب۔ ابن[16] حارث السجعی۔ حنظلہ[17] ابن عمرو الشیبانی۔ قاسط[18] ابن ظہیر۔ کرش[19] ابن ظہیر۔ کنانہ[20] ابن عتیق عمرو ابن ضبیعۃ الضبعی۔ ضرغامہ ابن مالک۔ عامر ابن مسلم۔ سیف ابن مالک النمیری۔ عبدالرحمٰن ابن

عبداللہ الکدری الارجی۔ مجمع ابن عبداللہ العائذی۔ حبان ابن السلمانی الازدی۔ عمرو الجندعی۔
حلاسی ابن عمر الراسبی۔ سوار ابن ابی عمیر النہمی الہمدانی۔ زہیر ابن عمرو۔ غلام عمرو بن الحمق الخزاعی
جبلہ ابن علی الشیبانی۔ ابی امارہ ابن ابی سلامتہ الدولابی۔ نعمان ابن عمر الراسبی۔ مسعود ابن الحجاج
خود حجاج۔ زہیر ابن بشر الخثعمی۔ عمار ابن حسان ابن شریح الطائی۔ عبداللہ ابن عمیر۔ اسلم ابن کثیر الازدی
الاعرج۔ زہیر ابن مسلم الازدی۔ عبداللہ ابن یزید ابن شبیث القیسی۔ عبداللہ ابن عروہ غفاری۔
بارہ غلام۔ ابوثمامہ صیداوی۔ حبیب ابن مظاہر۔ زہیر ابن لقین۔ ابوثمامہ صیداوی۔ حجاج ابن
مسروق مؤذن امام۔ مبارک غلام حجاج۔ یحییٰ ابن کثیر۔ یحییٰ ابن سلیم مازنی۔ حنظلہ ابن سعد الشامی
عبدالرحمٰن ابن عبداللہ الیزنی۔ عمر ابن قرظہ الانصاری۔ جون غلام ابی ذر غفاری۔ عمرو ابن خالد الصیداوی
سوید ابن ابی المطاع۔ قرہ ابن قرۃ الانصاری۔ مالک ابن انس المالکی۔ عمرو ابن مطاع الجعفی۔ جنادہ ابن
حارث الانصاری۔ عمرو ابن جنادہ۔ عابس ابن شبیب شاکری۔ عبداللہ و عبدالرحمٰن ابن احراق انصاری
غلام جناب امام زین العابدینؑ۔ یزید ابن زیاد ابن شعثا۔ ابوعمرو نہشلی۔ یزید ابن مہاجر۔ سیف
ابن ابی الحارث ابن سریع۔ مالک ابن عبداللہ ابن سریع۔ حضرت عبداللہ ابن مسلم۔ حضرت محمد ابن مسلم
حضرت عبدالرحمن ابن عقیل۔ حضرت عبداللہ ابن عقیل۔ حضرت موسیٰ ابن عقیل۔ حضرت محمد ابن عبداللہ ابن
جعفر۔ حضرت قاسم ابن حسنؑ۔ حضرت عبداللہ الاکبر ابن حسنؑ۔ حضرت احمد ابن حسنؑ۔ حضرت عبداللہ ابن
علیؑ۔ حضرت جعفر الاکبر ابن علیؑ۔ حضرت محمد اصغر۔ حضرت عون ابن علیؑ۔ حضرت عثمان ابن علیؑ۔ حضرت عباسؑ
ابن علیؑ۔ حضرت علی اکبرؑ۔ علی اصغر ابن حسین علیہ السلام۔ عبداللہ ابن حسنؑ۔
اب یہ نوبت پہنچی کہ حسین علیہ السلام یکہ و تنہا بے یار و مددگار رہ گئے اور یہ حالت ہوئی کہ

نہ لشکر ہے نہ سپاہ ہے نہ کثرت الناس ہے ‌ ‌ ‌ نہ قاسمؑ ہے نہ علی اکبرؑ ہے نہ عباسؑ ہے

تو آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا۔ صَبرًا عَلیٰ قَضَائِكَ یَا رَبِّ لَا اِلٰهَ سِوَاكَ یعنی
تیرے فرمان پر صبر۔ تیرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ بالآخر آپ زخموں سے چور چور ہو گئے۔ تمام
لشکر یزید نے آپ کو اس قدر مجروح کیا کہ آپ گھوڑے پر تشریف نہ رکھ سکے اور بیہوش ہو کر زمین
پر تشریف لائے۔ اس موقع کو میر انیسؔ مرحوم نے اس طرح دکھایا ہے کہ

قرآں رحلِ زیں سے سوئے فرش گر پڑا ‌ ‌ ‌ دیوار کعبہ بیٹھ گئی عرش گر پڑا

اس کے بعد شمر ملعون نے وہ بے ادبی کی جس سے آندھیاں آنی شروع ہو گئیں حضرت ام سلمہؓ
کے پاس جو مٹی آنحضرتؐ کی دی ہوئی تھی وہ سُرخ ہو گئی۔ اور منادی آسمان نے ندا دی کہ۔ بکربلا
الا قتل الحسین بکربلا الا ذبح الحسین بکربلا . . . .

سلام

از ڈاکٹر میر مہدی حسین رضوی علم صاحب
فاآنی دکن

یا خدا آئیں نظر شبیرؑ و شبرؑ خواب میں
جی اٹھوں جاگے اگر میرا مقدر خواب میں

جن کو ہے چشم بصیرت جلوۂ جانبخش دوست
دیکھتے رہتے ہیں بیداری میں اکثر خواب میں

پڑ گئے ہیں پردے جنکی آنکھوں پہ غفلت کے آہ
وہ تو بیداری میں بھی رہتے ہیں یکسر خواب میں

عمر بھر دیکھوں گا آنکھیں شاہد مقصود سے
ہو اگر دیدار پیغمبرؐ گھڑی بھر خواب میں

مجھکو دنیا بھی نظر آئے خوشی سے اک بہشت
وعدۂ جنت اگر فرمائیں حیدرؑ خواب میں

گر بقا بعد فنا ممکن نہیں۔ کیا جانیئے
مرنے والے آتے ہیں مرمٹ کے کیونکر خواب میں

فرش مخمل ہو نہیں کچھ فوق فرش خاک پر
ایک سے ہوتے ہیں درویش و تونگر خواب میں

پرسش اعمال کیا ہوگی۔ کہ میں مست ازل
دیکھینا ہم رہیں گے روز محشر خواب میں

صبح عاشورا کہا شہؑ نے کہ ہم ہونگے شہید
دے گئے شب کو خبر۔ یہ کہ پیمبرؐ خواب میں

کہتی تھی یہ ام لیلیٰؑ۔ کیا خطا ماں سے ہوئی
کچھ خفا ہو کیوں نہیں آتے ہو اکبرؑ خواب میں

سوتے سوتے چونک اٹھتی تھی سکینہؑ باربار
اس کو آتا تھا نظر شمر ستمگر خواب میں

قطعہ

روز عاشورا کہا شہؑ نے یہ ابن سعد سے
چونک اب۔ کبتک رہیگا بے خبر خواب میں

سر سے اونچا ہو گیا پانی تمرد کا ترے
تجھ سے ناخوش آئے تھے ختم پیمبرؐ خواب میں

سن کہے دیتا ہوں سن رکھ۔ آج سے تا زندگی
روئے آسایش نہ دیکھیگا بد اختر خواب میں

پھر زیارت کربلا کی اے الم ہو گی نصیب
دیکھتا رہتا ہوں میں قبر مطہر خواب میں

ظاہر بین نگاہیں دنیا کو عالم اسباب سمجھنے اور اس بات پر یقین رکھنے کے بعد کہ ہر چیز کا ایک سبب ہوتا ہے۔ امام عالی مقامؑ کی شہادت کا سبب بھی تلاش کرتی ہیں۔

ہم حیران ہیں کہ شہادت امامؑ کے اسباب ظاہری کی جستجو کریں۔ یا فتوائے عقیدت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر تھی کہ ایک دن میرا پیارا حسینؑ اشقیائے امت کے ہاتھوں میدان ستم میں شہید ہوگا۔ عم رسولؐ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت ام الفضل فرماتی ہیں:۔

"دخلت علیٰ رسول اللہ یا ما بالحسین فوضعنہ فی حجرہ ثم کانت منی التفاتۃ فاذا عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریقان من الدموع۔ فقال امانی جبرئیل فاخبرنی انی امتی تقتل ابن ھذا واتانی بتربۃ من تربۃ حمراء

یعنی ایک دن میں حضورؐ سرور کائنات کی خدمت میں حضرت امام حسینؑ کو لیکر حاضر ہوئی۔ اور آپ کی گود میں دے دیا۔ پس میں نے دیکھا کہ حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں آپ نے فرمایا کہ مجھے ابھی جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ میرے اس فرزند کو میری امت قتل کرے گی اور مجھے سرخ رنگ کی مٹی لا کر دکھائی ہے۔

اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کسی سبب ظاہری کی پابند نہیں بلکہ خداوند کریم کی ایک ازلی و فطری قرارداد تھی۔

شہادت حسینؑ کی نشانی زبان رسولؐ سے

حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت ام سلمہؓ کو ایک مٹھی خاک دے کر فرمایا کہ اے ام سلمہؓ! جب یہ مٹی سرخ ہو جائے تو تم سمجھ لینا کہ میرا فرزند حسینؑ منصب شہادت پر فائز ہوا۔

حضرت ام سلمہؓ کی روایت

حضرت ام سلمہؓ جن کے متعلق حضرت مولٰنا جامی علیہ الرحمتہ نے متذکرہ بالا واقعہ اپنی "شواہد نبوت" میں درج کیا ہے۔ خود روایت فرماتی ہیں کہ حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ ایک دن میرے گھر میں کھیل رہے تھے۔ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل امینؑ نے حضرت امام حسینؑ کی خبر شہادت سنا کر تھوڑی مٹی دی۔ حضور اکرمؐ نے اُسے سونگھ کر فرمایا کہ اس میں رنج و بلا کی بو آتی ہے۔ اس کے بعد حضور اکرمؐ نے مجھے وہ خاک دے کر فرمایا کہ "اے ام سلمہؓ جب یہ مٹی سُرخ ہو جائے تو تم سمجھ لینا کہ میرا بیٹا شہید ہوا۔ چنانچہ میں نے اس مٹی کو شیشے میں بند کر دیا اور اکثر اس کو دیکھتی رہتی تھی۔ دسویں تاریخ محرم کو دوپہر تک وہ مٹی اپنی اصلی حالت پر قائم تھی لیکن زوال کے بعد جب میری نظر اس پر پڑی تو حضور سرور کائنات کے ارشاد کے موافق وہ مٹی اس طرح سُرخ ہو گئی تھی جیسے شیشے میں تازہ خون بھرا ہوا ہو۔ پس میں بیتاب ہو کر زار زار رونے لگی۔ لیکن اس خیال سے کہ دشمنانِ دین کو ہنسنے کا موقع نہ ملے میں نے اپنے دل کو سنبھالا۔ جب حضرت امام حسینؑ کی خبر شہادت حجاز میں پہنچی تو معلوم ہوا کہ ۱۰ محرم کو اسی وقت شہید ہوئے تھے جس وقت مٹی سرخ ہو گئی تھی۔

امدادِ حسینؑ کے لئے ارشاد نبویؐ

حضرت انسؓ بن حارث فرماتے ہیں کہ "میں حضور سرور کائناتؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا بیٹا اس سرزمین پر شہید کیا جائے گا۔ جس کا نام کربلا ہے۔ اے سامعین۔ تم سے جو شخص اس وقت موجود ہو اس کا فرض ہے کہ وہ میرے حسینؑ کی مدد کرے۔" چنانچہ اس حدیث کے راوی حضرت انس بن حارث میدان کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے تشریف لے گئے اور منصب شہادت پر فائز ہوئے۔

مظلومیٔ حسینؑ پر رسول اللہؐ کی اشکباری

حضرت امام احمدؒ امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے اور حضرت ابن سعدؓ، جناب امیر علیہ السلام اور حضرت عائشہ صدیقہؓ دونوں سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ذرا دیر پہلے ابھی حضرت جبرئیلؑ مجھ سے کھڑے ہوئے کہہ رہے تھے کہ حسینؑ دریائے فرات کے کنارے شہید کئے جائیں گے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اگر ارشاد ہو تو میں وہاں کی مٹی آپ کو سنگھاؤں۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ جبرئیلؑ نے ہاتھ بڑھایا اور مجھے ایک مٹھی خاک دی۔ پس میں اس وقت سے زار و قطار رو رہا ہوں۔

محبانِ حسینؑ! اس حدیث شریف سے صرف یہی ظاہر نہیں ہوتا کہ حضرت امام پاکؑ کی شہادت ایک اجلی اور فطری قرار داد تھی بلکہ مظلومیٔ حسینؑ پر اشکباری کی عظمت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دلبند کی خبر شہادت سن کر آنکھوں سے اشکِ حسرت بہائے ہیں۔ لہٰذا ماتم حسینؑ کو گناہ و بدعت قرار دینے والے سن لیں کہ حضرت امام عالی مقام کے غم میں آنسو بہانا عین سنت ہے ؎

جو مجلسِ ماتم میں یہاں روتا ہے
ہر فرد گنہ اس کی خدا دھوتا ہے
ثابت ہے حدیثوں سے کہ یہ قطرۂ اشک
ہر زخمِ حسینؑ کی دوا ہوتا ہے

قاتلِ حسینؑ ابلقی کتا

حضرت خطیب حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات نے صاف الفاظ میں پیشین گوئی فرمائی کہ میری ہجرت کے ساٹھ سال بعد حضرت امام حسینؑ منصب شہادت پر فائز ہوں گے۔

علامہ ابن عساکر خود حضور سید الشہداء سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک ابلقی کتے کو دیکھتا ہوں جو میرے اہل بیت کے خون میں منہ ڈال رہا ہے۔

علامہ طبرانی اپنی کتاب "کبیر" میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتلان حسینؑ کے لئے بد عا فرمائی کہ خدا انہیں برکت سے محروم کرے۔"

علامہ ابن عساکر حضرت ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ "قاتل حسینؑ پر خدائے قہار کا سخت عتاب ہے اور خدا کی نگاہ میں اس سے بڑھ کر کوئی مبغوض نہیں۔"

جناب امیرؑ کربلا کی خونین زمین میں

حضرت عبد اللہ بن یحییٰ سے ان کے والد محترم نے کہا کہ امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب علیہ السلام جب صفین تشریف لے گئے تو میں ان کے ہمراہ تھا اور وضو کی خدمت میرے سپرد تھی۔ دریائے فرات کے کنارے ایک گاؤں میں جس کا نام نینوا ہے آپ نے قیام فرمایا اور وہاں بیساختہ آپ کی زبان مبارک سے نکلا "اے ابو عبد اللہ اس دریائے فرات کے کنارے دامن صبر کو ہاتھ سے نہ دینا۔" میں نے جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا فرمایا اور ابو عبد اللہ سے کون صاحب مراد ہیں آپ نے جواب دیا کہ میں ایک دن حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا آپ کے رخسار مبارک پر اشک جاری تھے۔ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! آج آپ اس قدر کیوں رو رہے ہیں؟" آپ نے فرمایا کہ "تمہارے آنے سے ذرا دیر پہلے مجھ سے جبرئیلؑ کہہ گئے ہیں کہ حسینؑ دریائے فرات کے کنارے شہید ہوں گے۔

محضر شہادت پر سید الشہداؑ کی مہر

صرف یہی نہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ خاندان نبوت کے بعض افراد اور اصحاب کرام کو حضرت امام عالی مقامؑ کی شہادت کا پیشتر سے علم ہو چکا تھا بلکہ خود جناب سید الشہدا علیہ السلام بھی اس حقیقت سے خوب اور اچھی طرح واقف تھے۔ دنیا کی مادی زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیوانے کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام حصول تاج و تخت کے لئے عراق تشریف لے گئے

تھے لیکن ارباب معرفت جانتے ہیں کہ آپ دنیاوی منفعت کی غرض سے نہیں بلکہ منصب شہادت حاصل کرنے کے لئے عراق تشریف لے گئے تھے۔ آپ پہلے سے جانتے تھے کہ دریائے فرات کے کنارے میں بھوکا پیاسا شہید کیا جاؤں گا میرے عزیز و انصار ایک ایک کر کے جام شہادت پئیں گے اور میرے گلشن خاندان کے نونہالوں کو تیغۂ ستم سے قطع کیا جائے گا۔ آپ کربلا کے تپتے ہوئے سنگریزوں کو اپنی حق پرستی کا کلمہ پڑھانے کے لئے اِس وجہ سے تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے نوعمری میں اپنے والد محترم سے جو وعدہ فرمایا تھا اسے ایفا کریں۔ چنانچہ کربلا پہنچ جانے کے بعد آپ نے اپنی چھوٹی بہن حضرت ام کلثومؑ سے ارشاد فرمایا تھا کہ "اے بہن میں امیر المومنین حضرت علیؑ کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب آپ واپس ہو کر اس زمین پر پہنچے اور آرام سے بیٹھے تو لیٹ رہے۔ آپ کا سر میرے بڑے بھائی حضرت امام حسنؑ کے زانو پر تھا۔ اور میں آپ کے سرہانے تھا۔ آپ سو رہے تھے۔ یکایک آپ نے آنکھیں کھولدیں اور روتے ہوئے اُٹھ بیٹھے میرے بھائی نے اس گریہ وزاری کا سبب پوچھا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ یہ ساری زمین خون کا دریا بن گئی ہے اور میرا فرزند حسینؑ اس دریا میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ فریاد کر رہا ہے۔ لیکن کوئی اس کی فریاد کو نہیں پہنچتا۔ پناہ مانگتا ہے اور کوئی اسے پناہ نہیں دیتا۔ اس کے بعد میری جانب مخاطب ہو کر فرمایا" ماذا تصنع انت اذا قعت تلك الواقعه" یعنی جس دن یہ واقعہ پیش آئے گا تم کیا کرو گے؟ میں نے ادب و احترام کے ساتھ گردن جھکا کر عرض کیا" یا ابت انی اصبر علی البلاء و اسبح ذالك البحر انشاء الله ولامد لی من الصبر" (اے پدر بزرگوار میں اس امتحان خدا پر صبر کروں گا اور انشاء اللہ اس دریائے خون میں تیروں گا

یہ تھی سفر کربلا کی اصلی غرض و غایت۔ مخبر صادق کے فرزند تھے۔ خود صادق الوعدہ تھے شہادت کی خبر پہلے سے معلوم ہو چکی تھی۔ اپنے والد محترم سے راہ تسلیم و رضا میں ثابت قدم رہنے کا وعدہ بھی کر چکے تھے۔ پھر کس طرح ممکن تھا کہ آپ مدینۂ منورہ کی اجمالی فضاؤں کو چھوڑ کر کربلائے معلیٰ کی اس سرزمین پر تشریف نہ لے جاتے جہاں قدرت نے اپنی شان جلالی بے نیازی کا غیر فانی نقش کھینچا ہے۔ اور اسی دریائے فرات کے قریب اپنا خیمہ نصب نہ فرماتے جس کے مقابلہ پر آپ اپنے خون کا ایک نیا دریا بہانے کا وعدہ اپنے والد محترم سے کر چکے تھے۔

قاتل بھی باخبر تھا

اگر سید الشہدا علیہ السلام کو اپنے منصب شہادت پر فائز ہونے کی خبر پہلے سے تھی تو قاتل بھی اس حقیقت سے آشنا تھا۔ یزید پلید کے باپ معاویہ امیر شام کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے کہا کہ میں نزع کے وقت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے حاضر تھا۔ دیکھا کہ آپ حضرت امام حسینؑ کو اپنے سینے سے لگا کر فرما رہے ہیں "میرا یہ بیٹا میری عترت و ذریت میں سب سے اچھا ہے۔ یا اللہ تو اس سے برکت لے لے جو میری وفات کے بعد حسینؑ کی عزت کو ملحوظ نہ رکھے۔ یہ فرما کر حضور رسالت مآب بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا۔ اے حسینؑ! قیامت کے دن تیرے قاتل سے مجھے مقاومت وخصومت ہو گی اور میں خوش ہوں کہ خداوند کریم مجھے اس شخص کا دشمن قرار دے گا جو تجھے قتل کرے"۔

اس کے بعد امیر شام معاویہ کا کہنا ہے کہ "میں نے اپنے بیٹے یزید سے کہا کہ میں نے خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ایک دن جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ آپ کے فرزند حسینؑ کو آپ کی امت شہید کرے گی۔ اس کا قاتل لعین امت سے ہو گا"۔ اور خود امیر معاویہ نے قاتل حسینؑ پر لعنت بھیجی۔

غور وعبرت کا مقام ہے کہ جس طرح سید الشہدا برضا ورغبت منصب شہادت حاصل کرنے کے لئے میدان کربلا میں تشریف لے گئے اسی طرح یزید پلید نے سب کچھ جاننے کے باوجود۔ خود اپنے باپ سے قاتلِ حسینؑ کے ملعون ہونے کی اطلاع پا لینے کے بعد حضرت سید الشہدا کے خون ناحق سے اپنے ملعون ہاتھوں کو رنگا۔ شقاوت وکور بختی کا اس سے زیادہ شرمناک مظاہرہ دنیا میں اور کیا ہو سکتا ہے۔ قاتل جانتا ہے کہ میں خطا پر ہوں۔ اسے مظلوم کی بیگناہی کا پورا یقین ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ میں جس کے نام کا کلمہ پڑھتا ہوں اس نے قاتل حسینؑ پر لعنت بھیجی ہے لیکن پھر بھی دنیا پرستی اور ہوس ملوکیت کی ملعون پٹی آنکھوں پر بندھ جاتی ہے اور قاتل اپنے انجام کو بھول کر جہنم کے شعلوں کو اپنی ناپاک ہڈیوں کی دعوت دیتا ہے ؎

بروز واقعہ اے ظالمِ خدا ناترس | بیا ببیں کہ چہا کردۂ بجائے حسینؑ
خدا است حاکم و پیغمبر است دعویٰ گیر | چگونہ میدہی انصاف ماجرائے حسینؑ
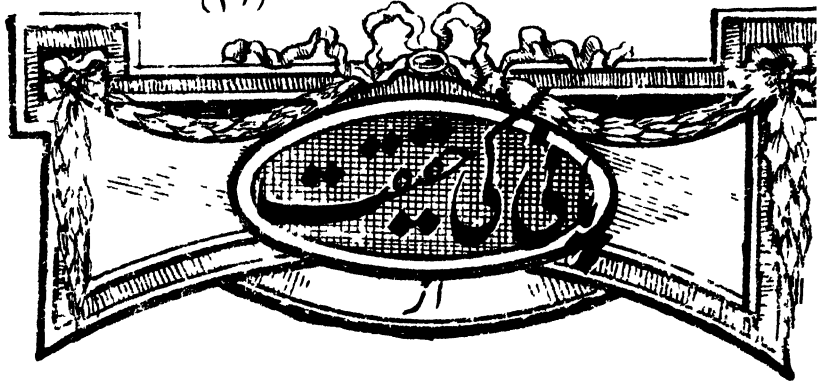
سیدہ کبریٰ بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر حکیم آقا سید حبیب اللہ صاحب شیرازی

پانی جسے فارسی میں آب، عربی میں ماء اور انگلش میں واٹر (Water) کہتے ہیں یہ پہلی چیز ہے جسے حق سبحانہ و تعالیٰ نے پیدا کیا۔ زمانہ ماسبق میں یہ ایک عنصر بسیط مانا گیا تھا اب ڈیڑھ سو برس سے ذریعہ علوم جدیدہ جسے سائنس (Science) کہتے ہیں ثابت ہے کہ یہ دو عنصر سے مرکب ہے آکسیجن (Oxygen) اور ہائیڈروجن (Hydrogen) مشاہدہ سے ظاہر ہے کہ ان دونوں عنصروں کو ایک اور آٹھ کی نسبت سے ملانے سے پانی بنجاتا ہے اور کیمکلی جب اس کو تحلیل کرتے ہیں تو وہی دونوں چیزیں علٰحدہ علٰحدہ ہو جاتی ہیں۔

پانی میں حیرت انگیز اور تعجب خیز صفات متضادہ جمع ہیں پانی سے آگ بجھ جاتی ہے اور پھر آگ سے پانی جم کر برف بھی بنجاتا ہے۔ پانی کمزور بھی ہے اور زور آور بھی۔ اگر اس کی کمزوری دیکھنا چاہو تو تنکے سے جہاں کہیں چاہو بہہ سکتے ہو۔ اگر اس کی زور آوری کا مشاہدہ کرنا چاہو تو دیکھتے ہو کہ یہ پہاڑوں کو پہاڑیاں بنا دیتا ہے بعض بعض مواقع پر یہ بلند پہاڑوں کو میدانوں کے ساتھ ہموار کر کے نیست و نابود کر دیتا ہے پانی کو دو قوتیں حاصل ہیں۔ قوت انفعال اور قوت فعل۔ قوت انفعال اس طرح کہ جس ظرف میں اس کو ڈالا جائے فوراً وہ اس کی صورت قبول کر لیتا ہے۔ قوت فعل یوں کہ ہزاروں جمادات مثل نمک شکر کو گلا اور گھلا کر اپنی صورت بنا لیتا ہے۔ اتنی بڑی زمین جو ہم دیکھتے ہیں پانی کے ہی اوپر قائم ہے جسے سمندر کہتے ہیں۔ آفتاب جہاں تاب کی گرمی جب پانی پر پڑتی ہے

تو گرم ہو کر بھاپ بنکر اڑتا ہے اور بادل بنکر برستا ہے جسے ہم بارش کہتے ہیں۔ آفتاب جہانتاب کی گرمی برف وغیرہ کو پگھلا کر دریاؤں کے بہاؤ کو چڑھا دیتی ہے درخت اگر رطوبات سے خالی ہوں تو خشک ہو جائیں۔ اشرف المخلوقات انسان کے بدن میں اگر رطوبت نہ ہو تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ نامور اطبا اور گرامی قدر حکما کا قول ہے کہ انسانی جسم میں تین ربع (۳/۴) پانی اور بقیہ ایک ربع (۱/۴) - خشک چیزیں ہیں۔ پیدا ہونے کے بعد بچہ جب اپنی ماں کا دودھ پینے لگتا ہے تو اس دودھ کے پانچ حصوں میں سے چار حصے پانی ہوتا ہے اور ایک حصہ دوسرے اجزا ہوتے ہیں انسان کے جسم میں ہضم غذا اور دوران خون کا باعث بھی پانی ہوتا ہے تجربہ سے ظاہر ہے کہ انسان بغیر غذا کے کئی روز تک زندہ رہ سکتا ہے مگر بغیر پانی کے ایک روز بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ حق جل شانہٗ اپنی پاک کتاب میں جسے ہم قران مجید اور کلام اللہ کہتے ہیں ارشاد فرماتا ہے کہ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ یعنے ہم نے ہر جاندار شے کو پانی سے پیدا کیا ہے اور زندہ رکھا ہے سبحان اللہ ایسی نعمت غیر مترقبہ جو ہر شخص بلا قیمت پاتا ہے۔ افسوس ہزار افسوس کہ راکب دوش رسول خدا، ناز پر وردہ علی مرتضیٰ وجگر گوشہ بتول عذرا جس کے ماں کے مہر میں نہر فرات ہو وہی پانی نہ پائے۔

حاکم کا یہ تھا حکم کہ پانی بشر پئیں ۔۔۔ گھوڑے پئیں سوار پئیں اور شتر پئیں
حیواں پئیں پرند پئیں جانور پئیں ۔۔۔ جو تشنہ لب جہاں میں ہو سب بے خطر پئیں
کافر تلک پئیں تو نہ تم منع کیجیو
پر فاطمہؑ کے لال کو پانی نہ دیجیو

چونکہ بغیر پانی کے انسان ایک روز بھی زندہ نہیں رہ سکتا اسی وجہ سے ہر شریعت میں پانی پلانے کا بیحد ثواب ہے صاحب خصائص الحسینیہ لکھتے ہیں کہ پانی پلانے کا اجر اور تمام عبادتوں سے بڑھا ہوا ہے خصوصًا امام تشنہ کام کے نام پر اگر پانی پلایا جائے تو اس کا ثواب اور بھی المضاعف ہو جائے گا اسی وجہ سے جگہ جگہ ہر قوم وملت کے لوگ سبیل مظلوم کربلا کے نام نامی سے رکھتے ہیں کیونکہ وہ مظلوم سہ شب وروز لب تشنہ گرسنہ اپنے عزیز واقارب اور اصحاب کے ساتھ میدان کربلا میں کنار نہر فرات امت جد کے ظلم وجور سے مثل گوسفند قربانی کے ذبح کیا گیا۔

از آب ہم مضایقہ کردند کوفیاں ۔۔۔ خوش داشتند حرمت مہمان کربلا
بودند دام و دو ہمہ سیراب می کنید ۔۔۔ خاتم زقحط آب سلیمان کربلا
آواز العطش ز بیابان کربلا ۔۔۔ (اکبرا بیگم)

مولٰنا سید نذیر الحق صاحب دہلوی

غریب الدّیار مسلمؑ کی شہادت کے بعد ابن زیاد نے کوفہ میں اعلان کرا دیا کہ مسلمؑ کے دو بچے محمدؑ و ابراہیمؑ کوفہ میں موجود ہیں جو ان کو اپنے یہاں پناہ دیگا تو اسکے خاندان کو کولہو میں پلوا دونگا اور جو ان کو گرفتار کرکے لائے گا اس کو انعام و اکرام سے مالامال کر دونگا مسلمؑ کے یہ دونوں یتیم ولاوارث بچے قاضی شریح کے گھر میں تھے اور اپنے باپ کا انتظار کر رہے تھے انھیں کیا خبر تھی کہ ہم جس باپ کا انتظار کر رہے ہیں وہ مارا گیا اور اب موت ہماری تاک میں ہے۔

دونوں بھولی بھالی صورتیں اور نور کی مورتیں اس انتظار میں تھیں کہ بابا جان آئیں تو ان کے ساتھ کھائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ ہمیں مدینہ کی گلیاں اور بچوں کے ساتھ کھیلنا یاد آتا ہے اچھے بابا اب ہمیں مدینہ لے چلئے بہت دن ہو گئے ہیں۔

اتنے میں خبر پہنچی کہ ابن زیاد نے اعلان کر دیا ہے کہ جو مسلم کے بچوں کو پناہ دے گا وہ سزا پائے گا قاضی شریح کو اپنی جان کا اندیشہ ہوا اور بچوں کے پاس آ کر کہا کہ تمھارے باپ تو شہید ہو گئے اور اب تمھاری جان بھی خطرہ میں ہے کل ایک قافلہ مدینہ کو جا رہا ہے میں تمھیں اس کے ساتھ کر دوں گا یہ بدنصیب دونوں ہاتھ سے اپنا کلیجہ پکڑ کر رہ گئے اور حسرت و یاس سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے قاضی شریح نے اپنے لڑکے کے ہاتھ ان کو بھیجا تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا قاضی شریح کا لڑکا اسد نے کہا کہ قافلہ ابھی دور نہیں گیا ہے دوڑ کر شامل ہو جاؤ اسد تو یہ کہکر

کوفہ کو چلدیا اور یہ بچے قافلہ کے پیچھے دوڑ پڑے۔

چھ اور آٹھ برس کے بچے جنگل میں دوڑے جا رہے ہیں، پاؤں لہو لہان ہیں دل سہما جارہا ہے، پتھروں کی ٹھوکریں، کانٹوں کی چبھن اور خوفناک جنگل کی سائیں سائیں یہ تمام چیزیں ننھی سی جانوں کو دہلائے دے رہی تھیں تھک کر بیٹھتے ڈر سے اٹھتے بھاگتے، ہانپتے سہمتے، خوف وہراس سے چاروں طرف دیکھتے، زمین دشمن، آسمان دشمن، آہ یتیمان مسلم پر کیسا نازک وقت تھا کہ ان بدنصیبوں پر بیکسی بھی آنسو گرا رہی تھی، آسمان کے فرشتے رو رہے تھے اور عرش عظیم تھرا رہا تھا۔

آہ یتیمان مسلم کی کیسی دردناک اور جگر شق کرنے والی حالت ہے کہ ان ننھی سی جانوں کو ڈرانے اور ستانے کے لئے دنیا جہان کے مصائب وشدائد متفق ہو گئے ہیں سینہ میں انسانی دل رکھنے والو! غور کرو ان بدنصیبوں پر رات کیسے گذری ہوگی اور ظلمت وغم اور خوف ہراس کے دریا کو کیسے پار کیا ہوگا۔ کیا دنیا کی تاریخ اس سے زیادہ درد انگیز تصویر پیش کر سکتی ہے، ہرگز نہیں جب ہر طرف سے یہ دونوں گلفام مایوس ہو گئے اور موت کی تصویر ہر طرف نظر آنے لگی تو ایک کھوکھلا درخت نظر آیا اور یہ اس میں بیٹھ گئے۔ حسرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے چھوٹے بھائی ابراہیم نے کہا پیارے بھائی جان میرا تو دل دھڑکتا ہے خبر نہیں ہم پر کیا گذرے گی۔ اب ہم مدینہ کیسے جائیں گے اور امی جان کو اپنے لہو لہان پیر کیسے دکھائیں گے اگر امی جان پاس ہوتیں تو میں ان کے گلے سے لگ کر کہتا کہ دیکھو اماں میرے پیر میں کتنے کانٹے لگے ہیں بیچارے بھائی کیا جواب دیتے سن کر چپ ہو گئے پھر جو کچھ خیال آیا تو ایک دوسرے کے گلے لگ کر رونے لگے ساری رات اسی طرح رو کر کاٹی صبح کو اس درخت کے نیچے چشمہ سے پانی بھرنے کے لئے ایک لونڈی آئی تو دیکھا کہ دو حور کے بچے گلے ملے ہوئے رو رہے ہیں پوچھا بچو تم کس کے چمنستان آرزو کے پھول ہو اور تم یہاں جنگل میں کہاں فلک کے ستائے ہوے بدنصیبوں نے سارا ماجرا سنا دیا لونڈی نے یہ دردناک کہانی اپنی مالکہ کو سنا دی عورت بڑی رحم دل، خدا ترس اور اللہ والی تھی کہا جا ان دونوں بچوں کو یہاں لے آ وہ جا کر لے آئی مالکہ نے ان کمہلائے ہوئے چہروں اور بھولی صورتوں کو دیکھا جن کے چہروں پر حسرت وبیکسی برس رہی تھی جن کی معصومی بزبان حال کہہ رہی تھی کہ ہم فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے جگر کے ٹکڑے ہیں اور گلشن رسالت کے گل نو دمیدہ ہیں مگر ہماری شگفتگی باد خزاں نے چھین لیا اور ہماری امیدوں کی دنیا اجڑ گئی باپ کو موت نے ہم سے زبردستی چھین لیا، ماں سے ہم دور ہیں، مدینہ
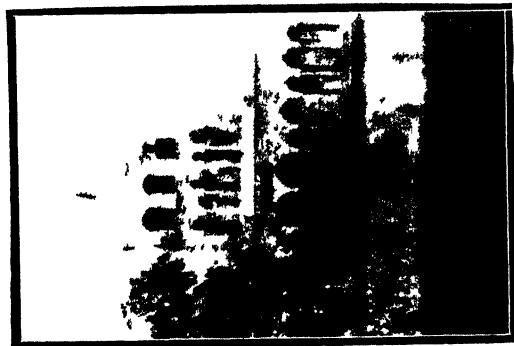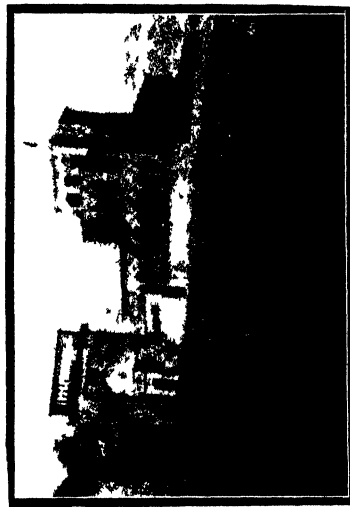
Two different views of the Sacred mountain Khizam (Khizam munzil)

Zamindari Press, 289 Market Street Secunderabad Dn

کی یاد تڑپا رہی ہے اور کوفہ کی زمین ہمارے خون کی پیاسی ہے۔
محب رسولؐ کی متوالی آگے بڑھی سر پر ہاتھ پھیرا، لپٹ گئی اور رو کر کہا کہ چاند کے ٹکڑو نہ گھبراؤ میں تمھیں اپنے سر پر بٹھاؤں گی، تمھارے قدم آنکھوں پر لوں گی، تمھارے پسینہ کی جگہ خون گراؤں گی اور تم پر اپنی جان فدا کر دوں گی نہلا دھلا کر کپڑے پہنائے اور کھانا سامنے رکھا مگر باپ کی مفارقت اور ماں کی دوری یاد آگئی آنکھوں سے آنسو پٹ پٹ گرنے لگے ایک دو نوالے کھا کر ہاتھ کھینچ لیا آخر مالکہ نے تسلی دلاسا دیکر ایک کوٹھری میں سلا دیا۔ ابھی یہ سوئے ہی تھے کہ خواب میں رسول خداصلعم نظر آئے دیکھا کہ بہشت میں تشریف فرما ہیں اور مسلمؑ سے فرما رہے ہیں کہ مسلمؑ! تم اپنے بچوں کو ظالموں میں اکیلے چھوڑ آئے انہوں نے عرض کیا حضور وہ بھی آیا ہی چاہتے ہیں یہ خواب دیکھ کر بچے جاگ اٹھے اور رونے لگے۔ ان کے رونے کی آواز سے اس عورت کا خاوند حارث بھی جاگ اٹھا پوچھا یہ کسکی آواز ہے اللہ والی نے بیان کر دیا کہ یہ یتیمان مسلمؑ ہیں جو اپنے ماں باپ سے بچھڑے ہوئے میرے گھر میں پناہ گزیں ہیں۔ حارث ان کی تلاش میں تھا کہ انعام حاصل کرے خوشی خوشی اٹھا اور کوٹھری میں جا کر نہایت بیدردی کے ساتھ ان کے لمبے لمبے بال پکڑ لئے اور کھینچتا ہوا باہر نکال لایا۔

بیوی۔ میرے سرتاج تمھاری عقل کو کیا ہوا۔ تم ایسے سنگدل کیوں بن گئے خدارا ابن ماں باپ کے بچوں پر رحم کرو یہ اہلبیت کے چراغ ہیں ان کو گل نہ کرو کہ ہمارا چراغِ ایمان گل ہو جائیگا آخر ان بچوں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے اگر دولت کی ہوس ہے تو یاد رکھو یہ دنیا فانی ہے ان کے خونِ ناحق سے دوزخ میں اپنا گھر نہ بناؤ۔

حارث۔ بیوقوف عورت ہٹ جا سامنے سے اور میرے ارادہ میں مزاحم نہ ہو دولت ہی ایسی چیز ہے جو انسان کو اعزاز و مرتبہ دلاتی ہے۔

بیوی۔ (ہاتھ جوڑ کر) دیکھ یہ سیدزادے ہیں انہی کے گھرانے سے ہدایت کا چشمہ پھوٹا انہی کے نانا جان کا تو کلمہ پڑھتا ہے ارے ظالم یہ نازک ہاتھ جن کو تو نے رسی سے باندھا ہے تو اس لائق تھے کہ ان کو چوما جاتا یہ غریب الوطن اور قابل رحم ہیں ان بیگناہوں کو نہ ستا انھوں نے تیرا کیا بگاڑا ہے۔

بچے۔ (عورت سے) دیکھو بی اس وقت تم ہماری اماں ہو تم نے ہمیں نہلایا دھلایا تھا اور تھپک کر سلایا تھا ہمیں ان سے بچاؤ یہ ہمیں مارتے ہیں ہم نے تو ان کا کچھ نہیں بگاڑا دیکھو انھوں نے ہمارے ہاتھوں کو اس زور سے کس کر باندھا ہے کہ نیل پڑ گئے ہیں۔

عورت ۔ بچوں کے قدموں پر گری اور کہا۔ آنکھ کے تارو ! میں کیا کروں اس ظالم کو رحم نہیں آتا میری فریاد اور تمھاری آہ وزاری سے پہاڑ پگھل جاتا مگر اس کا دل نرم نہیں ہوا میری تقدیر کا لکھا میرے سامنے آیا تمھاری تکلیف اور بے بسی دیکھکر میری روح پگھلی جا رہی ہے مگر بے بس ہوں تمھارے طمانچوں کے نشان میرے دل پر ہیں میں بھی تمھارے ساتھ ہوں قیامت کے روز مجھ گنہگار کی لاج رکھ لینا میں تمھیں اکیلا نہ جانے دوں گی بلکہ تمھارے ساتھ میں بھی جنت میں چلوں گی۔

اس تقریر اور حالت سے حارث اور بھی زیادہ برا فروختہ ہوا تن بدن میں آگ لگ گئی اور بچوں کے پھول سے رخساروں پر طمانچے مارے اور تیغ آبدار کھینچ لی بیوی اور کنیز سامنے آگئیں کہ پہلے ہمیں ان کے قدموں پر نثار کر بعد ان کو ہاتھ لگا تو ظالم نے پہلے انہی کا چراغ ہستی گل کیا پھر دونوں بھائیوں کی گردنیں تن سے جدا کر دیں۔

صابری یہ فضل ہے اللہ کا محرم رازِ محمدؐ کر دیا

محمد

رے کی اُدھر میم کی آئی کشش مصطفےؐ کا آنکھ میں نقشہ کھچا

حکیم مرزا بشیر احمد صابری

مصوّرِ غم علامہ راشد الخیری دہلوی

حضرت امام حسینؑ علی اصغرؑ کو سپرد زمین کر کے خیمہ کی طرف آ رہے تھے کہ ایک سانڈنی سوار سامنے سے آتا دکھائی دیا قریب پہنچا تو اونٹ بٹھا کر نیچے اترا ہاتھ چوم کر قدموں میں گرا اور کہا چہرۂ اقدس کی کیا کیفیت ہے اور یہاں کیا ہو رہا ہے۔ مدینہ کا مسافر ہوں اور چونکہ ایک وعدہ کر چکا ہوں اس کے ایفا کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ فرمائیے یہ سامنے کس کا لشکر ہے اور کس کا خیمہ ہے آپ کا قیام کس جگہ ہے اور بیعت یزید کا کیا حشر ہوا سنا تھا کوفہ آپ کے ساتھ ہے معلوم ہوا آپ کربلا میں مقیم ہیں۔ امام حسینؑ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تم نے میرے واسطے کیوں تکلیف اٹھائی وعدہ کس کا ہے کون ہو کہاں سے آئے ہو اور کیوں آئے ہو۔

مسافر نے کہا کہ میں مکہ کا رہنے والا ہوں اور بنو فاطمہ کا غلام ہوں ایک روز دوپہر کے وقت گرمی غضب کی پڑ رہی تھی میں ایک گلی سے جا رہا تھا کہ میں نے یا حسینؑ یا حسینؑ کی جگر خراش آواز سنی اور یہ آواز اس قدر دردناک تھی کہ کلیجہ کے پار ہوئی جاتی تھی میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا کہ ایک لڑکی دروازہ میں زمین پر بیٹھی یا حسینؑ حسینؑ کے نعرے لگا رہی ہے میں نے پاس جا کر پوچھا کہ تو کون ہے اور حسینؑ کو کیوں پکار رہی ہے میرے سوال پر اس لئے کہ اس میں تسکین تھی اس کا دل بھر آیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور کہا۔ کہ آج مہینہ بھر سے زیادہ ہو گیا نماز فجر کے بعد دروازہ میں آ بیٹھتی ہوں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ میرے دل کی لگی کو بجھا دے

کوئی اولاد والا مجھپر رحم کھاکر میرے باپ تک میرا پیغام پہنچا دے آنکھیں رستے کو لگی ہوئی ہیں کہ اپنے باپ حسینؑ بن علیؑ کی صورت کی زیارت کروں، مائیں اپنے بچوں کو گود میں لئے باپ اپنی بچیوں کی انگلی پکڑے ہوئے آنکھوں کے سامنے نکلتے ہیں ان سے سوال کرتی ہوں کہ حسینؑ ابن علیؑ کی خیریت بتا دو وہ میری طرف دیکھکر چلے جاتے ہیں کوئی مسلمان میری رُخ نہیں کرتا۔ میں بیمار ہوں اور اس دنیا میں چند روز کی مہمان ہوں۔ ایک بدنصیب لڑکی جو دنیا سے ناشاد و نامراد اٹھہ رہی ہے اپنے نانا کی امت سے رو رو کر التجا کر رہی ہے کہ واسطہ خدا کا باپ سے بچھڑی ہوئی بھائیوں سے چھوٹی ہوئی صغراؑ کا خط اس کے باپ تک پہنچا دو۔ اے بھائی سانڈنی سوار! اگر تو کوفہ کی طرف جاتا ہے تو اپنے بچہ کا صدقہ مجکو ساتھ لے لے مجھے بیمار نہ سمجھ میں تیرے اونٹ کے ساتھ بھاگوں گی میں تجھے کھانے پینے کی تکلیف نہ دوں گی میری بھوک اڑ گئی میری پیاس ختم ہو گئی تو جہاں تک جانے مجھے ساتھ لے جب کہیں اور جائے تو مجھے راستہ بتا دے میں پوچھتے پوچھتے کوفہ چلی جاؤں گی یقین کر میرے پاؤں باپ کی زیارت کو تیرے اونٹ سے زیادہ تیز اٹھیں گے ملاقات کا شوق میرے تکان کو دور کر دے گا اور میں ہانپتی کانپتی نہیں اچھلتی کودتی اپنے کنبہ میں پہنچ جاؤں گی میرے پاس کچھ نہیں جو تجکو دوں یہ کپڑوں کے دو جوڑے ہیں تیرے بچوں کے کام آجائیں گے یہ ایک چھلنی ہے اگر تیرا دل قبول کرے میرا زخمی دل تجھ کو دعائیں دے گا خدا تیرے بچوں کی عمر دراز کرے میری آنکھیں اپنے بابا کی صورت کو ترس رہی ہیں میرا دل بھائیوں کے دیکھنے کو تڑپ رہا ہے۔ اے سانڈنی سوار ساری ساری رات آنکھوں میں کٹ جاتی ہے تارے گن گن کر صبح ہوتی ہے جس وقت اذاں کی صدا بلند ہوتی ہے تو دل کہتا ہے کہ آج باپ کی زیارت نصیب ہو گی مگر جب وہی مؤذن مغرب کا پیغام پہنچاتا ہے تو آکر لیٹ جاتی ہوں اور دروازہ کھلا رکھتی ہوں کہ میرے باپ کو آواز دینے کی تکلیف نہ ہو۔ اے خوش نصیب مسلمان حسینؑ سے بچھڑی ہوئی صغراؑ کی دعائیں لے یہ دکھے ہوئے دل کی صدا خدا کے حضور میں قبول ہو گی۔

اتنا کہکر بیمار بچی بابا بابا کہکر بیہوش ہو گئی۔ میں نے ہوش میں لانے کی تدبیریں کیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ بچی بخار میں بھلس رہی ہے میرا دل کٹ گیا میرے آنسو نکل پڑے جب دیکھا بیمار کی ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئی ہیں گوشت کا پتہ نہیں اور سانس ہڈیوں میں چل رہا ہے میں چیخ اٹھا جب مجھے معلوم ہوا کہ مظلوم بچی کی زبان سے بیہوشی میں بھی باپ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں جس وقت بیمار بچی ہوش میں آئی تو میں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھکر کہا کچھ اس لئے نہیں کہ میں مسلمان ہوں

بلکہ اسلئے اور صرف اسلئے کہ یہ کیفیت دیکھکر میرا دل تڑپ اٹھا میں تیرے سامنے قسم کھاتا ہوں کہ جب تک تیرا یہ خط تیرے باپ تک نہ پہونچادوں گا مجھ کو زندگی ہر حالت حرام ہے میری بیمار بچی یہ کپڑوں کے جوڑے خدا تجھ کو نصیب کرے میں اپنی خدمت کی اجرت قیامت کے روز تیرے نانا سے لوں گا زمین شق ہو اور میں سما جاؤں اس سے پہلے کہ تجھ سے اپنا معاوضہ طلب کروں میرا بچہ بیمار ہے اور میں اس کے واسطے دودھ لینے آیا ہوں مگر کٹ جائیں یہ قدم اب اگر گھر واپس ہوں اور پھوٹ جائیں یہ آنکھیں اگر اپنے بچہ کی صورت تیرا پیام پہنچانے سے پہلے دیکھ لیں میں تجھ کو ضرور ساتھ لیجاتا لیکن تو دیکھ لے میرے اونٹ پر کجاوہ نہیں ہے اس کو باندھنے جارہا تھا مگر خدا کے بھروسہ پر تیری خدمت کو روانہ ہوتا ہوں۔

میں اب الفاظ میں وہ کیفیت بیان نہیں کر سکتا جو بیمار پر طاری ہوئی وہ میری گفتگو سے ساکت ہو گئی حیرت سے میرا منہ دیکھنے لگی اور اتنا کہا کہ خدا کے واسطے مجھے گناہگار نہ کر اور پہلے اپنے ننھے کو دودھ دے آ ایسا نہ ہو وہ روئے اور اس کا صبر مجھ پر پڑ جائے۔ اے بھائی! میرا بھی ایک معصوم بھائی بابا کے ہمراہ ہے اس کی تصویر میرے آنکھوں کے سامنے پھر گئی پہلے اپنے بچہ کو دودھ دے آ۔ خدا تیری مامتا ٹھنڈی رکھے تیرے بچہ کی ہزاری عمر ہو اور سب بچوں کے طفیل میں میرا بھائی بھی جئے۔ میں نے ہر چند کہا مگر وہ نہ مانی اور میں بچہ کا دودھ دیتے ہی کوفہ روانہ ہوا پرسوں صبح کو جب میں کوفہ پہنچا ہوں تو معلوم ہوا کہ آپ کربلا میں تشریف فرما ہیں خدارا بتائیے کیا حالت ہے اور یہ کیسی کیفیت گذر رہی ہے۔

امام حسینؑ نے قاصد کی طرف دیکھکر ہاتھ بڑھایا خط لیا اور کہا:۔

پیارے بھائی تو میری بچی کا خط لیکر آیا ہے تیرا شکریہ نہیں ادا کر سکتا جس بچی کا تو پیامبر ہے وہ میری بیمار بیٹی صغرا ہے اور میں اس وقت جس حال میں ہوں خدا میرے جانی دشمن یزید ابن زیاد اور عمرو سعد کو بھی اس سے محفوظ رکھے تجھے معلوم ہوگا کہ میں نے اس باپ کی گود میں پرورش پائی ہے اور میں اس ماں کے دودھ سے پلا ہوں جنھوں نے مہمانوں کے واسطے خود فاقے کئے مگر اس وقت اس قابل بھی نہیں کہ صغرا کے مہمان کو دو گھونٹ پانی بھی پلا دوں بھائی! آج تیسرا دن ہے کہ آل رسول پر یزید اور ابن زیاد کے ظلم سے عمرو سعد نے دانا پانی بند کر رکھا ہے میرا تمام خاندان بھوک و پیاس سے تڑپ تڑپ کر میدان جنگ میں ختم ہو چکا صبح سے اب تک سب کا صفایا ہو گیا جس اصغر کا تو ذکر کر رہا ہے اور جس کی یاد میں بیمار صغرا

نے تجھکو دودھ کے واسطے بھیجا وہ دودھ تو درکنار پانی کے چند قطروں کو تڑپتے ہوئے زمین کے نیچے پہنچ گیا میری بہن کے دونوں بچے عون و محمدؑ قبروں میں اس معصوم کو لوریاں دے رہے ہیں جن ہاتھوں میں یہ خط لیا ہے یہ اکبرؑ جیسے شیر اور قاسمؑ جیسے پیارے خاک میں لٹا چکے میرے بھائی میری بچی کے اور میرے سچے محسن قیامت کے روز تیری دعوت کر دوں گا اور جس طرح تو نے عہد کیا ہے میں بھی میدان کربلا میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک حوض کوثر سے تجھ کو سیراب نہ کروں گا مجھ کو ایک گھونٹ بھی حرام ہے۔

قاصد قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ اجازت دیجئے کہ عمرو سعد ملعون کے مقابلہ میں جا کر نثار ہوں امام حسینؑ نے اس کا شکریہ ادا کیا مگر جب اصرار زیادہ بڑھا تو فرمایا تیری خدمت یہی ہے جو تو نے انجام دی اب اس کا جواب بھی بیمار بچی کو پہنچا دے ذرا میں اسکو پڑھ لوں اور عورتوں کو سنا دوں یہ کہکر امام حسینؑ خیمہ میں تشریف لائے اور خط پڑھنا شروع کیا۔

بابا ! ایک مہینہ ایک سال ہو گیا۔ راتیں آنکھوں میں کٹتی ہیں اور دن دروازہ میں ختم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا تو اچھی ہو جائے گی بلوا لوں گا۔ بابا اب میں بالکل اچھی ہوں بخار کو آرام اور کھانسی کو بھی آپ کے پاس اللہ رکھے سب بچے موجود ہیں ان کو دیکھکر دل بہلاتے ہونگے مجھ بیمار کو کیوں یاد کرنے لگے ایسے بھولے کہ خیر صلاح تک نہ بھیجی اچھے میرے ابا جان میرا قصور معاف کر دیجئے میں آپ کے چلتے وقت روئی نہیں تھی جو آپ خفا ہو گئے ہیں تو اوڑھنی سے یونہی منہ پوچھ رہی تھی میرے ابا مجھے جلدی سے اپنے پاس بلوائیے دیکھئے تو سہی مجھپر کیا گذری ہے۔ اصغرؑ بھیا کی یاد میں گھنٹوں مچھلی کی طرح تڑپتی ہوں اب تو ماشاء اللہ اور بھی زیادہ گھٹنوں چلتے ہوں گے ہائے کس طرح کہوں کلیجہ منہ کو آرہا ہے بھیا کو دیکھے کتنے دن ہو گئے نام لیکر کس طرح ہمکتے تھے ارے میرا بھائی الٰہی ہزاری عمر ہو، اکبر بھیا بھی مجھکو بھول گئے ہیں تو سب کی کنیز ہوں پھوپی جان سے یہ امید نہ تھی کہ اپنی لونڈی کو اس طرح بھول جائیں گی اور پلٹ کر خبر تک نہ لیں گی میں یہ تو نہیں کہتی کہ وہ مجھے بھائی کی اولاد سمجھیں اور بھتیجی کہیں مجھے اپنے بھائی کی ماما ہی سمجھ لیں میں وعدہ کرتی ہوں کہ خدمت کروں گی لونڈی باندی کو عذر ہوگا اور مجھے عذر نہ ہوگا رات بھر آپ کے پاؤں دباؤں گی اماں بیوی کا سر دہلاؤں گی۔ پھوپی جان کا اور ان کے بچوں کا کھانا پکاؤں گی اکبر بھائی کے کپڑے سیوں گی۔ اصغرؑ بھیا کو ساتھ سلاؤں گی لوری دوں گی منہ ہاتھ دہلاؤں گی ننھا سا دلہا بناؤں گی، بابا جان آپ کو مجھ پر رحم نہیں آیا۔ میں نے

سنا ہے دادی جان ایسی نرم دل تھیں کہ چکی پیس پیس کر اللہ کے نام دیتی تھیں۔ بابا جان آپ اللہ کے نام مجھے اپنے پاس بلا لیجئے ارے رے مجھے سب ہی بھول گئے اماں بیوی پھوپی جان اکبر بھیا کسی کو بھی میرا دھیان نہ رہا۔ بابا! رہ رہ کر کلیجہ میں ہوک اٹھتی ہے آنکھیں سب کی صورتوں کو پھڑک رہی ہیں میں نے اپنے اصغرؑ کے واسطے ایک شلوکا تیار کیا ہے انشاءاللہ اپنے ہاتھ سے پہناؤنگی پھوپی جان اپنے بچوں میں ایسی لگیں کہ اتنا بھی خیال نہ رہا کہ جلدی بلانے کا وعدہ کر آئی ہوں جلدی ہی جلدی میں اتنے دن تو ہو گئے اب خبر نہیں کہ وہ جلدی کب پوری ہو گی‘‘

رو رو کر اور ہچکیاں لے لیکر امام حسینؑ نے بیمار صغراؑ کا خط ختم کیا اور باہر نکل کر قاصد سے فرمایا۔ احسان ہو گا اگر میرا یہ پیغام میری بچی تک پہنچا دو گے کہ جب موت سر پر کھیل رہی تھی جب زندگی کا حقیقی مقصد مکمل ہو رہا تھا جب دلی خواہش کے پورا ہونے کا وقت آ چکا تھا جب حسینؑ میدان کربلا میں نانا کی امت کو صبر و استقلال کے معنے بتا رہا تھا۔ جب حسینؑ کی آنکھیں زینبؑ کو بن بچوں کا دیکھ چکی تھیں جب حسنؑ کی نشانی حسینؑ کی بدولت اس کے سامنے دنیا سے مٹ چکی تھی، جب حسینؑ کے ہاتھ اصغرؑ و اکبرؑ کو قبروں میں دبا چکے تھے، جب عباسؑ حسینؑ کی کمر توڑ چکا تھا جب ماں اور باپ کی صدائے تحسین اور بھائی کے مرحبا کے نعرے اس کے کانوں میں گونج رہے تھے جب نانا کی مقدس آواز اس کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی اور جس وقت اس کے اپنے بھائی اور بہن کے بچے کلمہ توحید پر قربان ہو چکے تھے اور جب ایک بیمار بچی کے سوا جو اس سے کوسوں دور اس کی یاد میں تڑپ رہی تھی اس کے مردہ بچے اس کی آنکھ کے سامنے تھے اس وقت اس کو صرف ایک ارمان تھا اور وہ یہ کہ زندگی کے ان آخری لمحوں میں وہ دنیا سے رخصت ہونے سے قبل، اپنی اس بچی کی صورت دیکھ لے جس کی یاد میں نیند اچٹتی تھی اور جس کے خیال سے دل روتا تھا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس ساعت آخر میں وہ خواہش بھی پوری ہوئی اور صغرا کا خط پہنچ گیا۔ میرے پیارے بھائی میں موجود نہ ہوں گا مگر صغرا کے سامنے شہادت دیجیو کہ شہادت سے قبل حسینؑ نے تیرے خط کو آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیا بھائی جو دیکھ رہا ہے وہ کہہ دیجیو جو سنا ہے وہ سنا دیجیو اور کہیو تجھ کو خدا کے سپرد کیا وہی تیرا حافظ و نگہبان ہے جن کو یاد کر رہی ہے وہ سب خدا کے ہاں پہنچ گئے ماں اور پھوپی اگر زندہ رہیں تو خدا جانے کیسی کیسی تحقیر و تذلیل کے بعد تجھ تک پہنچیں گی باپ کی یاد اگر زیادہ ستائے صبر سے کام لیجیو بھائی اب تو میرے سامنے سے رخصت ہو جا ایسا نہ ہو دشمن تیرا بھی خاتمہ کر دیں اور میرا پیام میری بچی تک نہ پہنچے۔

(ماخوذ)

سلام

از جناب سید سبط حسن الحسینی خوشتر جونپوری

نہ تو مرحب ہی رہا اور نہ عنتر باقی — رہ گیا تذکرۂ فاتحِ خیبر باقی

مٹ گئے نامِ محمدؐ کے مٹانے والے — آج تک کرب و بلا میں ہیں بہتّر باقی

ذکرِ مظلوم ہر اک فرد بشر کرتا ہے — قتل ہو کر بھی رہے سبطِ پیمبرؐ باقی

مٹ نہیں سکتا زمانہ کے مٹانے سے کبھی — حشر تک یوں ہی رہیگا غمِ سرورؑ باقی

نہ رہا شام میں کوئی نہ رہا کوفہ میں — ہے مگر ذکرِ جہادِ علی اکبرؑ باقی

ہوگیا منقطع النسل عدوِ نبوی — شان میں اسکی رہیگا ھو الابتر باقی

ق

کھینچ کے تیغ یہ کہتے تھے علمدارِ جری — دیکھ لو ہے مری شمشیر میں جوہر باقی

پانی مشکیزہ میں بھر لینے دو بہرِ اطفال — ورنہ پھر شمر رہیگا نہ یہ لشکر باقی

ق

نہر سے ابنِ علیؑ کو کوئی سرکا نہ سکا — اب بھی ہے قبضۂ عباسؑ دلاور باقی

کام جب آچکے سب یاور و انصارِ حسینؑ — رہ گئے یکہ و تنہا شہِ صفدر باقی

کہہ کے رخصت ہوئے شبیرؑ یہ بیمار سے آہ — اب نہ اکبرؑ ہی رہے اور نہ اصغرؑ باقی

کربلا میں تو ہوئی قتل سب اولادِ رسولؐ — اک فقط رہ گئے تھے عابدِ مضطر باقی

سحر و شام شفق دیکھو لہو کے ہم رنگ — خونِ اصغرؑ کا اثر ہے یہ فلک پر باقی

ق

کس طرح بھائی کے لاشہ کو بہن پہچانے — کہ نہیں جسم پہ اب فرقِ مطہرؑ باقی

ہائے پامال نہ کی ہوتی شہیدوں کی لاش — کاش رہنے دیا ہوتا تنِ بے سر باقی

ہم مسلمانوں کے ہیں خانۂ دل بیتِ حزن — گر مدینہ میں نہیں فاطمہؑ کا گھر باقی

جب کہ یہ سُن لیا خوشتر نے کہ پیاسے تھے حسینؑ — تشنگی اب نہیں اے ساقیٔ کوثر باقی

رونقِ بزمِ حیات

(۲)

جنابہ محمودہ اختر صاحبہ

السلام اے مجمع والاصفات
السلام اے رونقِ بزمِ حیات

اے شہیدِ کربلا، اے فاتحِ ملکِ جفا
اے ذبیحِ نینوا اے رہبرِ صدق و صفا

اے شفیعِ امتِ محبوبِ ربّ العالمین
اے حسینؑ، فرزندِ دلبندِ امام المشرقین

اے سراپا نورِ حق، اے سیدِ عالی وقار
اے مجسّم صبر، ابن المرتضیٰ، والاتبار

اے فدائے حق پرستی، اے شہِ عالی ہمم
جادۂ حق سے ہٹے تھے، کب بھلا تیرے قدم

اے حسینؑ، اے زورِ بازوئے علیؑ
صاحبِ صبر و رضا، اے پیکرِ نورِ نبیؐ

اے عظیم المرتبت، اے صاحبِ عزم و ثبات
تو نے واضح کر دیا، جو تھا نہاں رازِ حیات

تیری عظمت نے شہادت کو دیا کچھ اور شان
تیرے باعث ہے شہادت ایک عظمت کا نشان

مخزنِ حلم و وفا، اے منبعِ لطف و کرم
حق کی خاطر تیری گردن پر چلی تیغِ ستم

کام وہ تو نے کیا اے مجمع والاصفات
نام تیرا بن گیا ہے "رونقِ بزمِ حیات"

کب زیارت ہو میسر جاؤں کب میں کربلا
اب تو محمودہ یہی دن رات ہے میری دعا

کوہِ قائم

اس کوہ مقدس کو (جو بلدہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے) ایک چھوٹی ناہموار پہاڑی پر شریعتمدار سلطان الواعظین مولانا مولوی عباس علی شریف صاحب قبلہ مرحوم و مغفور نے لواء مبارک (نشان) نصب فرما کر قائم آل نبیؑ کے نام نامی سے منسوب فرمایا اس واجب الاحترام وادی پر ہر جمعہ اول کو بوقت عصر مجلس عزا برپا ہوتی ہے اور بعد مجلس حضار کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ ۱۴ر شعبان المعظم کو بوقت عصر لواء مبارک نصب اور اس رات اعمال بجالائے جاتے ہیں۔ ۱۵ر شعبان المعظم کو بوقت عصر جشن میلاد صاحب العصر و الزمانؑ منعقد ہوتا ہے بلدہ کے نامی گرامی شعراء بارگاہ مقدس میں بحضور حضرت صاحبؑ قصائد خوانی سے مجلس میلاد کو رشک فردوس بنا دیتے ہیں۔ سامعین کے نعرۂ صلوات سے تمامی کوہ مقدس معطر ہو جاتا ہے ۲۹ر ذی الحجۃ الحرام کو بوقت مغرب سیاہ لواء نصب اور عاشور خانہ استاد کیا جاتا ہے زائرین ہر موقع پر کافی تعداد میں جمع ہوتے ہیں اس کوہ کے بانی و متولی عالم متبحر فاضل جلیل شریعت مدار اشرف الواعظین مولانا مولوی عباس علی شریف صاحب قبلہ طاب ثراہ تھے جن کا انتقال بتاریخ ۱۰ر رجب المرجب ۱۳۵۳ھ روز شنبہ بوقت پنج ساعت شام بعمر (۶۱) سالگی ہوا۔ خدا مرحوم کو غریق رحمت کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

اس وقت کوہ مقدس کے منتظمین جناب مولوی میر جوہر علی شریف صاحب اور جناب مولوی قیصر علی شریف صاحب اور جناب مولوی صفدر علی شریف صاحب بی۔ ٹی اور جناب سکندر علی شریف صاحب مرحوم قبلہ و کعبہ کی یادگار ہیں اول الذکر سب سے بڑے فرزند ہیں۔

جناب مولوی سید عباس حسین صاحب معصوم بھی جو مرحوم کے بڑے داماد ہیں کوہ مبارک کے انتظام میں خاص حصہ لیتے ہیں۔ ہر جمعہ اول کو زائرین کثیر تعداد میں اس کوہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے ہیں۔ اس وادی مقدس سے ابتک متعدد معجزات ظہور میں آئے ہیں از آنجملہ اس کوہ اقدس پر ایک چشمہ ہے اس چشمہ کا پانی اگر کسی دائم المرض کو پلایا جائے تو خدا کے فضل سے فوری شفا پائے اس کوہ مقدس کی خاص بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ یہاں دیگر مقدس مقامات کے پہاڑی پر جوتا پہنے چڑہنا سخت منع ہے جس کی خاص طور پر نگرانی کیجاتی ہے۔ کمان اول ہی پہ پا برہنہ ہو جانا پڑتا ہے واقعاً یہ انتظام جو متعلق بہ احترام کوہ مقدس سے نہایت اچھی ہے خداوند عالم ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم دوسرے مقامات مقدسہ کا بھی احترام اسیطرح کریں

صمصام شیرازی

علی

مظہرِ شانِ محمدؐ مصطفےٰ
ہیں حقیقت میں علیِ مرتضےٰ

(ع) کو جب (ی) کی اوپر لکھدیا
لام مٹ کر دال کیصورت بنا

کوئی بتلادے کہ کسکی شان میں
لحمک لحمی کہا اور دمک دمی کہا

سننے والوں پر یہ فرض عین ہے
دونوں ناموں پر کہیں صل علےٰ

تجکو نسبت ہی جو دل سی صابریؔ
آج دونوں نام کا عقدہ کھلا

از حکیم مرزا بشیر احمد صاحب صابری

سلام

شفیعِ امتِ خیرالوریٰ ولیِّ خدا — قتیلِ تیغِ جفا، یا حسینؑ ابنِ علیؑ

شبیہِ سرورِ کونینؐ، آں علیؑ اکبر — بسوئے خلد رواں شد، بہ حالِ تشنہ لبی

ہزار جان بفدایت کہ یومِ عاشورا — فدائے امتِ جد، جانِ خود شہا کردی

بجائے آب کند حلق تر ز قطرۂ خوں — علیؑ اصغرِ شش ماہ، آہ تشنہ لبی

شہید شد، و نہ شد منحرف ز صدق و صفا — فدا شوم بہ دل و جاں بر آلِ مصطفویؐ

برائے بخششِ ما، نورِ دیدۂ زہراؑ — شہید گشت، و بشد از برائے ما سببی

برار حاجتِ اختر قریشیِ مضطر

برائے شاہِ شہیدانِ کربلا، ربّی

اختر

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ذکی صاحب کا ابتدائی خیال (تاریخی حالات کی ترتیب) پورا نہ ہو سکا جس کی وجہ کتاب "غیر تاریخی" رہ گئی، اور عبارت جا بجا افسانوی صورت میں ظاہر ہوئی ہے، صاحب تالیف کو افسوس ہے کہ "تاریخی حالات کی ترتیب" کے خیال کو "ارادت" میں تبدیل کرنا پڑا، حالانکہ ہر صفحہ پر مستند کتب کے حوالے اور مآخذات اس کتاب کے بعض اجزاء کو تاریخی حیثیت دیتے ہیں، اب رہ گیا حصہ "ارادت" تو وہ ناول یا افسانہ کی زبان لیا ہوا ہے، جو "شہادت نامہ" کے لئے کسی طرح موزوں نہیں۔

باب اول کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے:۔

"ابن ملجم کی زہر آلود تلوار سے مسجد کوفہ میں متضرر ہو کر حضرت سیدنا علی علیہ السلام نے بتاریخ ۲۰ رمضان المبارک ۴۰ھ کوفہ میں انتقال کیا۔"

معلوم ہوتا ہے کہ اس حسنِ ارادت سے متاثر ہو کر جس کا ذکر قبل ازیں آیا ہے، ذکی صاحب حضرت امیر علیہ السلام کی شہادت کو شہادت تسلیم نہیں کرتے کیونکہ "انتقال" کا لفظ مؤلف کے اس عقیدہ پر دلالت کر رہا ہے۔

فاضل مؤلف کی عبارت بھی کچھ کم "دلچسپ" نہیں، بعض نمونے ملاحظہ ہوں:۔

"امیر شام نے یہ چال چلی کہ لشکر شام میں حضرت امام حسنؑ کے سردار کے قتل کی جھوٹی افواہ اور غداری پھیلا دی۔"

غدر پھیلا تو کہتے سنا ہے، مگر غداری کا پھیلانا سننے میں نہیں آیا، ممکن ہے یہ نئی ایجاد اور ادبی غداری ہو۔

حضرت امامؑ عالی مقام سے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

"نویں محرم کو عصر کے وقت آپ تلوار کے بل گھٹنوں پر سر ٹیکے ہوئے بیٹھے تھے۔"

"تلوار کے بل گھٹنوں پر سر ٹیک کر" بیٹھنا ایک نئی روایت ہے، جس کے راوی واقدیٔ ثانی جناب ذکی ہیں۔

اب ذرا اس رنگینی کو ملاحظہ کیجئے:۔

"ریگستانِ عرب کے تپتے ہوئے صحرا میں وجہِ حیات یعنی پانی کا سراب ہو جانا ایک دردخیز سانحہ ہے۔"

پانی کا سراب ہو جانا کس قدر ابوالکلامانہ ترکیب ہے؟ اسی سلسلہ میں آگے چل کر لکھتے ہیں۔۔۔ "مثل مشہور ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے اس ایجاد کی ماں نے کنوئیں کھدوانے کی صلاح دی۔" دیکھئے اس مثل کو کس عمدگی سے میدان کربلا کے تذکرہ میں استعمال کیا ہے؟ تاریخ سے بیگانہ یہی خیال کریگا کہ وہاں "ایجاد" نامی کوئی شخصیت تھی، جس کی والدہ محترمہ نے "کنوئیں کھدوانے کی صلاح دی۔" کیوں ہے نا یہ بھی ایک ادبی ایجاد؟

امام مظلومؑ کی وہ تقریر بھی نقل کی گئی ہے جو آپ نے شقی القلب یزیدیوں کے سامنے کہا تھا، اس میں ایک جملہ یہ بھی آگیا ہے:۔

"کیا میں ان کے ولی اور ابنِ عم کا فرزند نہیں ہوں"؟

اب لفظ ولی پر ایک نوٹ دیا گیا ہے کہ "جو حضرات جناب امیر علیہ السّلام کو وصی مانتے ہیں وہ یہاں ولی کی بجائے وصی پڑھیں" حضرات قارئین کی طرف سے اِس اجازت کے لئے ہم جناب ذکی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

جنگ کی تیاری کے سلسلہ میں بصد تحقیق یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"اس کے بعد آپ نے عربی پوشاک زیبِ تن فرمائی اور عمامۂ نبوی سر پہ باندھا" غالباً ذکی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ جنگ سے پہلے امام پاک عجمی لباس میں تھے اور جنگ کے وقت عربی لباس زیب بدن فرمایا گیا۔ یہ کیا اسی طرح کی بہت سی بدحواسیوں سے کتاب پُر کی گئی ہے۔

اتفاق سے ذکی صاحب شاعر بھی واقع ہوئے ہیں، اس لئے موقعہ بے موقعہ بکمال انکسار آپ نے داد شاعری بھی دی ہے۔ اور ایک حزنیہ و المیہ تذکرہ کو اشعار کی شرکت سے "قابل دید اور دلچسپ مرقع" بنایا ہے۔ اس کے چند ایک نمونے بھی ملاحظہ ہوں:۔

سیدنا امام حسنؑ کی زہر خورانی کا ذکر کرتے ہوئے کہ یزید ملعون کی سازش سے جعدہ نے آپ کو زہر دیا اور آپ کو تکلیف ہونے لگی، فوراً آپ رسول کریمؐ کی مزار مبارک پر پہونچے۔ اس جگہ شعر کی شدید ضرورت غالباً محسوس ہوئی۔ اس لئے امجد کا یہ شعر لکھ دیا ؎

کس چیز کی کمی ہے مولیٰ تری گلی میں — دنیا تری گلی میں، عقبیٰ تری گلی میں

حضرت مسلم کے ایک بڑھیا کے گھر میں پناہ لینے کا واقعہ نقل کرتے ہوئے گلفشانی فرماتے ہیں کہ "اُس بڑھیا نے آپ کو کھلایا پلایا اور خلوص دل سے خدمت بجا لائی اور مارے خوشی کے پھولے نہ سماتی تھی" یہاں بھی ایک شعر بطور الہام کے شاید نازل ہوا جو فوراً چسپاں کر دیا گیا ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں۔

استعمال کی موزونیت ملاحظہ ہو، یعنی بغیر اس شعر کے آپ کا ذہن ناقص اس بڑھیا کی خوشی اور مسرت کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔

اور سنئے ——— "حارث معصومین مسلم کو ڈھونڈھ کر تھک جاتا ہے۔ اور جب گھر آکر

دونوں ننھے شہزادوں کو اپنے ہی گھر میں پاتا ہے تو اُس کی حیرت کی انتہا نہیں رہتی، ذکی صاحب بھی یہاں مجسمۂ حیرت بن گئے جس کا ثبوت یہ کہ بجائے کسی شعر کو ٹھونسنے کے مصرعہ ذیل پر قلم رک گیا تھا

"یار درخانہ و من گردِ جہاں می گردم"

دیکھئے یتیم و بیکس شہزادوں کو پاکر حارث کے منہ سے اس مصرعہ کا ادا کرنا کس قدر کمال کا ہے، اسی حیرت کے سلسلے میں عمر بن سعد کے متعلق بھی ذکی صاحب حیرت کا اظہار فرماتے ہیں کہ "ایک صحابی کا بیٹا ایسا ناخلف کس طرح پیدا ہوا" یہاں بھی ایک شعر نہیں مصرعہ ضروری تھا جو عرض کیا ہے

"سلف اُن کے وہ تھے، خلف اُن کے یہ ہیں"

غالباً فاضل مؤلف کو یہ یاد نہیں رہا کہ معاویہ بھی صحابی ہی تھے، اور حسینؑ مظلوم کے ہونے والے قاتل پر رسول اکرمؐ کے ساتھ وہ بھی لعنت بھیجتے تھے، اور کیا آپ ابولہب کو خانوادۂ نبوت سے علیٰحدہ سمجھ رکھے ہیں۔؟

میدان امتحان میں خیمۂ اہل بیت اطہار کے اطراف خندق کھدوا کر اُس میں آگ جلائی جانا اور اس آگ کو دیکھکر یزیدی فوج کے ایک سپاہی مالک بن حوزہ کا استہزا کرنا اور آگ میں گرنا نقل کر کے جلدی سے ایک شعر بھی لکھتے ہیں ؎

ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت
دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست

ہم شبیہہ پیغمبر حضرت علیؑ اکبر کی شہادت کا خون رُلانے والا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:۔

"آپ کی والدہ حضرت ام لیلیٰ کا دل مسلسل صدمات کے داغوں سے لالہ زار بنا ہوا تھا"

اور لیجئے ایک شعر بھی آموجود ہوا ؎

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجراں کا
طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریباں کا

صدمات کے داغوں سے لالہ زار والی انوکھی ترکیب پر یہ شعر کتنا بھونڈا معلوم ہو رہا ہے۔ بہرحال پوری کتاب سوائے اُن ماخذات کے جو تاریخی ہیں (اور ذکی صاحب کی ذکاوت کی رنگ آمیزی سے بچ رہے ہیں) یقیناً قابل دید اور دلچسپ" ہے

آخر میں "آراء علمائے کرام" کے تحت ہز اکسلنسی سر مہاراجہ بہادر نواب اختر یار جنگ بہادر

قبلہ وکعبہ مولوی سید علی نقی صاحب، قبلہ وکعبہ مولوی سید بندہ حسن صاحب، سید شاہ محمد صاحب شطاری قبلہ مرزا بہادر علی صاحب، جناب امجد اور عبدالمجید صاحب صدیقی ایم۔ اے کی رائیں درج ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ متذکرہ محترم حضرات نے بغیر کتاب ملاحظہ فرمائے یا چند اوراق اچٹتی نظر سے دیکھکر ایسی بیش قرار رائے کا اظہار فرمایا ہے۔

قابل مؤلف عثمانیہ کے گرایجویٹ ہیں اور شاید بعض چھوٹے چھوٹے رسایل کے مصنف بھی مگر افسوس کہ ان کا یہ تازہ شاہکار کسی صف میں جگہ پانے کے قابل ہماری رائے میں ہرگز نہیں ہے۔

ماہنامہ مسلمہ جالندھر شہر

مدیرہ حمیرا خاتون صاحبہ زیر نگرانی انجمن اشاعت اسلام جالندھر۔ کتابت طباعت عمدہ، کراؤن سائز ۲۳ صفحات

چندہ سالانہ ایک روپیہ — فی پرچہ ۲ر

ہم مسرور ہیں کہ آج کل ہندی نسوانی دنیا خواب غفلت سے چونک رہی ہے۔ غیر مسلم خواتین کی بیداری نے مسلم خواتین کو اب آمادۂ عمل بنایا ہے، عورتوں کی تعلیم جو کبھی گناہ قرار پاتی تھی آج ضروری سمجھی جارہی ہے، ادنیٰ و اعلیٰ ہر گھر میں تعلیم کا چرچا ہے۔ مگر آہ وہی تعلیم جو "چراغ خانہ" کو "شمع انجمن" بنارہی ہے۔ ہم ایسے علم کے سیکھنے سے جاہل رہنا بہتر سمجھتے ہیں، مغربی معاشرت کی اندھی تقلید مغربی طرز کی بیہودہ گرویدگی کا خمیازہ اب نہ سہی آئندہ نسل کو ضرور بھگتنا پڑیگا۔ ہندی مسلمان عورت کو بے پر کی اُڑانے سے یہ بہتر ہے کہ پہلے مذہبی اور پھر علوم خانہ داری کی تعلیم دی جائے۔ مذہب اس کا ایمان ہو اور گھر کی چار دیواری اس کی دنیا۔

رسالہ زیر بحث بھی اسی ایقان کا حامل اور ان ہی خیالات کو ترویج دے رہا ہے۔ یہ دیکھکر ہمیں خوشی حاصل ہو رہی ہے کہ اب ہماری بہنوں میں بعض ایسی بھی نکل آئی ہیں جو مغربی طرز و معاشرت کی بُرائیوں کا گہرا مطالعہ کر چکی ہیں، اس سرایت کئے ہوئے زہر کے دفیعہ کا واحد علاج ایسے لٹریچر کی فراہمی ہے جو بگڑی ہوئی ذہنیتوں کو سنوارے، خدا کا شکر ہے کہ اردو کے دس بیس نسائی رسالے جیسے مسلمہ، عصمت، حریم، خاتون، سہیلی، نورجہاں وغیرہ اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

مسلمہ کا مطالعہ مسلم لڑکیوں کے لئے بیحد ضروری ہے، اس کے ابتک کئی نمبر نکل چکے ہیں۔ ابتداء سے زیر مطالعہ رکھنے کے بعد ہم اس کے ادارہ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ وہ اپنے مقصد میں برابر کامیابی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ اتنا نفیس پرچہ سالانہ صرف

ایک روپیہ کے معاوضہ پر کیسے چل رہا ہے ؟ یہ یقیناً مدیرۂ محترمہ اور اُن کے معاونین کی نیک نیتی اور اخلاص کا نتیجہ ہے۔

ماہوار رسالہ انتخاب لکھنؤ } زیر ادارت جناب نقش سلطانپوری۔
کتابت طباعت اوسط، کراؤن سائز ۴۸ صفحات
چندہ سالانہ ۳ روپیہ۔ فی پرچہ ۴؍
مقام اشاعت :۔ صدیق بک ڈپو لکھنؤ۔

صدیق بک ڈپو علمی و ادبی حلقہ میں کافی روشناس ہے، اس کی علمی خدمت خود اس کی شہرت کی ضامن بن گئی ہے۔ زیر نظر رسالہ اسی کتبخانہ کا ایک "انتخابی" آرگن ہے، یوں تو ہندوستان میں آئے دن نئے نئے رسائل منصۂ شہود پر آرہے ہیں۔ مگر یہ ایک جدت کا پہلو لئے ہوئے ہے، یعنی اس کے مضامین کا بیشتر حصہ محض انتخابی ہوتا ہے۔ ہم ادارہ کو اس وقت مبارکباد دیتے جب وہ مضامین کے انتخاب میں کچھ دلچسپی سے کام لیتا۔ اب تک انتخاب کے تین نمبر ہماری نظر سے گذرے ہیں، جس کے اداریہ کے اوپر یہ شعر درج رہا ہے ؎

باغ جہاں میں جو گل معنی کھلا کہیں
دامن میں رکھ لیا نگہ انتخاب نے

مگر انتخاب کی نگاہ مضامین کے انتخاب میں جیسی کچھ تنگ رہی اس کا ہمیں افسوس ہے، اگر فاضل مدیر ذرا کاوش سے کام لیں تو انتخاب کا دامن "با معنی" گلوں سے یقینی بھر سکتا ہے یہ نہیں کہ رسالۂ زیر بحث اب تک کوئی گل بیش نہیں کیا، کیا ضرور ہے۔ لیکن کانٹوں کی کثرت نے گل کے جویا کو دور سے ہی کھٹکا دیا۔ دامن انتخاب میں اگر گل ہی گل ہوں تو انشاء اللہ یہ بہت جلد مہک اُٹھے گا۔ جس کے لئے ہم دعا کرتے ہیں۔

حیدری جنتری سنہ ۱۳۵۲ھ } مرتبہ شیخ ابو القاسم صاحب مالک مطبع و کتبخانہ حیدری چھتہ بازار حیدرآباد
لکھائی چھپائی بہتر، رائل سائز، ۱۸۰ صفحات (مصور)
قیمت چکنا کاغذ ۱۲؍ کھرا ۸؍

سالہائے گذشتہ کی طرح اس سال بھی مطبع حیدری سے ایک عظیم الشان جنتری شائع ہوئی ہے۔

جس میں تاریخ اور جنتری کے علاوہ مشہور واقعات دعائیں اوقات طلوع وغروب درجات شمس وقمر اور سبعہ اجساد اربعہ عناصر قواعد ٹپہ اور شرح پارسل کرایہ ریل، انبیا کرام اور ازواج مطہرات وغیرہ کے حالات اور سنہ ولادت ووفات اور شاہان قدیم کے جداول ایران جدید کے حالات علمی اسلامی اور تاریخی واقعات، شاہ فیصل کے حالات زندگی اور دنیا بھر کی کارآمد باتیں نواب کمال یار جنگ بہادر کی سوانح حیات اور مولوی مرزا بہادر علی صاحب کے حالات وغیرہ بہترین چیزیں اس جنتری میں فراہم کی گئی ہیں۔ اس جنتری کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ امید ہے کہ شائقین جنتری کو خرید کر عنداللہ ماجور ہونگے۔ کئی ایک قیمتی تصاویر سے اس کی زینت بڑھائی گئی ہے، بعض تصاویر کے ساتھ ملک کے نوجوان شاعر سید عباس حسین صاحب صمصام کے تاریخی قطعات بھی درج ہیں جو قابل ذکر ہیں۔ صمصام صاحب کے اہتمام نے جنتری کو مرصع کر دیا ہے۔

باز کے سو شعر } انتخاب کلام میر تراب علی خاں صاحب باز
کتابت طباعت عمدہ، جیبی تقطیع، ۳۲ صفحات قیمت ۲ر

ملنے کا پتہ :۔ کاشانۂ باز بازار گھانسی حیدرآباد دکن۔

حضرت مولنا کیفی کے شاگرد رشید میر تراب علی خاں صاحب باز ایک کہنہ مشق اور جوان عمر شاعر ہیں آپ کا تخیل بلند، زبان صاف روزمرہ حد درجہ لطیف ہے۔ زیر نظر مجموعہ۔ آپ کے ایک سو شعر کا انتخاب ہے۔ جو مختصر حالات اور تصویر کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ جیبی تقطیع کے (۳۲) صفحات پر عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ اس کی اشاعت ہوئی ہے۔

ماہوار زمانہ کانپور } مرتب :۔ پنڈت دیانارائن نگم بی۔ اے (ال ساز) کتابت طباعت عمدہ ۴۶ صفحات (مصور)
قیمت سالانہ پانچ روپیہ (کلدار) فی پرچہ ۸ر

زمانہ کے ادارہ کی خواہش ہے کہ ہم زمانہ سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کریں، مگر حیران ہیں کہ کیا لکھیں، جو چیز سراپا حسن وخوبی کا مجموعہ ہو بھلا اس میں قبیح کی تلاش کیا "جستجوئے گرد احمر" کے مرادف نہیں ہے؟ بھلی چیز کو بھلی کہنا آسان ہے مگر بھلائیوں کی تفصیل گنوانا ذرا مشکل ہے کیونکہ گنوانے والا الجھن میں پھنس جاتا ہے کہ کس خوبی کو پہلے گنوائے، یہی حال ہمارا ابھی ہے۔ زمانہ کا ہر صفحہ ایک ایک خوبی کا حامل ہوتا ہے، بحیثیت مجموعی اگر یہ کہدیں کہ یہ ایک خوب اور بہت ہی خوب رسالہ ہے تو اگرچہ اس کی پوری تعریف نہیں ہوتی لیکن ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ زمانہ کی مقبولیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ برابر پابندی سے بتیس سال سے علم و ادب کی خدمت کر رہا ہے، زمانہ کی ناقدری کے باوجود کسی اردو رسالے کی اتنی طویل عمر ایک عجوبہ سے کم نہیں۔ زمانہ اپنے ہمعصروں میں بلند پایہ مضامین اور تنوع کے لحاظ سے ہمیشہ پیش پیش رہا، ہماری بہترین تمنائیں اس کے ساتھ ہیں اور ہم معزز وموقر ہمعصر کو کامیابی کی انتہائی بلندیوں پر پہنچنے کے متمنی ہیں ـــــــــ "وا"

تاریخ طبع محرم نمبر سفینۂ نسواں

نتیجۂ فکر حکیم میر نادر علی صاحب رعدؔ

اس سے حاصل نجات نسواں کی
ہے یہ ساحل سفینۂ نسواں کی
سال نمبر کی رعدؔ نے تاریخ
نوح وا فضل سفینۂ نسواں
١٣٥٢

(ایضاً)

ماہنامہ کا سال نامہ ہے
جوہر و بہشت سفینۂ نسواں
رعدؔ ہے بے حساب تاریخ یہ
خاص نمبر سفینۂ نسواں
١٣٥٢

(ایضاً)

شد چو فایق خزینۂ نسواں —— ہست تقویٰ سفینۂ نسواں
١٣٤٣ف —— ١٣٥٣ھ

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس چار مینار حیدرآباد دکن

دی میسور اسلامیہ اگربتی اینڈ پرفیومری ورکس جامع مسجد

سکندر آباد دکن

ہمارا کارخانہ ایک زمانے سے نہایت نیک نامی کے ساتھ چل رہا ہے۔ عام خریداروں اور بیوپاریوں کے علاوہ اکثر والیان ریاست اور راجہ مہاراجہ نے ہماری تیاری کی ہوئی اگربتیوں کی تعریف فرماکر تمغہ جات و مڈل سرفراز فرمائے ہیں حال میں ہز اکسلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی نے حوصلہ افزا تعریف فرماکر عزت افزائی فرمایا ہے۔

اگربتی کے سوا عطریات ہمہ قسم خوشبودار تیل، صندل بڑی اگبجا وغیرہ بھی بہترین اور ارزاں ترین ملتا ہے بہتر ہوگا کہ آپ خود تشریف لاکر ہمارے بیان کی تصدیق فرمالیں۔

رشتہ کی ضرورت

ایک تعلیم یافتہ نوجوان ادیب کیلئے ایک ایسی لڑکی کی ضرورت ہے جو خود بھی تعلیم یافتہ ہو۔ لڑکا علمی و ادبی دنیا میں کافی شہرت پاچکا ہے، نیز اوائل عمر میں ہی اسکی حب الوطنی اور ملکی و قومی خدمات دن خراج تحسین حاصل کر رہے ہیں وہ فی الوقت اپنے ذاتی سرمایہ سے ملک کی ایک اہم خدمت بجا لارہا ہے۔ لڑکے کے والدین بخوشی رضامند ہوں گے اگر کوئی صاحب جائداد اوس کو اپنے زیر سایہ رکھ لیں خط و کتابت راز میں رکھی جائیگی۔

تفصیل کے لئے پتہ ذیل پر بالمشافہ ملئے یا بذریعہ ڈاک تصفیہ فرمائیے۔

پتہ — م - ا بتوسط منیجر ماہ نامہ "سفینۂ نسوان"
پوسٹ بکس نمبر (۴) دروازہ چادر گھاٹ حیدرآباد دکن

دی امپیریل واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی
۶۱ جیمس اسٹریٹ سکندرآباد
قایم شدہ سنہ ۱۹۲ء رحیم خاں اکشنر بلڈنگ
طبی اصول سے کپڑوں کی صفائی کا
واحد کارخانہ آپکو حیرت ہوگی۔
جب آپ اپنے پرانے اور مستعمل کپڑے بالکل
نئے پائیں گے ہمارا چودہ سال کا تجربہ ہمیں یہ کہنے پر
مجبور کر رہا ہے کہ رنگوائی اور دھلوائی کا کام

ولایتی اور دیسی

سینٹ، وینزلین، ہیرآئیل، اسنو۔ کریم، ایو ڈی کلون، لوشن، ہیازلین، روغن، عطر، اگربتیاں وغیرہ کا نایاب ذخیرہ۔

ملکوت ہیرآئیل

جو بہت ہی قلیل عرصہ میں ممالک غیر سے کئی ہزار سرٹیفکٹ حاصل کرچکا ہے۔ بالوں کی درازی و خوشبو کی پائیداری میں ہندوستان آج تک اس تیل کا ثانی نہیں پیش کرسکا۔
قیمت فی بوتل (عـ۲)

ever relent. With full appreciation of what was coming, they with one unanimous voice decided not to surrender, and stuck to their determination till the last drop of blood was shed on the ground.

This is a unique example of heroic performance unequalled in history, which displays an utter disregard of life and a remarkable degree ot fearlessness even in the face of certain death. They had the option before them of yielding to the more powerful physical force, and of the probabilty of saving their lives. But they were moved by a still higher spiritual force, which would not allow their moral sense to be subdued for the sake of worldly benefit. The lesson taught to mankind through this great example of martyrdom undoubtedly is that truth and righteousness must supersede falsehood and injustice, and are never to be sacrificed even under pressure of necessity.

There is not a single Muslim who has not been moved to tears on reading or listening to the harrowing account of this historic martyrdom. Hazrat Imam Husain has indeed had the love and affection of the true Mussalmans of all ages, and will continue to occupy the highest position among martyrs in the annals of Islamic history.

bounden duty to wage a war against the wicked and dethrone godlessness from its stolen place of vantage and destroy its potentiality for working mischief among God's poor and innocent creatures. From his illustrious father, he had inherited a spiritual injunction and a noble mission to fulfil, and that was to rid the world of evildoers and restore the sacred Religion of the holy Prophet Mohammad his grandfather (may the blessings of Allah be on him) to its pristine purity and glory, and carry its bright and glorious mission to the four corners of the world The name of Islam, the religion of peace and unity of Godhead, stood in danger of being stained by unscrupulous hypocrites on the eve of the great tragedy of Kerbala. And it was the beloved grandson of the Holy Prophet, who came out boldly and challenged the rights of those who, by their very nature and character, were thoroughly unfit to remain the custodians of the sacred mission. The lamp of Islam was flickering in the hands of the unholy, and it was Hazrat Imam Husain who by his stupendous sacrifice restored it to its former brightness and dazzling glory. Islam, the universal Religion of humanity, has been enriched by this great benefactor of the human race. His was, indeed, the greatest fight ever put up by any individual mortal against the unjust and the unrighteous. And in layiug down his life cheerfully on the battlefield—the brave and undaunted warrior that he was, an intensely kind and feeling human being, the fountain head of high and noble virtues—Hazrat Imam Husain has stood as the bright and luminous beacon light among the the martyrs of history. Such a soul never dies. It becomes immortal. It stands aloft surrounded by the bright halo of martyrdom—aye to tell successive generations of mankind as to how a noble scion from the house of the founder of the great Religion of Islam laid down his life and those of his dearest and beloved ones—in fact his all—for the sake of humanity The spirit of Hazrat Imam Husain has inspired Muslims for centuries and it will continue to do so till eternity. Forsooth, Imam Husain occupies a most conspicuous position in the list of the benefactors of mankind. He is peerless, supreme.

Husain: The Great Martyr of Kerbala

By Mr. YUSOOF D. MOTALA, B.A.
Editor of the "Rangoon Daily News."

HAZRAT Imam Husain, the noble son of Hazrat Ali and Fatema-Tuz Zahra, and the great martyr of Kerbala takes a very high place in the list of the benefactors of humanity. The tragedy of Kerbala is an example of peerless self-sacrifice and self-immolation on the part of a human being for the benefit of mankind. Imam Husain has immortalised himself by his unparalleled sacrifice at the altar of truth. He stood for righteousness, purity of life and purity of administration. He warned bravely against evil and refused to submit to what was vicious and ungodly. The worthy son of a worthy father with high ideals of nobility, chivalry, truth and righteousness instilled into him since his very childhood by parents who themselves were the glorious exemplars of all the highest known human virtues, Hazrat Imam Husain did not consider even his own life and those of his dear and beloved ones to be too great a price to pay for the upholding of those great ideals. Where others of a weak and selfish nature would have surrendered to the behest of an adventurer and an imposter, Hazrat Imam Husain withstood all the inhuman tortures and persecutions on both himself and the members of his family—men, women and children—until his last breath and attained martyrdom. History can point to no greater self sacrifice than that of Imam Husain, and no human being has equalled him unto this day. And why did this great saint of Islam invite on himself all the ruthless cruelties and persecutions that an unprincipled ruler of the day, sunk in vice and debauchery, was in a position to inflict on innocent and helpless beings? It is precisely because his pure spirit within him revolted against the sorrowful state of affairs existing about him, and consequently he considered it to be his sacred and

to face calmly and heroically the many terrible trials and tribulations of the last year of his life. Thus he lived and died for his ideals and, in the last resort, surrendered his breath at the altar of Truth, as he had realized it in his own life. No wonder then that his life and the struggles he had to undergo especially in the last fortnight of his earthly career—have always evoked the greatest sympathy and admiration not only amongst a fairly large section of Muslims in various countries, but also amongst the non-Muslims as well. "In a distant age and climate," writes Gibbon, in his monumental and immortal history (*Decline and Fall of the Roman Empire*) "the tragic scene of the death of Hussain will awaken the sympathy of the coldest reader." "It will be easy to understand," writes (the late) Syed Ameer Ali, in his excellent *History of the Saracens* "perhaps to sympathize with the frenzy of sorrow and indignation to which the adherents of Ali and his children give vent on the recurrence of the anniversary of Husain's martyrdom." And it is impelled by such a spirit of sympathy that I have come forward, (in compliance with the wishes of my friend, who are responsible for this volume), to pay my humble tribute to the memory of Husain "the martyr."
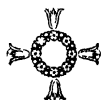
at last one wounded Husain upon the hand, and a second gashed him on the neck, and a third thrust him through the body with a spear. No sooner had he fallen to the ground, than, Shimr rode a troop of horsemen over his corpse, backwards and forwards, over and over again, until it was trampled into the very ground, a scarcely recognisable mass of mangled flesh and mud. Thus, twelve years after the death of his brother Hasan, Husain, the second son of Ali, met his death on the bloody plain of Kerbala on Saturday, the 10th day of Muharram, A.H. 61 (A.D. 680).

The above sketch, of the last few days of Husain, brings into prominent relief the striking features of his great career as a martyr, For what is a martyr if not one who combines those two rare elements of human character—heroism in the face of even the greatest dangers to his life, for the sake of what he regards as Truth, and saintliness in the sense of his entire dependence on God? Judged in the light of this criterion, there can be no two opinions about the fact that Husain has justly taken a prominent place amongst the greatest martyrs the world has produced. I am aware that certain western writers have not taken this view of his work and character. The estimate of this class of writers is embodied in the article on Husain, in the *Encyclopoedia of Islam* (vol. 2, p·ge 339) in which the distinguished contributor of the sketch (Mons. H. Lammens) criticises the character of Husain for "indecision and lack of intelligence" and similar other traits. But it is clear to me that such a wrong decision on the part of a modern writer is due to a lack of correct perspective. Even wordly men are influenced in their conduct and action, to some extent, by their beliefs and ideals, while spiritually-inclined persons (like Husain) act under the impulse of influences which the average man of the world naturally finds it difficult to appreciate, or correctly estimate. Those who will have read the account, outlined above, of Husain's last few days, will have no donbt in their mind that he was out-and-out a saintly character, dependent altogether on the will of God, and seeking the kingdom of Heaven—wholly unlike (for nstance) Muawiya and his son Yazid. It is this phase of his character which, coupled with his strength of mind, enabled him

The next morning both sides prepared for battle. Early in the day Husain mounted his horse, and set the holy Koran before him, crying: "O God, Thou art my confidence in every trouble and my hope in every adversity," and submitted himself to the judgment of his companions before the opened pages of the sacred volume. At this his sisters and daughters began to weep, when he cried out in bitter anguish self-reproachfully: "God reward the son of Abbas," in allusion to advice which his cousin, Abdullah-idn-Abbas had given him, to leave the women behind in Mecca. At this moment a party of the enemy's horse wheeled about and came up to Husain, who expected to be attacked by them. But it was Hurr who had quitted the ranks of the Syrian army, and had now come to die with Husain, and testify his repentance before men and God. As Hurr rode into the doomed camp, he shouted back to Amr: "Alas for you!" Whereupon Amr commanded his men to "bring up the colours." As soon as they were set in front of the troops, Amr shot an arrow into the camp, saving: "Bear witness that I shot the first arrow," and so the fight began on both sides. It raged, chiefly in a series of single combats, until noon-day, when both sides retired to prayer, Husain adding to the usual office the "Prayer of Fear," never used but in cases of extremity. When shortly afterwards the fight was renewed, Husain was struck on the head by a sword. Faint with the loss of blood, he sat down by his tent and took upon his lap his little son Abdullah, who was at once killed by a flying arrow. He placed the little corpse upon the ground, crying out: "We come from God and we return to Him O God, give me strength to bear these misfortunes." Growing thirsty he ran toward the Euphrates, where he stopped for a while and prayed earnestly. His little nephew, a beautiful child, who went up to kiss him, had his hand cut off with a sword, on which Husain again wept, saying: "Thy reward, dear child, is with thy forefathers in the realms of bliss." Hounded on by Shimr, the Syrian troops now surrounded Husain, but nothing daunted, he charged them right and left. In the midst of the fighting, his sister came between him and his slayers, crying out to Amr, how he could stand by and see Husain slain. Whereupon with tears trickling down his beard, Amr turned his face away; but Shimr, with threats and curses, set on his soldiers again, and

between him and the river," and Amr did so; and the name of the place where he cut Husain off from the Euphrates was called Kerbala.

Then Husain sought a conference with Amr, in which he proposed either to go to Yazid or to return to Mecca, Obaidallah was at first inclined to accede to these conditions, until Shimr stood up and swore that no terms should be made with Husain, adding significantly that he had been informed of a long conference between Husain and Amr. Then Obaidallah sent Shimr with orders to Amr that if Husain would surrender unconditionally, he would be received: if nor, Amr was to fall upon him and his men. Should he refuse to do so, Shimr was to strike off Amr's head, and himself command the attack against Husain. Thus passed Sunday Monday, Tuesday, Wednesday, Thursday, and Friday, the 4th, 5th 6th, 7th, 8th and 9th, of Muharram. On the evening of the 9th, Amr drew up his forces close to that of Husain, as he was sitting at the door of his tent, just after the evening prayer, and told him of the conditions offered by Obaidallah. Husain desired Amr to give him time until the next morning, when he would make his answer. In the night his sister came weeping to his bedside, and, awaking him, exclaimed: "Alas for the desolation of my family! Alas for the destruction that is to come!" "Sister," Husain replied "put your trust in God, and know that man is born to die, and that the heavens shall not remain; everything shall pass away but the presence of God, who created all things by His power, and shall make them by His power to pass away and they shall return to Him alone. My father was better than me, and my mother was better thon me; and my brother was better then me; and they and we and all Muslims have an example in the Apostle of God." Then he told his men that Obaidallah wanted nobody but him, and that they should go away to their homes. But they said: "God forbid that we should ever see the day wherein we survive you!" Then he commanded them to cord their tents close together and make a line of them, so as to keep out the enemy's horse. And he dug a trench behind his camp which he filled with wood to be set on fire, so that he could only be attacked in front. The rest of the night he spent in prayer and supplication, while the enemy's guard patrolled all night long, round and round his camp.

directly to Kufa into the presence of Obaidallah." Husain answered: "I would sooner die than submit to that," and gave word to his men to ride on; but Al-Hurr said: "I have no commission to fight with you, but I am commanded not to part with you until I have conducted you into Kufa"; but he bade Husain to choose any road into that city "that did not go directly back to Mecca," and "do you," said he, "write to Yazid or Obaidallah, and I will write to Obaidallah, and perhaps it may please God I may meet with something that may bring me off without my being forced to any extremity on your account." Then he retreated his force a little to allow Husain to lead the way towards Kufa, and Husain took the road that leads by Adib and Cadisia. This was on Thursday, the 1st of Mohurrum, A.H. 61 (A.D. 680). When night came on, he still continued his march all through night.

In the morning, after prayers were over, Husain mended his pace, and as he rode on there came up a horseman, who took no notice of him, but saluted Al-Hurr, and delivered to him a letter, giving orders from Obaidallah to lead Husain and his men into a pace where there was neither town nor fortifications and there leave them till the Syrian forces should surround them. This was on Friday, the 2nd of Muharram. The day after, Amr-ibn-Saad came upon them with four thousand men. They had been encamped without the walls of Kufa, and when Obaidallah heard of Husain's coming he commanded Amr to defer his march and go against Husain. But one and all dissuaded him: "Beware that you go not against Husain, and rebel against your Lord, and cut off mercy from you, for you had better be deprived of the dominion of the whole world then meet your Lord with the blood of Husain upon you." Amr was fain to acquiesce, but upon Obaidallah renewing his command with threats, he marched against Husain, and came up with him, as aforesaid, on Saturday, the 3rd of Muharram. On Amr sending to inquire of Husain what brought him thither, the latter replied: "The Kufians wrote to me; but since they reject me, I am willing to return to Mecca." Amr was glad when he heard it, and said: I hope to God I may be excused from fighting against him." Then he wrote to this purpose to Obaidallah; but Obaidallah sternly replied: "Get

MR. SACHCHIDANANDA SINHA, BAR-AT-LAW.

salient facts of Husain's career, leading to his martyrdom, [illegible]
recorded as follows:—Shortly after the accession of Yazid, H[illegible]
recived at Mecca secret messages from the people of Kufa e[illegible]
ting him to place himself at the head of the army in Ba[illegible]
now called Iraq. Yazid, however, had full intimation [illegible]
intention, and long before Husain could reach Kufa, the [illegible]
governor of that city was replaced, by Yazid, by Obaida[illegible]
resolute ruler of al-Basrah, who by his rapid measures di[illegible]
the plans ot Husain and his followers, and drove them [illegible]
mature outbreak, and the surrender of their leader, Mu[illegible]
latter's head was struck off and sent to Yazid. On H[illegible]
ing on the confines of Babylonia, he was met by A[illegible]
had heen sent out by Obaidallah with a body of ho[illegible]
tercept his approach. Husain, addressing them, as[illegible]
to the Caliphate, and invited them to submit t[illegible]

Husain: The Martyr

BY MR. SACHCHIDANANDA SINHA, BAR-AT-LAW.
Editor The "Hindustan Review".

I deem it a privilege to have been invited to make a contribution to a collection of papers on the martyrdom of Hazrat Imam Husain. The life and career of the martyr are interwoven with the history of Arabia, under the early Caliphate, and it is no easy task to pick out the personal from the historical elements. I shall make an attempt, however, to do so and I shall, therefore, refer to such incidents only, of the career of the martyr, as reflect clearly his character and ideals, rather than deal with matters which appertain more properly to the domain of history. Even with this important reservation, there is bound to be a deal of overlapping in the articles in the composite collection for which I am writing as the contributions in it(I gather) are not likely to be coordinated by an editor or an editorial board. It also goes without saying that for the data put together, there is no claim to any originality, as they have been taken from a standard authority on the subject. But the views expressed by way of comments are my own.

.ns

ou go Husain was the second son of Fatima, the daughter of the off merc t, Mohammad (on whom be peace), by her husband Ali, on of theth Khalifah, and was a younger brother of Al-Hasan, the Husain uplifah. He was born at Medina, in A. H. 4, and died at lah renew A. H. 61, being cruelly slain in his conflict with Yazid. Husain, anyrdom of Al-Husain is celebrated even now by the Shiahs 3rd of Muhr, during the first ten days of the Muharram, and an brought him the circumstances relating to his tragic death is there-me; but sinceary for appreciating the intensity of feeling with Amr was glacenes and incidents of the last days of "Imam Husain" be excused frduring the Muharram in India, and also in Persia in purpose to Ohklay," a translation of which was made—many

 English by (the late) SirLawis Pelly. The

حیدرآباد دکن
حیدرآباد دکن
ادارہ
جلد ۴
نمبر ۳
صادقہ قریشی
محمودہ اختر
اختر قریشی
قیمت فی جلد

دماغی محنت کرنیوالی خواتین کیلئے
ایک نایاب تحفہ یعنی
گلبہار آئیل رجسٹرڈ
ملک کا مایۂ ناز، غیر ممالک میں ممتاز، مضر اجزا سے
پاک، فوائد سے مملو، ڈاکٹروں حکیموں اور معززین ملک
و دیگر ممالک کا آزمودہ، دار الشفاء سرکار عالی کا مصدقہ
یہی وہ بیمثل تیل ہے جو
ہزاروں بہنوں اور لاکھوں
بھائیوں کو بازاری،
ناقص غیر مستند، اور
بھڑکدار خوشبو کے زہریلے
تیلوں سے محفوظ رکھ کر
کئی سال سے برابر مستفید
کر رہا ہے اس کے مفید
ہونے سے دنیا کی کوئی
ہستی انکار نہیں کر سکتی۔ ہر جگہ ملتا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ سکہ عثمانیہ
منیجر گلبہار کمپنی
افضلگنج
حیدرآباد دکن

س ف ر

بابت ماہ ۱۳۵۶ف

جنوبی ہندوستان کا واحد ماہنامہ جو خواتین کی اصلاح و فلاح کیلئے مخصوص ہے

سفینۂ نسواں

جلد ۴ — نمبر ۳

فہرست مضامین

(۱) فہرست مضامین ۱
(۲) افکار و افکار ۳
(۳) پیغام عمل ۶
(۴) شہید وفا ...... جنابہ محمودہ اختر صاحبہ .. ۷
(۵) عورت اور اسلام ... مطلوب الرحمن صاحب . ۹
(۶) دو خط ... از ن ۔ خ لاہور ۱۳
(۷) غزل ..... اختر قریشی ۱۷
(۸) اس خط کا جواب ... از ن خ لاہور ۔ ۱۸
(۹) غزل ...... اختر قریشی ۲۳
(۱۰) صنف نازک کا دوسرا رخ ۔ مسز ظہیر الدین احمد صاحبہ .. ۲۳
(۱۱) دوشیزۂ پرتگال (ایرانی شاہکار افسانے کا ترجمہ مسلسل) از علامہ تمکین ۲۵
(۱۲) بقیہ مضمون صنف نازک ۴۱
(۱۳) بزم شاد (غزلیات شاعرہ منعقدہ ایوان شاہ) از ۴۹ تا ۵۰

پیغام عمل

کچھ مقصد لیکر آتا ہے اس دنیا میں جو آتا ہے
محروم عمل جو رہتا ہے وہ جیتے جی مرجاتا ہے
اس مزرع عالم کو سینچو تم جد و جہد کی بارش سے
جو بیج عمل کا بوتا ہے وہ پھل راحت کا پاتا ہے
رستے کی صعوبت سہ کر ہی منزل پہ پہنچنا ممکن ہے
آگاہ حقیقتِ غم ہے جو وہ لذتِ عیش اٹھاتا ہے
ہر ایک مصیبت دنیا میں پیغام خوشی کا لاتی ہے
گلشن میں خزاں کا آنا ہی امید بہار دلاتا ہے
دریا کی طرح جو چلتا ہے اور پھر چلتا ہی رہتا ہے
کہساروں کو میدانوں کو وہ خاطر میں کب لاتا ہے
ہر رات کے پچھلے حصہ میں کچھ دولت لٹتی ہوتی ہے
جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے جو جاگتا ہے وہ پاتا ہے

اذکار و افکار

آج حقوق نسواں کی آواز ملک کے ہر گوشہ سے بلند ہو رہی ہے اور اسے تمدن جدید کے برکات میں سے ایک عظیم برکت تصور کیا جا رہا ہے مسلم خواتین بھی اوروں کی دیکھا دیکھی مردوں کے مقابل زندگی کے ہر شعبہ میں مساوی حقوق کی طلب گار ہیں۔ انھیں بھی تمنا ہے کہ وہ بھی وکیل و بیرسٹر جج اور پروفیسر ہو کر بزم آرائے جلوت ہوں اور ملک کی دوسری دیویوں کی طرح ان کے تذکروں سے بھی اخباروں کے کالم پر ہوں۔ سرورق ان کی تصویریں بھی شایع کی جائیں اور اس طرح ——— انھیں دنیا کے کاروبار اور دنیا کی ترقیوں میں حصہ لینے کا موقع دیا جائے کہ ان کے نزدیک عروج و ترقی اور تمدن و تہذیب اسی کا نام ہے افسوس ہے خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد۔

یہ تمنا ان کے دلوں میں کچھ اس طرح جاگزیں ہے کہ وہ اس کے حصول کی خاطر خاندانی روایات کو پامال کر دینے کیلئے ہمہ تن مستعد اور مذہب کی تعلیم کو پس پشت ڈال دینے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ حالانکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورتوں کو انسانوں کی صف میں لا کر کھڑا کیا۔ ورنہ اسلام سے پہلے اس صنف کی انسانیت ہی کب مسلّم تھی؟ اور یہی وجہ تھی کہ دنیا کا ہر ظلم مرد عورتوں کے ساتھ روا رکھتے تھے لیکن اسلام نے بتایا کہ یہ گوہر گراں مایہ جس کی انسان نے اس قدر ناقدری کر رکھی ہے کس قدر بیش قیمت ہے۔ اس نے دنیا میں ان کی ایک مستقل حیثیت قایم کی۔ اور پھر انھیں ان کی فطرت کے مطابق حقوق سے مالامال

کردیا۔ اور حیات انسانی کے ایک بڑے جز کا مالک بنا کر انہیں گھریلو زندگی کا حاکم بنایا۔ مرد کے ذمہ اگر گھر سے باہر کے سارے امور کا تعلق ہے تو گھر کے اندر کے سارے انتظامات مذہب اسلام نے عورت کے حوالے کردیئے اس سے زیادہ کی نہ فطرت نسوانی حامل ہوسکتی تھی اور نہ اسلام نے اجازت دی۔ آج جبکہ اس دور میں ہر معصیت تمدن اور ہر گناہ تہذیب ہے۔ دوسری اقوام کے مانند مسلمان بھی اپنی عورتوں کو یورپ کے نقش قدم پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اہل یورپ خود اپنے افعال پر نادم ہو کر فطرت کے صحیح اصول کی طرف رفتہ رفتہ آرہے ہیں۔

جرمنی یورپ کے انہیں ممالک میں ہے جو موجودہ نام نہاد تمدن کے دلدادہ اور طریق معاشرت کے شیدائی ہیں وہاں عورتوں نے خاطر خواہ حقوق لئے اور خوب دل کھولکر آزادانہ زندگی گزاری۔ لیکن بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی فطرت مردانہ کاموں کی متحمل نہ ہوسکی اور جرمنی کے صدر جمہوریہ ہر ہٹلر کو بہت جلد یہ حکم نافذ کرنا پڑا کہ عورتوں کو صرف اپنے خانگی کاموں میں مصروف رہنا چاہیئے۔ انہیں دنیا کے دوسرے مردانہ کاموں میں شرکت کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس سے خانگی نظام کے درہم برہم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ ایک ہٹلر پر کیا موقوف ہے۔ دنیا جب گمراہیوں کی آخری سرحد تک پہنچ جائے گی۔ اور اسے طمانیت و سکون کی تلاش ہوگی تو ان اصول کے سوا اسے کہیں بھی پناہ نظر نہ آئے گی جو مذہب اسلام نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل مقرر کئے تھے۔

ہر قوم انجام کار سے غافل ہو کر جس طرح یورپ کی تقلید میں آزادی اور حریت فکر کا نام لے لے کر اپنے کو پابند کر رہی ہے وہ غلامی کی مدت کو اور زیادہ کر دینے والی ہے ہندوستانی طلبہ کی ذہنیت جس طرح اسکولوں اور کالجوں میں برباد ہو رہی ہے۔ دردمندان ملک ابھی اسی کی چارہ جوئی فرما رہے تھے۔ کہ جبریہ تعلیم نسواں

کے مسئلہ نے ایک نئے فتنہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور وہ زہر جو ابھی تک طلبہ کے حلق میں اتارا جا رہا تھا طالبات کو بھی زبردستی پلایا جائیگا۔ یہ مسئلہ عموماً تمامی اقوام کے لئے اور بالخصوص مسلمانوں کیلئے انتہائی ہی قابل توجہ ہے کیونکہ مسلمانوں میں عموماً شریف زادیاں اپنے گھروں میں مذہبی تعلیم اور ضرورت کے مطابق دنیاوی تعلیم والدین کی آنکھوں کے سامنے رہ کر حاصل کرتی ہیں اور ان کی حرکت نشست و برخاست کی والدین نگرانی کرتے رہتے ہیں لیکن جبریہ تعلیم کی صورت میں تربیت و تعلیم ان ہاتھوں میں ہو جائیگی جن کے یہاں اخلاق و شرافت تہذیب و تمدن کا مفہوم اسلامی تعلیم اور سلف صالحین کی روایات سے بالکل مختلف ہے۔

حیرت یہ ہے بعض جگہ مسلمان ممبران تعلیم نے اس جبریہ تعلیم کی تائید کی اور ہندو دانشمندوں نے اختلاف کیا۔ ضرورت ہے کہ عامۂ مسلمین اس مسئلہ کے خلاف قانونی اور اصولی احتجاج کریں اور تعلیم کے معاملہ میں اپنی بچوں کو کسی خاص قانون کا پابند نہ ہونے دیں۔

مسلم یونیورسٹی علوم دنیاوی کی اسلامی درسگاہ ہے۔ اور اس کی بنیاد اس لئے رکھی گئی تھی کہ وہ اسلامی روایات کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہوئے دنیاوی امور کی انجام دہی کے لئے اچھے اور قابل افراد پیدا کرے افسوس ہے کہ یونیورسٹی کے ممبران روز بروز اس کے مذہبی رنگ کو مٹاتے جا رہے ہیں۔ ابھی حال میں یہ خبر معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ وہاں مردوں اور عورتوں کی مخلوط تعلیم کی تجویز پیش ہوئی اور ایک جماعت نے اس کی تائید بھی کی۔ اس افسوسناک خبر کو سنکر اس کے سوا اور کیا کہا جائے۔

؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ (۱)

کوتوال بلدہ کے جلیل القدر عہدہ پر حال میں عالیجناب نواب رحمت یار جنگ بہادر کا تقرر عمل میں آیا ہے ہم منجانب ادارہ نواب صاحب معزز کی خدمت میں خلوصِ دل سے ہدیۂ مبارک پیش کرتے ہوئے خدا سے دعا کرتے ہیں کہ جدید کوتوال صاحب کو ملک و مالک کی بہترین خدمات کے مواقع حاصل ہوں (آمین)

ہز ہائینس میجر جنرل شہزادہ والا شان نواب اعظم جاہ ولیعہد بہادر دولت آصفیہ نے عہدہ سپہ سالاری عساکر آصفی کو عزت بخشا ہے۔ دکن کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ ولیعہد سلطنت سرکاری طور پر کسی خدمت پر فائز رہے۔ ہم اپنے ہر دلعزیز شہزادہ اور ہر امپیریل ہائینس علیہ حضرت دلہن شہزادی صاحبہ کے حضور میں بصد ادب یہ مبارکباد گزراننے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔

ہز اکسلنسی مہاراجہ سر صدر اعظم بہادر یمین السلطنت کی دختر نیک اختر کا عقد گزشتہ ماہ نواب منظور جنگ بہادر کے صاحبزادہ شہود علی مسٹر بابر مرزا کیساتھ شاہانہ تزک احتشام سے ہوا۔ خدا کرے کہ دلہا اور دلہن ہمیشہ شاد و آباد رہیں۔ اس مبارک موقع پر ہز اکسلنسی کی خدمت میں منجانب ادارہ گلدستہ تہنیت پیش کرنے کا فخر حاصل کیا جا رہا ہے۔

صدر مہتممہ مدارس نسواں بلدہ مسز ایم انگلر بوجہ پیرانہ سالی وظیفہ پر سبکدوش ہوئی ہیں اور فی الحال مناکا محترم مولوی شیر محمد خاں صاحب مددگار ناظم تعلیمات موصوفہ کی جگہ نگرانکار ہیں ہمارا قیاس ہے کہ ارباب تعلیمات مذکورہ خدمت کیلئے ضرور کسی خاتون کے متلاشی ہونگے اور یہ انتظام محض عارضی ہوگا لیکن ہم یہ ضرور گزارش کرینگے کہ صدر مہتممہ کے تقرر کے وقت ملک کی خواتین کو نظر انداز نہ کیا جائے، غیر ملکی خصوصاً دریا پار کے افراد ہماری طرز معاشرت اور ہماری ضروریات سے محض نابلد ہوتے ہیں۔ اس خصوصیت کی موجودگی میں کہ مدارس نسواں پر ہماری فنا و بقا کا انحصار ہے بہتر ہوگا جو انتخاباً ہی سہی مگر کسی ملکی خاتون کا تقرر کیا جائے۔ مبارک دور عثمانی کا طفیل ہے کہ ہماری خواتین بھی زیور علم سے آراستہ ہو رہی ہیں اور ان میں بہتیرے مقامی اور بیرونی درسگاہوں کی اعلیٰ ڈگریاں بھی رکھتی ہیں۔ پھر کوئی ضرورت نہیں کہ ملک میں قابل اور موزوں افراد کو رکھتے ہوئے غیروں کے دست نگر بنے رہیں۔

حیدرآباد میں سینما اور چائے خانوں کی کثرت روزافزوں ہے، ہم کسی پچھلے مقالہ میں اس کے مضر اثرات کو ظاہر کر چکے ہیں۔ ان سے آئے دن جو اخلاقی اور معاشی برائیاں بڑھ رہی ہیں وہ کسی مزید اظہار کے محتاج نہیں ہیں۔ نوجوان لڑکے اور معصوم لڑکیوں کے دماغ سینما کے زہر سے متاثر ہو رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا محکمہ کوتوالی بلدہ طبابت وحفظان صحت، اور صفائی بادھر ضرور اور جلد تر متوجہ ہوگا۔

خدا کا شکر ہے کہ اس دفعہ سفینہ کا "محرم نمبر" بیحد انتہا مقبول ہوا، اسکی بین دلیل یہ ہے کہ اسکی قیمت باوجود فی جلد (عمارہ) بیہ رکھنے کے ہمارے پاس ایک کاپی بھی نہ رہی۔ ملک اور بیرون ملک سے صدہا تعریفی خطوط وصول ہوئے، ہم اپنے تمام کرمفرماؤں کے شکر گزار ہیں بالخصوص ہمیں جناب رشیدہ۔ اے۔ یس وہاب (جرمنی) اور محترمہ فاطمہ عباس صاحبہ شیرازی (طہران) کا شکریہ ادا کرنا ہے جو سفینہ کو ان دور دراز ممالک میں کامیاب بنا رہی ہیں۔

اختر قریشی

از

محمودہ اختر صاحبہ

مدیرہ محترمہ۔

تسلیم و نیاز۔

اس تحریر کیساتھ میں اپنا اورنجیل افسانے کا ایک باب بھیج رہی ہوں۔ اگر آپ اسکو قابل اشاعت تصور فرمائیں تو سفینہ میں شریک کیجئے۔ آپ حیران ہونگے کہ بجائے مکمل افسانہ کے صرف ایک باب بھیجا جارہا ہے۔ سنئے، میں چاہتی ہوں کہ میری دوسری بہنیں اسکی تکمیل کریں جسطرح مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب کا افسانہ "عشق کی گولیاں" مختلف لوگوں نے مکمل کیا۔ ایسے ہی میں نے خیال کیا کہ "شہید وفا" کو بھی مختلف بہنوں سے پورا کراؤں پہلا باب تو یہی قایم رہیگا اور بقیہ پانچ ابواب کا تکملہ اور بہنیں کرینگی۔ جملہ فسانہ چھ باب میں ختم ہوگا۔ اس سلسلہ میں جتنے افسانے بھی وصول ہوں آپ ہر ماہ ایک یا دو شایع فرماسکتی ہیں جن محترم بہن کا افسانہ سب سے بہتر ہوگا ان کی خدمت میں منجانب حقیر ایک چاندی کا کپ پیش کیا جائیگا۔ بہتر ہوگا جو آپ اس کو دکن تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ بیرونی اہل قلم خواتین کو بھی طبع آزمائی کی دعوت دیں۔

والسلام آپ کی اخلاص کیش محمودہ اختر

بلقیس کو دوبارہ زندگی حاصل ہورہی تھی کون جانتا تھا کہ وہ بلقیس جو ایک ہفتہ قبل اپنے ہوش و حواس

کمو بیٹی تھی یوں بھلی چنگی ہو جائے گی۔ معالجوں نے تو صاف جواب دیدیا تھا کہ اب زندگی کی امید نہیں، سارا گھر بھی مظلوم لڑکی کے نام پر غم و غصہ کا اظہار کیا کرتا تھا، علالت کے دنوں میں اس کی ہر سانس کو آخری جان کر، اور ہر ہچکی زیست کی زنجیر کو منقطع کرنے والی سمجھ کر اس کے ارد گرد جمع اور زمانہ سازی کے طور پر مصروف غمگساری رہتا۔ ایک ہی ہفتہ ہوا کہ بلقیس پلٹی ہوئی موج کی طرح صحت کے سمندر میں لوٹ آئی۔

سلیم تو سمجھ چکا تھا کہ اب بلقیس کے وعظ و پند سے نجات ملیگی اور خوب جی بھر کر رنگ رلیاں منانے کے موقعے ہاتھ آئیں گے، کھٹکنے والا خار اور اڑنے والا روڑا نکل جائے گا، وہ کیا جانے کہ "جسے خدا رکھے اسے کون چکھے" اس کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کی شریک حیات بلقیس اس طویل علالت سے نہ اٹھے گی، وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کی علالت کا باعث وہ خود ہے، اس کی بے توجہی اندر ہی اندر بلقیس کو گھلا رہی ہے اور وہ اب ایک ایسے چراغ کی مانند بن گئی ہے جس کو ہوا کا ادنیٰ سا جھونکا بجھا سکے۔ علالت کے دوران میں سلیم شاید ہی بلقیس کو الٹ کر دیکھا ہو، بیچاری غم کی ماری شوہر کی صورت کو ترس جاتی مگر وہاں راگ و رنگ سے فرصت کہاں جو غریب کی دل جوئی کا وقت نکلتا۔

اب جب سلیم نے دیکھا کہ جاتی ہوئی بلا پھر پلٹ رہی ہے تو وہ حیران رہ گیا اور اس دردسری سے ہمیشہ کا چھٹکارا حاصل کر لینے کے ذرائع سوچنے لگا۔

عورت اور اسلام

از

جناب مطلوب الرحمٰن صاحب ندوی

آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر کا ذکر ہے کہ خدا کی ایک بیکس و بے یار و مددگار مخلوق جسے دنیا نے عورت کہکر پکارا ۔ جہالت اور تاریکی کے پردوں میں گم تھی۔ وہ گلشن ہستی میں ایک "پھول" بن کر پھولی مگر مرد کے دست ظلم نے اسے مسل کر پھینک دیا وہ لطافت و نزاکت کا پیکر بنکر آئی تھی ۔ مگر نا اہلوں نے اس کی قدر نہ کی ۔ اس نے ماں بن کر مرد کو کلیجے سے لگانا چاہا ۔ مگر ظالم نے اسے جھڑک دیا ۔ بہن بن کر گود میں کھلانا چاہا مگر وہ دور ہٹ گیا ۔ بیوی بن کر اس نے محبت و الفت کی سوغاتیں پیش کیں مگر سنگدل کا دل نہ پسیجا ۔ روما کی زمین سے صدا آئی کہ شادی کے بعد عورت شوہر کی زر خرید جائداد ہے اس کا تمام مال و متاع شوہر کی ملک ہے اس کو کوئی عہدہ نہیں مل سکتا وہ کسی کی ضامن نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ مرنے کے وقت وصیت بھی نہیں کر سکتی!

انگلستان میں قانون بنا کہ نکاح کے بعد عورت شوہر کی جائداد ہے ۔

ہندوستان نے کہا کہ مرد کے مرنے پر عورت کو بھی ستی ہونا چاہیئے ۔

ایک ضعیف و ناتوان جماعت کے مقابل میں دنیا کی ساری طاقتیں یہ مشورے کرتیں اور ان پر عمل پیرا ہوتیں کہ یکایک حرا کی چوٹیوں سے رحمت کے نغمے سنائی دیئے اور روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکار کر کہا ۔

عاشروھن بالمعروف — عورتوں کیساتھ اچھی طرح رہا کرو ۔

اتقوا اللہ فی النساء — لوگو عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو ۔

انما الدنیا متاع و لیس من متاع الدنیا شیئ افضل من المرأۃ الصالحہ دنیا ایک مکان متاع ہے جس میں سب سے بہتر پونجی صالح عورت ہے

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا۔

بعض لوگ کہتے تھے کہ عورت آخرت کی نعمتوں میں مردوں کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتی۔ مگر اسلام کی صدائے حق بلند ہوئی۔

من یعمل من الصالحات من ذکر او انثیٰ فاولٰئک یدخلون الجنۃ مردوں اور عورتوں میں جو بھی اچھے کام کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔

عورتیں عموماً میراث سے محروم تھیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ نے اب سے کچھ ہی دنوں پیشتر عورتوں کا حق ملکیت تسلیم کیا فرانسیسی عورت کو اب بھی اپنی جائداد میں تصرف کرنے کا مجاز نہیں۔ مگر اسلام نے مسلمان عورت کو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے تمام حقوق بغیر طلب کے خود ہی دے دئے۔

وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون جو کچھ اعزا و اقربا اور والدین چھوڑ جائیں اس میں عورت کا حصہ ہے

دنیا کہہ رہی تھی کہ عورت شادی کے بعد شوہر کی جائداد ہے۔ مگر اسلام نے بہ آواز بلند کہا کہ نکاح تو تمدن کی ایک کڑی انسانیت کا ایک رشتہ اور محبت و پیار کی ایک سبیل ہے۔

خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا خدا نے تم ہی میں سے تمہارے لئے جوڑے پیدا کئے۔ تاکہ تم اس سے سکون حاصل کر سکو۔

یہ تو عورتوں کے ساتھ اسلام کا ایک نہ مٹنے والا احسان ہے مگر ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ آج اسلام کے ساتھ مسلمان عورتوں کو کیا شغف ہے اور وہ اپنے مذہب کی کہاں تک پاسدار ہیں۔ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے۔

طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم تحصیل علم ہر مسلمان پر (مرد ہو یا عورت) فرض ہے۔

بروقت ہم کو اسی حکم کے متعلق کچھ لکھنا ہے۔ اس دور میں مسلمان عورتوں کی ایک جماعت نے تو سرے سے اس حکم کو سنا ہی نہیں اس نے سمجھا کہ دنیا کی ساری ترقیاں اور کامیابیاں مردوں کے لئے مخصوص ہیں۔ ضروریات دین

سے وہ بیگانہ ۔ دنیا کے کاموں سے وہ ناآشنا۔ شوہر کے حقوق ۔ اعزا و اقربا اور ہمسایہ کے حقوق اولاد کی تہذیب و تربیت اور امور خانہ داری سے وہ ناواقف ! غرض یہ کہ ان کی زندگی ان کے جہل کے باعث چوپائیوں کی زندگی ہے ۔

دوسری جماعت نے تعلیم حاصل کی ۔ مگر مذہب کے حکم کی تعمیل میں نہیں ! بلکہ جب زمانہ کی ٹھوکریں لگیں دنیا نے اپنی ترقیوں میں حصہ دینے سے انکار کر دیا ۔ تو مغرب کی دیکھا دیکھی علم و ہنر کا شوق ہوا ۔ اپنے اسلاف کے نقش قدم کو چھوڑ کر مغرب کو استاد بنایا ۔ اور اپنے کو استاد کے رنگ میں رنگنے اور اس کا روپ بھرنے کی پوری کوشش کی ۔ اس کے ایک ایک خد و خال کی نقل اتاری ۔ پردہ سے بے پردہ ہوئی ۔ فیشن و مغرب پرستی کو اپنا دستور حیات بنایا ۔ شوہر اعزا و اقربا وغیرہ سے بے اتفاقی ۔ اولاد کی تربیت اور امور خانہ داری سے علٰحدگی اپنا حق جانا ۔ اور مردسے شرط باندھی کہ دیکھیں اس روشن خیالی کے زمانہ میں علم و تہذیب کے دور میں مغرب کی کورانہ اور اندھی تقلید تم زیادہ کرتے ہو یا ہم !

گویا اسلام نے عورتوں پر جو احسان کیا تھا ۔ دونوں جماعتوں نے اس کا صلہ اور بدلہ دیا ۔ کہ ایک نے افراط اور دوسرے نے تفریط سے کام لیکر اسلام کی راہ اعتدال کو گم کر دیا ۔ خواتین اگر اسلاف کی تاریخ ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ خواتین اسلام نے دنیاوی امور میں مشغول ہوتے ہوئے مذہب کی ایسی خدمات انجام دی ہیں کہ جنھیں دیکھکر دنیا آج حیران و ششدر رہ ہے علم میں، عمل میں، رزم میں، بزم میں، دکھ درد میں ۔ آرام و راحت میں ۔ الغرض ہر موقعہ پر عورتوں نے مردوں کے ساتھ ساتھ اسلامی خدمتیں انجام دیں ۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اپنے بچوں کے اندر اخلاقی مذہبی اور اسلامی روح پھونکی ۔ ان کو مذہب کے نام پر مٹنے کی تعلیم دی ۔ لیکن کتنا عبرت ناک واقعہ ہے کہ وہی عورت آج خود اپنے مذہب سے ۔ اپنی تعلیمات سے ناواقف و ناآشنا ہے ۔ اس کے اندر نہ کوئی مذہبی جذبہ ہے نہ اسلامی روح ہے اور نہ اپنے ملک و وطن کا کچھ خیال ہے ! اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی موجودہ تعلیم مغرب کی تقلید ۔ مغربی تخیل کے مطابق ۔ اور مغرب سے مرعوب و متاثر ہو کر رہی ہے ۔ علم کے حصول کا

مقصد تہذیب نفس اور اپنے انسانی فرائض سے آگاہی ہے۔ خواہ فرائض خدا کی بندگی سے متعلق ہوں یا حسن معاشرت اور خلق و محبت باہمی سے۔ لیکن اس مقصد کا حصول اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک تعلیم اسلامی تخیل کے مطابق اور اسلامی جذبات کے ماتحت نہ ہو۔ اور کوئی ایسا نظم نہ ہو۔ جس کے اثر سے اسلامی خیالات کی پرورش ہو سکے۔ کیونکہ اسلام کے سوا تعلیم کا یہ اعلیٰ و ارفع مقصد کہیں بھی پایا نہیں جاتا۔ بالخصوص مغرب نے تعلیم کا مقصد تو بالکل ہی جدا سمجھ رکھا ہے وہاں حیوانیت اور بہیمیت کا کمال علم و تہذیب کا سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اسی عام رو سے متاثر ہو کر آج مسلمان عورت بھی بے حجابی پر فریفتہ ہے حالانکہ اسے خبر نہیں۔ پردہ اس کا فطری حق ہے اسے بھی تہذیب و تمدن کی جھلک آزادانہ بازاروں میں گھومنے اور تھیٹروں میں جانے میں نظر آرہی ہے۔ حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ یہی بد اخلاقیوں کا پیش خیمہ اور اس کے جوہر عصمت کو بے حقیقت کر دینے کا پہلا قدم ہے۔ مسلمان عورت اپنی ہم جنس غیر مذہب والی عورتوں کے لئے ایک معلمہ ہے۔ جس کا فرض ہے کہ وہ عورتوں کو ان کی رفعت و منزلت سے آگاہ کرے نہ یہ کہ خود دنیا کی رو میں اپنی عظمت کو بھی خاک میں ملا دے۔

پس ضرورت ہے اس امر کی کہ مسلمان خواتین بجائے سینما کمپنیوں کے حالات دریافت کرنے اور فلم ایکٹریسوں کے کیفیات کی اطلاع حاصل کرنے کے۔ اپنے اسلاف کی زندگی کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ ان کی پیش رؤوں نے اسلامی و مذہبی پابندیوں کے ساتھ دنیا میں کیسی کیسی علمی اخلاقی اور سیاسی خدمات انجام دی ہیں کہ جس کے باعث تاریخ اسلام میں آج بھی ان کا نام نامی سرفہرست موجود ہے۔ اور جبتک دنیا میں اسلام کا نام باقی ہے ان کا نام نامی بھی زندہ رہیگا۔ ان کی علمی نکتہ سنجیاں ثبات قومی اور استقلال جنگی خدمات آج بھی تاریخ اسلام کے ہر طالب علم کے لئے ایک قابل فخر موضوع بحث ہیں۔ خدا ہماری ماؤں اور بہنوں کو توفیق دے کہ وہ اس دور جہالت میں علم کے صحیح مقصد کو سمجھکر اس کے حصول کی سعی کریں اور مذہب انسانیت کے حق سے ادا ہوں ۔

دو خط

(از)

محترمہ بیگم قیس بیتخپوری

(۱)

پیاری عباسی ——! تم سے ملتی ہوئی بمبئی پہنچی۔ بمبئی کا سرسبز شاداب پارک، لہلہاتا ہوا چمن، اور ساحل اپالو کی رونقیں کیا بتاؤں کہ کتنی دلچسپیاں پنہاں تھیں، لیکن افسوس ابھی اس نظارہ کا لطف اٹھانے بھی نہ پائی تھی کہ معلوم ہوا کل یہاں سے جہاز روانہ ہو جائے گا۔

سفر کی تیاری ہونے لگی، صبح کو جہاز روانہ ہوا۔

عباسی ——! تمہیں کیا بتاؤں؛ سمندر میں ایسی ایسی حیرت انگیز اور بظاہر ناقابل یقین چیزیں دیکھیں کہ اگر تمہیں لکھوں تو ہرگز ہرگز یقین نہ ہوگا، جہاز مصر کی طرف جا رہا تھا، سمندر میں سکون تھا۔ لوگ خوش تھے کہ اچانک ایک دن طوفان رونما ہوا۔ بے پناہ متلاطم موجوں کے ساتھ جہاز اٹھنے بیٹھنے لگا، لوگوں کی حالت بُری تھی، کوئی دعائیں مانگنے لگا، کوئی سجدہ میں گرا تھا، اور کوئی آہ و بکا کے ساتھ مصروف ماتم تھا، سب ناامید ہو چکے تھے اس وقت ایک عجیب سماں تھا، خدا نہ کرے یہ وقت دشمن کو دیکھنا نصیب ہو۔ ۲۴ گھنٹے تک طوفان برابر بڑھتا رہا آندھی کے جھکڑ انتہائی تیزی اور شدت کے ساتھ چل رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جنات اور شیطان آپس میں جنگ کر رہے ہیں۔ اس وقت اپنی عمر میں پہلی مرتبہ مجھے زندگی کی قدر ہوئی جہاز سب سے پہلے عدن میں لنگر انداز ہوا، عدن سے پھر جہاز چکر کاٹتا ہوا فلسطین پہونچا، بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کی، پھر وہاں سے شام، اور شام سے کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف میں پہنچی جہاں سید الشہداء

امام المتقین کے مزار اب تک زائرین کو زہد و ورع کا سبق دے رہے ہیں۔ اس کے بعد اور اسلامی ممالک سے ہوتی ہوئی مصر کے دار الخلافہ قاہرہ میں پہنچی، وہاں کی رنگین نقش نگار دیکھ کر ہندوستان اور تمام ممالک کی گلکاریاں ہیچ نظر آنے لگیں، وہاں کی شان وعظمت اور خوبصورتی دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ اگر یہ کہا جائے یہ ملک حوروں کی بستی ہے تو شاید غلط نہ ہوگا۔ چھوٹی چھوٹی عمر کی لڑکیاں فرشتوں سے بڑھکر، جوان عورتیں حوروں سے زیادہ حسین مہ جبین معلوم ہوتی ہیں، یہاں کا عجائب خانہ قدیم زمانہ کی یادگاریں اور نئی نئی خوشنما چیزیں دیکھنے کے قابل ہیں، تعریف جس قدر کی جائے کم ہے۔

عباسی ـــــــ! سفر کے واقعات اگر تفصیل کے ساتھ لکھنے بیٹھوں تو ایک دفتر کی ضرورت ہوگی اب کچھ یہاں کے طرز معاشرت کے بارے میں لکھنا چاہتی ہوں خوب غور سے پڑھو، اور ہندوستانی مردوں کے ظلم دیکھو۔

"لوگ کہتے ہیں کہ عورت گھر کی ملکہ ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مرد کیوں عورتوں پر ایسا ظلم کر رہے ہیں میری سمجھ سے بالکل بعید ہے کہ مکان کی چار دیواری کے اندر حبس دوام میں زندگی بسر کرنا کیا گھر کی ملکہ کی تعریف ہے، مصر اور غیر ممالک کے مرد عورتوں کی بہت عزت کرتے ہیں اور جہاں تک ہو سکتا ہے کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کی دلشکنی نہ ہو۔ وہ عورتوں کو باندی نہیں سمجھتے مصری خواتین اور اسلامی ممالک کی عورتیں بے تکلف گھروں سے باہر نکلتی ہیں، بازار سے سودا سلف خریدا کرتی ہیں۔ ہندوستان میں کوئی عورت برقع اوڑھکر بھی بازار میں نکلتی ہے تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ مردوں کی بڑی اخلاقی کمزوری ہے لیکن یہاں عورتیں کھلے بندوں پھرتی ہیں اور کوئی ان کی طرف التفات نہیں کرتا لوگوں کا ذریعہ معاشس زیادہ تر تجارت ہے۔

مجھے چند معزز خواتین سے ملنے کا اتفاق ہوا ان سے موجودہ طرز عمل پر خوب رائے زنی ہوئی، وہ بتاتی ہیں کہ ہندوستان کی عورتوں میں تعلیم نام کو نہیں اس پر طرہ یہ کہ پردہ کا رواج بری طرح پھیلا ہوا ہے۔

ہندوستان میں جس قسم کا پردہ رائج ہے وہ کسی نقطۂ نگاہ سے درست نہیں، اور نہ اسے اسلام سے کوئی تعلق ہوگا، سوائے اس کے کہ مرد عورتوں پر سخت ظلم کر رہے ہیں، مجھے یقین ہے کہ خدا کے سامنے انھیں جواب دہ ہونا پڑے گا

عباسی ——— ! میں ان لوگوں کی گفتگو سن کر ششدر رہ گئی۔ میرا دماغ کچھ کام نہ کر سکا۔ لیکن جب میں خود غور کرتی ہوں اگر جائز طور سے "پردہ" پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "پردہ" کی موجودہ صورت ہمارے لئے نہایت تباہ کن ہے، پردہ نے آج ہم پر اس قدر سکّہ جما لیا ہے کہ وہ اس قابل بھی نہیں جو ریلوے اسٹیشنوں پر مردوں کی مدد کے بغیر چل سکیں، ساتھ ہی ساتھ تعلیم بالکل معدوم ہے اور یہ جہالت محض پردے نے پرورش کی ہے، برعکس اس کے غیر قوم کے لئے کس قدر مسرت بخش اور باعث فخر ہے کہ ان کی عورتیں اہم سے اہم مضامین لکھا کرتی ہیں اور تمام علوم و فنون پر کافی عبور رکھتی ہیں وہ بڑے بڑے محکموں میں کام کرتی ہیں جنگ میں بہادری کیساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرتی ہیں مگر آہ ——— ! ایک ہماری عورتیں ہیں۔ جو چہار دیواری میں بیٹھی ہوئی "اے" "اوئی" کے سوا کچھ بھی نہیں جانتیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے میں کہتی ہوں کہ اس تباہی کا باعث وہ مرد ہیں جو عورتوں کو بالکل باندی بلکہ اس سے زیادہ پیر کی جوتی کے برابر سمجھتے ہیں اور انہیں اب تک تاریکی میں رکھے ہوئے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عورتوں کا تعلیم حاصل کرنا بالکل بیکار ہے کچھ فائدہ نہیں۔ وہ اس لئے کہ مردوں کی طرح ان کو کہیں دفتر میں کام کرنا تو نہیں ہے، لیکن اس جہالت کا کیا حساب، تعلیم سے وہ بہت کچھ کر سکتی ہیں تعلیم ہی سے ان کے دماغ میں ایک قسم کی تازگی پیدا ہوگی، امور خانہ داری کے لئے اچھی بیوی ثابت ہوں گی، تعلیم ہی کے ذریعہ سے ان کو انشاء پردازی کا شوق ہوگا جس کا اثر ان کے بچوں کے لئے مفید ہوگا کیونکہ عورتوں کا اصلی فرض آئندہ نسلوں کی اصلاح ہے ملک کے لئے مضبوط نسلوں کا بہم پہنچانا بالکل عورتوں کے اختیار میں ہے۔ تم دیکھتی ہو کہ مسلمانوں کے عزم و استقلال اور صحت و جسمانیت میں ایک بڑا

انقلاب آرہا ہے اس انقلاب کی ذمہ داری صرف مسلم خواتین پر ہے اس وقت مسلمان گھرانوں میں جس قدر بچے جنم لے رہے ہیں ان میں نہ کوئی شکسپیئر ہے اور نہ کوئی صلاح الدین اعظمؔ بلکہ ایک نیم مردہ نسل ہے جو آہستہ آہستہ زندگی کے میدان کی طرف حرکت کرتی ہوئی نظر آتی ہے یہ مظلوم بچے وراثتاً ماں کے پیٹ سے بہت سی بیماریاں لاتے ہیں اور اپنی بیماریوں کے باعث زندگی کے نہایت ہی تلخ سانس پورے کرکے رخصت ہو جاتے ہیں، اس وقت اموات اطفال کی تعداد بہ نسبت اور ملکوں کے بہت زیادہ ہے ہندوستان میں ہر سال لاکھوں ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں جو کسی طرح زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوتے، مرے ہوئے پیدا ہوتے ہیں یا پیدا ہو کر مر جاتے ہیں اس مصیبت کی سب سے بڑی وجہ ہندوستانی خواتین کی کمزوری ہے جس کا باعث محض پردہ ہے دنیا کا کوئی شخص محنت کاروبار ورزش، سیر و سیاحت اور ہوا خوری کے بغیر اپنی صحت کو قایم نہیں رکھ سکتا، اگر آج رستم کو زندہ کرکے مسلمان عورتوں کی طرح گھر کی چہار دیواری میں اسی طرح قید کر دیا جائے تو وہ چھ ماہ تک بھی اپنے جسم کی تازگی اور خون کی سرخی کو قایم نہیں رکھ سکے گا۔ لیکن جو عورتیں صدیوں سے نسلاً بعد نسل قید تنہائی میں اسیر ہیں اور ان کے سامنے کوئی ایسی صورت موجود نہیں ہے جو ان کی فطرت میں تازگی ان کے دلوں میں وسعت و سرور اور ان کے دماغوں میں فرحت و شادابی پیدا کر سکے۔ جب تک مسلمان عورتوں کو جہالت و تنگ نظری، غفلت و تن آسانی اور اس پردہ کی بری رسم کو نکال کر علم تہذیب محنت و مشقت اور کھلی آب و ہوا سے آشنا نہ کیا جائے گا وہ کبھی ملک و ملت کے لئے پاک باز، راست کیش غیور بلند ہمت، صحتور، اور وجیہ جوان مہیا نہ کر سکیں گی۔

اگر عورتوں کی تعلیم و تربیت، اصلاح و تہذیب اور صحت کا کوئی انتظام نہ کیا گیا تو کمزور سے کمزور نسلیں پیدا ہوں گی، اور خدا کی مقدس سرزمین کم مایگی، بد اخلاقی اور بد اطواری سے لبریز ہو جائیگی ضرورت ہے کہ ہم ان خطرات کا احساس کریں اور بلا پس و پیش اپنے حلقہ اثر میں عورتوں کی اصلاح

کی طرف متوجہ ہوں اب یہ خط ختم کرتی ہوں امید ہے کہ تم بھی اس رواج کے بت کو توڑ کر اور جہالت کے پردہ کو چاک کر کے ترقی کی راہ پر گامزن ہوگی، باقی خیریت ہے تم لوگوں کے لئے دل بہت اداس ہے، میری اچھی اختری کو دعا، نجمہ کو گلے لگا کر پیار کر لو۔ عجب بہن ہو ہمیں بھول گئی ہو۔ .... زیادہ دعا۔ تمھاری شمیم

غزل

کیجئے مشقِ ستم، ہاں بندہ پرور کیجئے
کب میں کہتا ہوں کہ سمجھیں رحم کے قابل مجھے

پیر کر پہنچوں وہاں تک آہ یہ ممکن نہیں
تک رہا ہوں یاس سے ساحل کو میں ساحل مجھے

مل چکا اوروں کو جب رنج والم روز ازل
تب بڑے الطاف سے بخشا گیا یہ دل مجھے

پھونک دے ہستی مری اے سوز الفت پھونک دے
نا امیدی اُن سے اب کرنے لگی غافل مجھے

پاؤں تھک جائیں تو سر کے بل لئے جائیگا شوق
کیا ڈرا سکتی ہے اختر دوریٔ منزل مجھے

از

محترمہ بیگم عباس علیخان بیخود ایم اے

(۲)

بہن شمیم کل کی ڈاک سے تمہارا خط آیا، بجمہ کے ابّا نے اندر بھیج دیا۔ بھلا خط کاہے کو تھا شیطان کی آنت تھا۔ مگر تمہارا خط وہ بھی مصر سے دل بیچین ہو گیا تمام کام چھوڑ کے پڑھنے بیٹھی، شروع سے اخیر تک پڑھ ڈالا، لیکن وہی پرانی رٹ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے، نئی جگہ، نئے لوگ، نئی ملاقاتیں، کوئی نئی باتیں لکھتیں، لیکن تمہیں تو ضد ہے کہ مجھے چھیڑو، تم کو اور بھائی جان کو میرے چھیڑنے میں ایک خاص لطف ملتا ہے، حالانکہ ہمیشہ منہ کی کھاتی ہو، مگر نا بہن اب کے تمہارا رویہ ناصحانہ ہے اور خدا جھوٹ نہ بلائے تو میرا گمان کیا یقین ہے کہ اب کے ہندوستان کو لوٹنے کے بعد اپنی لیڈری کا اعلان کر دوگی، اور اصلاح خواتین کے پردے میں ہمارے سکون اور چین کی دنیا کو تاراج کرنا شروع کر دوگی، اس لئے میں تمہیں لکھتی ہوں، خدا کے لئے غور کرو، اگر تم نہیں بدل سکتیں تو کم از کم للہ ہماری غریب بہنوں کے اطمینان کی دنیا کو ہنگامے سے بدلنے کی کوشش نہ کرو۔

پردے نے تمہارا کیا بگاڑا ہے صحت صحت جو تم پکارتی ہو، اس کو پردے سے واسطہ؟ یہ صحت آب وہوا اور غذا پر منحصر ہے، افغانستان کی عورتیں پردہ میں رہکر بھی بنگال کی آزاد عورتوں سے زیادہ قوی اولاد پیدا کر سکتی ہیں، سو عام طور پر ہندوستان کی آب وہوا ایسی ہے پردہ نشین خواتین کی اولاد بھی ایسے گرانڈیل، خوشرو، اور طاقتور ہوتے ہیں کہ بس دیکھا کیجئے، کیا تم نے چندی

دن قبل اخباروں میں نہیں پڑھا کیا وہ ہندوستانی ماں کا لعل[1] نہ تھا، جس نے زبسکو جیسے نامی گرامی پہلوان کو پل بھر میں نیچا دکھایا، دوسری بات یہ کہ ہندوستان غریب ملک ہے لوگوں کو پیٹ بھر کھانا میسر نہیں آتا۔ تن ڈھانکنے کو کپڑا نہیں ملتا، اتنا بوتہ نہیں کہ صفائی کا انتظام کر سکیں، ہوادار مکانوں میں رہیں ایسی حالت میں صحت اچھی رہے تو تعجب ہے جن کو خدا نے کھاتا پیتا بنایا ہے وہ اوری بنی ہوتی ہیں گولر تلے کی مرنے والیاں ہیں، ہل کر پانی تک نہیں پیا جاتا، اس پر دیر ہضم ثقیل غذائیں تحلیل ہوں تو کیونکر لیکن تم تو کہو گی کہ سارا فساد پردے ہی کا ہے بہن!

یہ سکھ روگ امیروں میں عام ہے اس سے غرض نہیں کہ وہ پردے میں رہتی ہوں یا بے پردہ میں یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ تم سے ملنے والی عورتیں جو بے پردہ رہتی ہیں، اگر اپنے چہرے سے غازے اور ہونٹوں سے مصنوعی سرخی دور کر دیں تو ان کے چہرے تمہیں پردہ نشینوں کے مریض چہروں سے کہیں زیادہ بھیانک معلوم ہوں گے دور کیوں جاؤ آخر تم بھی تو آزاد ہو، ذرا اپنی طرف دیکھو اور میری حالت سے مقابلہ کرو۔

بہن اب بھی اگر تم اپنی بات پر اڑی رہو تو ہٹ دھرمی ہے۔

تعلیم کی جو پوچھتی ہو تو اس میں بھی پردہ حائل نہیں، اگر چاہو تو ہر طرح تعلیم حاصل کر سکتی ہو اصل تو عورتوں کی تعلیم جداگانہ ہونی چاہیئے کیونکہ ان کی ضروریات مردوں کی ضروریات سے بالکل الگ ہیں اس پر بھی اگر یونیورسٹی کی ڈگریاں حاصل کرنی ہیں تو ان کا بھی انتظام ہے، پردہ میں رہکر ہماری بہتیری بہنوں نے ڈگریاں حاصل کی ہیں، اب کہو گی کلاس میں حاضری کس طرح ہو، تو میں کہتی ہوں، کہ حاضری ہی کیا ضرور ہے کتابیں اگر میسّر ہیں تو مطالعہ سے سب کچھ ہو سکتا ہے، ہاں کسی فن میں نمایاں قابلیت حاصل کرنے کو کہو تو یہ کسی قانون کے ماتحت نہیں، فطرت بعض لوگوں کو منتخب کر کے ایک خاص دماغ ودیعت کرتی ہے اور وہ خواہ کسی ماحول میں ہوں اپنا جوہر دکھائے بغیر نہیں رہ سکتے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کے جتنے لوگ آسمان ترقی پر ستارے نہیں بلکہ سیارے بنکر چمکے ہیں ان میں اکثر محض معمولی، غریب اور جاہل خاندانوں سے تعلق

---

[1] گاما پہلوان

سکھتے تھے ان کے نام کے ساتھ یونیورسٹی کا کوئی دم چھلّا نہ تھا، وہ یونیورسٹیوں کے نہیں، یونیورسٹیاں ان کی محتاج ہیں آج ان کی تصانیف پڑھنے اور ان کے کلام کے سمجھنے کی قابلیت پیدا کرنے پر یونیورسٹیوں سے ڈگریاں اور تمغے ملتے ہیں تم نے شکسپیر کا نام لیا ہے، اسی کو دیکھو، کس روشن خیال ماں کی گود میں پرورش پائی، کس یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کی، لیکن آج وہی شکسپیر ہے جس کو پڑھکر اور جس کی تصانیف پر مضامین لکھکر لوگ اعزاز حاصل کر رہے ہیں، آج بھی ہندوستان کی پردہ نشین تمہارے قول کے مطابق جاہل اجڈ، غیر مہذب مائیں ایسے فرزند پیدا کر رہی ہیں جن کے ایسے فرزندوں کی یورپ کی آزاد اور مہذب اور تعلیم یافتہ خواتین کو آرزو ہے۔

حالیؔ۔ شبلیؔ، آزادؔ، سرسیدؔ، اقبالؔ اور محمد علیؔ وغیرہ جیسے سپوتوں کو جن پر ہندوستان کو بجا ناز ہے اور رہے گا، انھیں پردہ نشینوں نے نہیں جنا؟ جب ان ماؤں کے لئے اپنے بچوں کی تربیت کی راہ میں پردہ رکاوٹ ثابت نہیں ہوا تو اب کیوں؟ پھر بھی تم کہوگی کہ پردہ ہی ہماری ترقی کی راہ میں حایل ہے۔

خیر اِن لوگوں کو جانے دو تمام بوڑھے پاگل ہوگئے ہیں ان کا دماغ کھسک گیا ہے۔ بھیجا خراب ہوگیا ہے، ہمارے آباو اجداد اس نسل جدید کے نقطۂ نگاہ کے مطابق غیر مہذب تھے، لیکن سرسیدؔ کو تم کیا کہوگی جنھوں نے عورتوں کی تعلیم کے لئے وہی پرانا طریقہ بہتر سمجھا اور کسی کالج یا اسکول کی فکر نہیں کی، بہن، مرحوم جانتے تھے کہ عورتوں کی ذمہ داریاں کچھ اور ہیں۔

آج کل جو تقسیم عمل پر اس قدر زور دیا جا رہا ہے وہ مہر کسے رابعہ کا رسے ساختند" کی تشریح نہیں تو کیا ہے، پھر بزرگوں نے مرد عورت کے درمیان جو تقسیم عمل کیا ہے اس میں کون سی برائی ہے کہ کیڑے ڈالے جا رہے ہیں؟ اور کیا ضرورت ہے کہ مردوں اور عورتوں کو ایک طرح کی تعلیم دیجائے جبکہ دونوں کی ذمہ داریاں علیحدہ ہیں۔

بہن شمیم! میری تعلیم بھی نئے اصول پر اسکول میں ہوئی، ایک زمانہ تھا کہ آزادیٔ نسواں کی مسموم ہوائیں میرے دماغ میں بھی چکر لگا رہی تھیں، لیکن خدا بھلا کرے پھوپی اماں کا کہ ان کی سختی نے مجھے بچا لیا گو اس وقت ان کی باتیں ناگوار گزرتی تھیں اب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سختیاں میرے لئے رحمت تھیں۔ ہاں تو میں بھی مردوں کو ظالم، سفاک اور خودغرض سمجھا کرتی تھی، لیکن بہن ایسا نہیں ہے آؤ تمہیں ایک واقعہ سنائیں جو باوجود معمولی ہونے کے میرے خیالات میں انقلاب کا باعث ہوا ہے، میرے خلیرے بھائی سمیع کی شادی تھی ہم لوگوں کو شریک ہونا ضروری تھا، ریل کا سفر چلنے کو تو چلے لیکن اسٹیشن پر وہ پریشانی ہوئی کہ خدا کی پناہ، بی بیوں کے قدم نہیں اٹھتے پاؤں من من بھر کے ہوئے جاتے ہیں، پیروں سے جوتیاں نکلی پڑتی ہیں۔ اس وقت بیچارے ابّا جان کی حالت قابل رحم تھی، ہاتھ میں پان کی پٹاری، گود میں حمید کبھی دوڑ کر قلی کو روکتے ہیں کبھی پیچھے آکر جلدی چلنے کی تاکید کرتے ہیں خدا خدا کر کے کسی طرح ریل میں سوار ہوئے تو آپ بستر درست کر رہے ہیں پانی کے لئے دوڑ رہے ہیں غرض ان کی جان عذاب میں تھی اور صرف ہمارے لئے اس کا مجھ پر بڑا اثر ہوا، ایسے مردوں کو جو ہم عورتوں کے لئے اپنے آرام کو آرام نہیں سمجھتے اور مفت کی پریشانیاں مول لیتے ہیں، ظالم کہنا احسان فراموشی نہیں تو کیا ہے۔

بہن جس کو تم آزادی سمجھ رہی ہو وہ آزادی نہیں غلامی ہے، وہ مرد جو آزادیٔ نسواں پر زور دے رہے ہیں، وہ عورتوں کی پابندی کا پھندا اپنے گلے سے نکال کر انھیں غلام بنانا چاہتے ہیں۔ کیا آج یورپ کی لڑکیوں کو سن بلوغ پر پہونچ جانے کے بعد مجبور نہیں کیا جاتا کہ وہ اپنی روزی آپ حاصل کریں اور خاندان کی مدد کریں اس کا اخلاقی نتیجہ جو ظاہر ہو رہا ہے وہ تمہارے سامنے ہے بیان کی حاجت نہیں ہمارے یہاں لڑکیوں کی پرورش، شادی بیاہ اور غور و پرداخت میں جتنی زحمتیں ہیں پوشیدہ نہیں، ہر شخص جس کے گھر میں لڑکی ہے جب تک اس کا انتظام نہ کرلے چین نہیں پاتا۔ بہت سے مردان ذمہ داریوں سے اکتا گئے ہیں۔ اور اس سے سبکدوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جو آزادیٔ نسواں کے

حامی بنے ہیں، اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ ہمارے مردوں نے ہم کو کھلونا بنا رکھا ہے، یہ بھی ماننا پڑیگا کہ وہ اس کھلونے کی حفاظت بھی اپنا فرض جانتے ہیں، لیکن آزادی نسواں کے حامی مرد ایک ایسا کھلونا بنانا چاہتے ہیں جس سے وہ کھیل سکیں لیکن اس کی حفاظت کی ذمہ داریوں سے الگ رہیں چنانچہ یورپ میں آزادی نسواں زوروں پر ہے نکاح ایک لفظ بے معنی ہو کر رہ گیا ہے اس کے کیا یہ معنی ہیں کہ مرد عورتوں سے لذت یاب ہونے کو تو تیار ہیں لیکن ان کی تلخیوں کے برداشت کی طاقت نہیں رکھتے، وہ عورت کی جوانی کے خریدار ہیں، لیکن اس کے بڑھاپے کے ذمہ دار نہیں، ارے بوڑھاپا تو بڑھاپا انہیں تو ہمارے بچوں کی پرورش تک گوارا نہیں اور تہذیب کے نام سے ایسی دوائیں ایجاد کی ہیں کہ اولاد پیدا کرنے کی زحمت سے چھٹکارا مل جائے چلو چھٹی ہوئی نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

بہن شمیم! میں تمہیں الزام نہیں دیتی خدا برا کرے غلامی کا کہ آزادی کی ہر ادا بھلی معلوم ہوتی ہے اور حاکم کا عیب بھی ہنر دکھائی دیتا ہے اس میں ہم کیا ہمارے مرد زیادہ گرفتار ہیں، لیکن تم سے استدعا کرتی ہوں خدا کے لئے سوچو اور اگر نہیں سوجھتیں تو ان زرق برق لباس، گلگونہ اور لونڈر والی عورتوں سے کلب میں نہیں ان کے گھروں پر ملو۔ ان کی خانگی زندگی کا نزدیک سے مطالعہ کرو تو تم کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہے۔

بات میں بات نکلتی چلی گئی اور وقت نہ معلوم کدھر گیا اب چار بج رہے ہیں نجمہ کے ابا کے لئے چاء تیار کرنی ہے۔ اس وجہ سے خط ختم کرتی ہوں، تمہیں قسم ہے اپنا حال برابر لکھتی رہو۔ نجمہ اور اختری سلام کہتی ہیں۔ خدا کرے تم اس سفر سے خوش خوش واپس ہو۔

تمہاری۔ عباسی (ن۔ غ لاہور)

بندشیں ٹوٹیں گی پیدا ہو جو نہی ذوقِ عمل | جو نکالیں قید سے عبال و پر پیدا ہوکر
لطف تو جب ہے کہ قلبِ سنگ سے ٹپکے لہو | نالہ و شیون میں بلبل وہ اثر پیدا ہوکر
ذرہ ذرہ میں نظر آجائے جلوہ یار کا۔ | دیکھنے کے واسطے پہلے نظر پیدا ہوکر
میں جہاں رکھدوں جبیں، کعبہ کھنچا آئے وہیں | اپنے سجدوں میں بھی زاہد یہ اثر پیدا ہوکر
آرزو جب ہے فنا فی العشق کی اختر تجھے | حضرتِ منصور سا قلب و جگر پیدا ہوکر

(اختر قریشی)

صنف نازک کا دوسرا رخ

از

محترمہ مسز ظہیر الدین احمد مختار (مرزاپور)

لوگ کہتے ہیں کہ عورت ایک نور ہے جس کی ضیا کائنات کے چپہ چپہ کو روشن اور سطح زمین کے گوشہ گوشہ کو منور کر رہی ہے، وہ دنیائے حسن کی ملکہ ہے جس کے جمال لازوال کی شعاعیں اس کے چھپی نرم و نازک جسم سے نکل کر اور باریک کپڑے میں سے چھن چھن کر چاروں طرف پھیلتی ہیں، عشق حسن کا ایک پھول ہے جس کے سرخ و نازک رخسار گلاب کی پنکھڑیوں سے بھی زیادہ ملیح اور دلکش ہیں، اس کی مخمور غزالی آنکھیں کسی اہل دل کو اپنی جانب کھینچنے کے لئے مقناطیس سے بھی کہیں زیادہ تیز اثر

رکھتی ہیں، اس کی شیریں بیانی اور خوش کلامی میں وہ رس اور چاشنی ہے جو شاید دنیا کی میٹھی سے میٹھی اور شیریں سے شیریں چیز کو بھی میسر نہیں، وہ رحم کی ملکہ اور کرم کی دیوی ہے اس کے دل میں محبت کا دریا موجیں مارتا ہے اور ہمدردی کی لہریں اٹھ اٹھ کر آرزومندان محبت سے ہمکنار و ہم آغوش ہوتی ہیں۔

اے سیدھے سادھے اور بھولے بھالے مردو! تم عورتوں کی جفاؤں اور سحر کاریوں سے ابھی ناواقف ہو۔ یہ تمہاری نازک خیالی اور بلند پردازی کا نتیجہ ہے، نہیں نہیں بلکہ تمہاری معصومیت و مسکینیت کا تقاضا ہے جو تم عورتوں کی اس درجہ تعریف و تحسین کرتے ہیں ذرا غور کرو اور چشم بینا سے کام لو تو یہ سیاہ پردہ جو عورتوں نے اپنے نسائی جادو سے تمہارے فہم و ادراک پر ڈال رکھا ہے فوراً اٹھ جائے گا اور تم اس کی ماہیت سے بخوبی واقف ہو جاؤگے۔

تمہارا خیال کہ عورت ایک نور ہے یا باغ حسن کا ایک پھول ہے غلط اور سراسر غلط، سنو! مجھ ~~سے سنو~~! میں تم سے ہمدردی رکھتی ہوں اور ایک زبردست ایثار کے بعد تم کو عورتوں کی اصلیت سے واقف کرتی ہوں۔ اچھا سنو!!!

عورت نور نہیں بلکہ نار ہے اور اپنی شعلہ مزاجی سے تمام مردوں کے معصوم دلوں پر آگ برسا کر ان کو خاک سیاہ کر دیتی ہے اس کی آنکھوں میں مستی یا خمار نہیں بلکہ زہر کے بجھائے ہوئے تیر ہیں جن کے ذریعہ سے وہ مردوں کے بے گناہ اور بے لوث دلوں کا نشانہ بناتی ہے اور ان کو ماہی بے آب کی طرح تڑپا تڑپا کر فنا کے گھاٹ اتار دیتی ہے اس کی سیاہ سیاہ زلفیں جو ظاہرہ اس کے رخ روشن پر اس طرح حلقہ کئے ہوتی ہیں جیسے کالی گھٹا چودھویں رات کے چاند کو حلقہ کئے ہو، حقیقت میں یہ نسائی جال ہے اس کا حسن صبیح، اس کی ادائے دلکش اس کی آواز نغمہ سنج اور اس کی گفتگو کے راحت فضا یہ سب دھوکا اور فریب ہیں حقیقت میں یہ سب اس کے حربہ و ہتھیار ہیں جن کے ذریعہ سے وہ مردوں کے مضبوط سے مضبوط اور مستحکم سے مستحکم قلعۂ دل کو بھی ڈھا کر سپرد خاک کر دیتی ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۴)

دوشیزۂ پرتگال

رُومانِ ادبی و تاریخی

نوشتہ

آقائی قویم السلطنتہ (سابق وزیر خارجہ ایران)

مترجمہ

سیّد تمکین کاظمی

منشی فاضل - ایم اے - ایس بی، ایم، آر، اے، ایس (لندن)

اہمیت رکھتی ہے اور ان دونوں سیاسی فرقوں میں سے تمہارا رجحان کس کی طرف ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم نہایت ہی آزادی سے جواب دو کیونکہ گارسیا کا تعاقب کرنا یہ ظاہر کر رہا ہے کہ تم میرے ہم خیال ہو؟

شکسپیر کہنے لگا۔

—— اگر تم شہنشاہیت پسند ہو تو ہم بھی تمہارے ہم خیال اور ہم مسلک ہو سکتے ہیں۔

دوشیزہ یہ سن کر خوش ہو گئی اور ہنسکر کہنے لگی،

—— مجھے اجازت دو کہ میں اتحاد مسلک کی وجہ سے تم سے دوستانہ مصافحہ کروں۔

ہاں تم نے مجھے بادشاہت پسند سمجھنے میں غلطی نہیں کی اگر تم یہ جانتے ہو کہ گارسیا یہاں ہے تو یہ سمجھ لو کہ وہ بادشاہ کو قتل کرنے کے سوا کسی اور کام کے لئے نہیں آئی ہے تم نے اس کا تعاقب کس لئے شروع کیا ہے؟

—— جب ہم نے اسے لندن سے چلتے دیکھا تو بادشاہ کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے خود بھی نکل پڑے خوش قسمتی سے اس کا ساتھ ہو گیا اور اسی ٹرین میں جگہ ملی جس میں کہ وہ آ رہی تھی گر تم حقیقت میں شاہ پرست ہو تو مجھے اس قصر کے واقعات کی اطلاع دو جس میں گارسیا داخل ہوئی تم نے وہاں کیا دیکھا اور کیا سنا؟

—— اس وقت جمہوریت پسند امراء وہاں جمع ہیں اور موجودہ حکومت کو توڑنے اور جمہوریت قایم کرنے کے متعلق تدابیر سوچ رہے ہیں مگر افسوس ہے کہ تم نے مجھے کچھ سننے نہیں دیا۔

—— کیا تم خفیہ پولس کے جاسوس ہو جو اس تاریک اور سرد رات میں یہ مصیبت اٹھا رہے ہو؟

—— میں اپنی طبیعت اور ارادہ کے وجہ سے جاسوسی کر رہا تھا اور یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کیا تصفیہ کرتے ہیں اور بادشاہ کے لئے کیا حکم ہوتا ہے۔

—— کیا تم نے کچھ معلوم بھی کیا؟

—— ہاں اس موضوع پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی بعض اس کو قتل کرنے کے موئد تھے اور بعض اس کے

گرفتار کرنے کے محرک ایک دو آدمی یہ بھی چاہتے تھے کہ اسے فرار ہونے کی مہلت دی جائے ۔ اس سے قبل کہ نتیجہ معلوم ہو تم نے مجھے آلیا اب تم کہو کہ تم بادشاہ کی نجات کے لئے کیوں کھڑے ہوئے ہو؟

—— اس واسطے کہ ہم گارسیا کے تعاقب اور گرفتاری کے لئے مامور کئے گئے ہیں اگر ہم اپنے فرائض کو انجام دیں تو بادشاہ کو بھی نجات مل سکتی ہے۔

دوشیزہ نے ان کے ہاتھ شکریہ کے طور پر دبا کر کہا ۔

—— اب جب کہ ہمارا مقصد ایک ہی ہے تو یہ بھی کہدو کہ تمہیں کس محترم ہستی نے اس کام کے لئے مامور کیا ہے؟

—— اس کا محرک کون ہے معلوم نہیں مگر لندن کی پولس کے افسر اعلیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ گارسیا کی نگرانی اور تعاقب کریں ہم نے خیابانِ سوہو میں اسے جالیا اور عازم پرتگال دیکھکر ساتھ ہوگئے ہمارا ارادہ یہ ہے کہ جس طرح بھی ہو اس کو گرفتار کر کے حکومت کے حوالہ کردیں تاکہ وہ کیفر کردار کو پہونچ سکے ۔

—— میں اس عنایت کے لئے تمہارا اور تمہاری حکومت کا شکر گزار ہوں کہ اگر تمہاری اور گورنمنٹ کی دور اندیشی کام نہ کرتی تو کسی پرتگالی کو بھی یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ گارسیا یہاں آئی ہوئی ہے مگر اس اثنا میں جمہوریت پسند کامیاب ہوجائیں اور تم اس کو گرفتار کرلو تو وہ کس کے حوالہ کی جائے گی کیونکہ اس وقت حکومت اس کی معاون اور حامی رہیگی اور گارسیا ان کی ہم خیال ہوگی ۔

—— ایسی صورت میں ہم صرف بادشاہ کی نجات کی کوشش کریں گے ۔

دوشیزہ نے تھوڑی دیر سوچکر کہا ۔

—— میں تمہاری مہربانیوں کا شکریہ ادا کرکے اطمینان دلاتی ہوں کہ تم چاہو تو اس سے بھی زیادہ کرسکتے ہو ۔

—— کیا کرسکتے ہیں؟

—— اگر مجھ سے وعدہ کرلو تو میں تمہیں وقت پر اطلاع دوں گی کہ کیا کرنا چاہئے تم کہاں ٹھیرے ہوئے ہو؟

——— ہوٹل کنٹی نان تال میں ۔

——— کس نام سے؟

——— ارمنڈ اور شکسپیر کے نام سے ۔

——— بہت خوب اب اجازت دیجئے پھر ملاقات ہوگی ۔

——— موٹر ہی پر چلیئے ۔

جس وقت دوشیزہ موٹر سے اتر گئی اور آگے جانے لگی تو ارمنڈ یہ کہتا ہوا کہ میں اس کا تعاقب کرتا ہوں ۔

موٹر سے اتر کر اس کے پیچھے روانہ ہوگیا اور صبح ہوٹل واپس ہوکر شکسپیر کو رپورٹ دی ۔

——— میں جب اس کے پیچھے گیا تو وہ ایک عالیشان عمارت میں داخل ہوگیا میں نے پولس سے دریافت

کیا تو معلوم ہوا کہ وہ قصر جنرل ڈلفاسے کا ہے ۔

شکسپیر نے یہ سنکر ہاتھ ملتے ہوئے کہا ۔

——— آہ ہم دھوکا کھا گئے

——— کیا کہا؟

——— یہی کہ جنرل جمہوریت پسندوں کا لیڈر ہے اگر یہ لڑکا اس کا بیٹا نہ ہو تو اس کا کوئی عزیز ضرور ہے ۔

ہمارے خیالات جنرل تک ضرور پہونچا دیگا بہتر یہ ہے کہ جس قدر جلد ہوسکے ہم کسی دوسری ہوٹل میں منتقل ہوجائیں

اور نام بدل کر رہیں ورنہ جمہوریت پسند گرفتار کر لینگے ۔

——— تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ جنرل جمہوریت پسند ہے ۔

——— ابھی ہوٹل کے ایک نوکر سے سیاسیات پرتگال پر گفتگو کرچکا ہوں میں نے جمہوری لیڈروں کو پوچھا

تو اس نے چند نام گنائے جن میں ایک جنرل بھی تھا ۔ ہمیں فوراً ہوٹل میڑوپال میں منتقل ہوجانا چاہیئے ۔

---

(۴)

قصر میں صرف وہی کمرہ روشن ہے جس کے پاس دو شیزہ کھڑی ہوئی تھی ۔

آٹھ آدمی نصف دائرہ کی شکل میں بیٹھے ہوئے ہیں بیچ میں ایک گول میز رکھی ہوئی ہے ۔

ان میں سے ایک نے کہا حضرات آج کا ڈاکٹر بمبارڈو کا قتل ہماری شورش کے لئے بہترین ہے کیونکہ پبلک اور خصوصاً ہماری جماعت کے لوگ اس قتل کے واقعہ کی وجہ سے مبتلائے ہیجان ہیں اگر اس آگ کو بھڑکایا جائے اور انھیں دعوتِ شورش دی جائے تو بہت کامیابی ہوگی ۔

دوسرے نے کہا کیا پبلک سمجھ چکی ہے کہ بمبارڈو کے قاتل بادشاہت پسند ہیں اور یہ قتل سیاسی اغراض کی بناء پر ہوا ہے؟

——— لوگوں نے اس سے زیادہ سمجھ لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "چونکہ ڈاکٹر جمہوریت پسندوں کا لیڈر تھا اس لئے سلطنت پسندوں نے اسے قتل کیا تاکہ فرقہ کمزور ہو جائے"۔

انھیں معلوم نہیں کہ ایک بمبارڈو کے قتل ہونے سے کچھ نقصان نہیں ہوا ابھی ہزاروں بمبارڈو باقی ہیں ہمیں چاہئے کہ اس حادثہ سے فائدہ اٹھائیں ۔

——— ہاں ہاں ایسا وقت کھویا نہیں جا سکتا خصوصاً جبکہ پبلک میں ہیجان پیدا ہو چکا ہو کیونکہ لوگوں نے کری ڈیٹ برڈیال کی آواز کو فراموش نہیں کیا ہے کہ آٹھ سو ہزار لیرا سے زیادہ حکومت اور بادشاہ کی جیب میں داخل ہوتے ہیں ۔

تیسرے نے کہا اگر ہم چاہیں تو ایسے طریقوں سے پبلک کو ہم خیال بنا سکتے ہیں مگر یہی کافی ہے کہ ان کو حکومت توڑنے کے بعد انتخاب کے موقع پر پارلیمنٹ کے ممبروں کی کمی اور زیادتی سمجھا دی جائے حکومت پرتگال درحقیقت استبداد اور ظلم کی بساط ہے حکومت پسند جس طرح چاہتے ہیں کھیلتے ہیں ۔

چوتھے نے کہا بادشاہ بیگم آفرودڈو ٹو اطالوی خانگی پرتگال کی دولت اپنی قسمت اپنی میں لکھا لائی ہے ۔

اس کے لئے بہترین اسباب تعیش مہیا کئے جا رہے ہیں اب ہمیں بادشاہ اور اس کے وزرا کے قتل کی تدبیریں سوچنی چاہئیں پرتگالی اس وقت تک امن و انصاف اور آزادی نہیں حاصل کر سکتے جب تک کہ ان کے سروں پر جمہوری پرچم نہ لہرائے جائیگو ہم نے بہت صبر کیا۔

پانچویں نے کہا ہاں یہ وقت جد وجہد کا ہے چاہئے کہ سلطنت کو آلہ معطل کی طرح نکال پھینکیں اور اس ظلم کی دیوار کو گرا کر جمہوری حکومت قایم کی جائے۔

پہلے نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ غدر اور اعلان جمہوریت کے لئے تیار رہو۔ اگر کسی کو اختلاف ہو تو وہ ظاہر کر دے۔

سب خاموش۔

—— اکثریت کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سب لوگ موافق ہیں اب ہمیں چاہئے کہ کامیابی کے اور پہلوؤں پر بھی غور کر لیں۔

ایک شخص نے کہا میں دس ہزار باقاعدہ فوج رکھتا ہوں اور ہر وقت لسبادیس کے قصر پر حملہ کرنے کے لئے تیار رہوں۔

دوسرے نے کہا توپ خانہ میرے اختیار میں ہے جس وقت چاہوں قصر سلطنت (گورنمنٹ ہاؤس) کو زیر وزبر کر سکتا ہوں۔

ایک اور شخص نے کہا جنگی کشتیاں میرے قبضہ میں ہیں میں دریا کی طرف کا راستہ بادشاہ کے لئے بند کر سکتا ہوں۔

ایک اور شخص نے کہا تمام لیس بن میرے ساتھ ہے جس وقت سلطنت توڑ دی جائے گی اور جمہوری پرچم بلند کیا جائے گا میں پبلک کو اس جھنڈے کے نیچے جمع کر دونگا۔

پہلے شخص نے کہا کیا دولِ متحدہ سے اطمینان رکھا جا سکتا ہے۔

اگر تیزی کے ساتھ جمہوریت قایم کرلی جائے تو وولِ خارجہ کو چوں وچرا کا موقع ہی نہ رہے گا سوائے اس کے احترام کے کیا کریں گے کیونکہ یہ ہماری حکومت قومی ہوگی ۔

ـــــ ضروری ہے کہ ہم شورش کے پروگرام کو اس طرح مرتب کریں کہ وہ چوبیس گھنٹے سے زیادہ طویل نہ ہو ۔

جنرل ڈُل فارئے نے کہا میں وعدہ کرتا ہوں کہ آدھی رات کے وقت بنسیا دیں کے قصر کا محاصرہ کرلونگا ۔ اپنی جنگی کشتیاں نہر تاثر میں لاکر قصر کے سامنے لنگر ڈال دونگا ۔

ڈی گونزی بھی شہر کے مرتفع حصوں پر توپ خانہ لگا دیگا یہ تمام کام آدھی رات کے وقفہ میں پورا ہوجائے گا اور صبح کو شورش کی علامت کے طور پر بارہ توپ سرکی جائیں گی اور فوجی دستہ اعلان جمہوریت کے طور پر گشت کریگا کہ اگر کوئی مخالف نظر نہ آئے یا مقاومت ظاہر ہو تو سرکوبی کی جائے اور قصر حکومت پر قبضہ کرکے فوراً جمہوریت کے کاروبار شروع کردیئے جائیں ۔

ڈیفارلنے کہا پروگرام اور نقشہ بہت ہی عمدہ ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر چیز عمدگی سے ہوجائے گی شاہی دستہ (گارڈ آف آنر) ابھی باقی ہے اور قوم میں بادشاہت پسندوں کی تعداد بھی کافی ہے اکلی روس اور رہبان خانوں کلیساؤں مندروں میں گولہ بارود بھی موجود ہے اس لئے میری رائے یہ ہے کہ پروگرام میں کچھ ترمیم کی جائے ۔

ـــــ وہ کیا ۔

ـــــ بادشاہ اور اس کے چچا ڈیوک رابرٹ اور دوسرے وزرا کا قتل کیونکہ بغیر خون بہائے آزادی ممکن نہیں اور شاہدِ محبوب آزادی کی رونمائی میں قربانی ضروری ہے ۔

ـــــ لیکن مجھے خون ریزی سے اتفاق نہیں ہے البتہ ان لوگوں کی گرفتاری کی رائے ضرور دوں گا اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک شخص ان لوگوں کی گرفتاری کے لئے مقرر کردیا جائے ۔

نون سوکوستانے جو ایک نامی رئیس تھا کہا ۔

—— اس میں شک نہیں کہ بادشاہ کا قتل ہماری نجات کے لئے ضروری ہے مگر وہ کون ہے جو آسانی کے ساتھ اس کو انجام دیسکے ۔

سامنے سے یکایک ایک آواز آئی میں ۔

تمام لوگ اس آواز سے پریشان ہوگئے اور گھبرا گھبرا کر دروازہ کی طرف دیکھنے لگے تھوڑی دیر کے بعد ایک پست قد موٹا آدمی دروازہ میں داخل ہوا ۔

—— آپ کی مخلص کارسیا ۔

تمام لوگ کارسیا کے یکایک آنے پر متحیرت ہوگئے کوستانے پوچھا تم ہو کب آئیں کس طرح آئیں ؟

—— اسی وقت کیونکہ میں یہ سمجھ چکی تھی کہ پرتگال کا تخت و تاج دو تین روز کا مہمان ہے ۔ اگر بادشاہ کے قتل کے لئے میری ضرورت ہو تو میں تیار ہوں ۔

جنرل ڈال فارنے نے کہا میں خون ریزی کو پسند نہیں کرتا مگر دوستوں کی رائے سے میں نے گرفتاری کا مشورہ دیا ہے اگر تم سے ہو سکے تو بسم اللہ ۔

—— جب تک یہ لوگ زندہ ہوں موجودہ حکومت کی تخریب اور جمہوریت کی تشکیل ناممکن ہے میری دانست میں بہتر یہ ہے کہ یہ لوگ جلد قتل کئے جائیں ۔

بہت رد و قدح کے بعد جنرل ڈال فارنے کا نقشہ منظور ہوگیا اور بادشاہ اس کے متعلقین وزراء وغیرہ کی گرفتاری اور جمہوریت کی تاسیس کے لئے دوسرے دن جلسہ طلب کرنے کے فیصلہ پر یہ جلسہ برخواست ہوا ۔

جب جلسہ برخواست ہوگیا اور سب جانے لگے تو ڈیفرار نے کارسیا کا ہاتھ تھام لیا اور دونوں مل کر جانے لگے ۔

دفرارا نے راستہ میں کہا ان احمقوں کا نقشہ مجھے پسند نہیں -

——کیوں -

——اس واسطے کہ جب تک بادشاہ زندہ رہیگا حکومت پسند طبقہ مقاومت کرتا رہیگا - فرض کرو کہ جمہوریت قایم ہوجائے اور ہوا خواہان سلطنت اور طرف داران اگلی روس اولیں فرصت میں علم بغاوت بلند کریں تو مشکل ہوگی اس لئے لازم بلکہ واجب ہے کہ فساد کی جڑیں ہی اکھیڑ دی جائیں - - - -

——کاریسا نے بات کاٹ کر کہا میں نے بھی تو یہی کہا تھا مگر کوئی مانتا نہیں -

اگر انھیں انھیں کے حال پر چھوڑ دیں اور ہم بقاء جمہوریت کے لئے کچھ کریں تو کیا برا ہے -

——کس طرح ؟

——اس طرح کہ بساط بادشاہ سے خالی ہوجائے -

——میں اس سے اختلاف کیسے کروں دراں حالیکہ میں خود اس کا محرک ہوں -

——بہت خوب پھر خاموشی کیوں !

——آخر اس کے اسباب بھی چاہئیں اس تک پہونچنے کا ذریعہ بھی ہو تم جانتے ہو کہ نیا دیس کے قصر کے نزدیک جانا گارڈ آف آنر کے نیزوں پر سر رکھنا ہے -

——اگر میں تمہیں بادشاہ تک پہونچا دوں اور کسی محفوظ مقام پر دونوں کو ملا دوں تو کیا دوگی -

——تم کیا چاہتے ہو اس کا سر تمہاری نذر کرونگی -

——پھر میں راضی ہوں کل تم سے کہونگا کہ کہاں ملنا چاہیئے -

(۴)

ہماری ہیروان دوشیزہ کا نام مارگریٹ ہے جو جنرل ڈل فارسے کی ایک لوتی بیٹی ہے اس کا باپ اسے اس قدر عزیز رکھتا ہے جس قدر تنگ دستوں کے پاس آفتاب زمستان یا مئے پرستوں کو شراب مروق - اس کی ماں نے لتے

چھوٹی سی عمر میں چھوڑ کر انتقال کیا تھا ۔

اس کا باپ جیسا کہ گزشتہ فصل میں ظاہر کیا گیا ہے بڑا جنرل ہونے کے علاوہ امرائے سلطنت سے ہے اور سلطنت پسندوں کا دشمن۔ گر مارگریٹ نے چونکہ شاہی خاندان کے ساتھ پرورش پائی ہے اور قصر نیسا دیس میں بادشاہ کے ساتھ رہی ہے اس لئے اپنے باپ کی ہم خیال نہیں ہے پرتگال کی سیاسیات سے بخوبی آگاہ ہونے کے علاوہ آزادی پسند طبقہ کے خیالات سے بھی واقف ہے اور بادشاہ کے لئے پریشان ۔

رات کو وہ اپنی عادت کے موافق جمہوریت پسندوں کے جلسہ کی کارروائی معلوم کرنے کے لئے مردانہ لباس میں نگرانی کر رہی تھی کہ شکسپیر اور ارمنڈ نے اسے گرفتار کرلیا ۔

اسے گارسیا کی آمد کی اطلاع سے بے انتہا پریشانی پیدا ہوگئی کیونکہ گارسیا کا مقصد جبکہ وہ سابق بادشاہ اور ولیعہد کے قتل میں شریک رہ چکی تھی اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ہے کہ مانویل کو قتل کرے ۔

رات کے آخری گھنٹوں میں شکسپیر اور آرمنڈ کو چھوڑ کر وہ اپنے گھر کو آگئی اور کپڑے اتار کر بستر پر پڑ رہی باوجود تکان اور کسل کے بادشاہ کے خیال نے اسے سونے نہ دیا یہاں تک کہ صبح ہوگئی صبح اس نے اپنے چچازاد بھائی چارلس ڈیگونڈی کو جو شاہی فوج کا افسر تھا بلوایا ۔

ڈیگونڈی کے لئے یہ بلاوا مژدہ وصل سے کم نہ تھا وہ فوراً قصر محبوب کو آگیا کیونکہ وہ رابطہ قرابت کے علاوہ دیرینہ رشتہ الفت بھی رکھتا تھا بچپن میں ہی اس نے اپنا دل دیدیا تھا اور اسی زمانہ میں ایک دوسرے سے منسوب بھی ہو چکے تھے گر ڈیگونڈی جمہوریت پسند تھا ۔

مارگریٹ ابھی شب خوابی کا لباس اتارنے بھی نہ پائی تھی کہ خادمہ نے اس کے آنے کی اطلاع دی اور ایک ۲۵ سال کی عمر کا صبیح المنظر خوش قیافہ جوان وردی ڈانٹے بلٹ لگائے تلوار حمائل کئے اپنی محبوبہ کے قدموں کے پاس سر جھکا کر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا ۔

رب النوع صباحت وجمال ڈیگونڈی تعمیل حکم کے لئے حاضر ہے ۔

دلبر پرتگال نے عشوۂ ناز کے ساتھ تیر نگاہ سے صید زنوں کو تڑپاتے ہوئے مسکراکر کہا ابھی لطیفہ گوئی کی عادت نہیں گئی بیٹھو کوئی کام تو نہیں ہے صرف تمہیں دیکھنے دل چاہتا تھا۔

اس نے اظہار تشکر کے لئے سر جھکاکر کرسی کھینچ لی اور اپنی محبوبہ کے سامنے بیٹھ گیا۔

بعست نستان نے پوچھا کیا خبریں ہیں آج کل کیا تحریکات ہو رہے ہیں اور بدبخت بادشاہ کے لئے کیا کیا جا رہا ہے۔

ڈیگو نڈی نے مسکراکر کہا کوئی تازہ بات نہیں ہے سوائے اس کے کہ ڈاکٹر بمبارڈو کے قتل سے لوگ مشتعل ہیں۔

—— گارسیا کی بھی کوئی اطلاع ہے؟

—— وہ لندن میں تھی تازہ خبر تو معلوم نہین۔

—— مجھ سے چھپانا بے فائدہ ہے تم سمجھتے ہو کہ میں تمہارے خیالات سے ناواقف ہوں اور تم کیا کیا کر رہے ہو مجھے معلوم نہیں کیا کل رات کو کمرہ میں مجمع نہیں تھا بادشاہ کی گرفتاری کی گفتگو نہین ہوئی گارسیا آخر وقت میں نہیں آئی۔۔۔۔۔

یہ سنکر ڈیگو نڈی کا چہرہ زرد پڑگیا اور وہ معذرت کے لہجہ میں کہنے لگا واقعہ یہ ہے کہ خاندان برگانس کا کوکب اقبال ظلم و استبداد کی شعاعوں سے پرتگال کو ویران کرچکا اب ضرورت ہے کہ یہ پرانی عمارت ڈھادیجائے یہ ایک قدرتی چیز ہے اور ہو کر رہیگی۔

—— لیکن تم جانتے ہو کہ بیچارہ مانویل بیقصور ہے کیونکہ ملک وملت کی ترقی کا خیال اس کے دل میں آیا ہی نہیں اور وہ ایک بامروت سخی جامع صفات جری شخص ہے اب تک کوئی ایسی بات اس میں نہیں پائی گئی جو بری ہو۔

آخر تمہیں ہو کیا گیا کیا تمہارے دل میں ایک ایسے لڑکے کے لئے محبت نہیں جس کا باپ قتل کیا گیا ہو

کیا تمہیں اس کی ماں پر رحم نہیں آتا ۔

——— اگر تمہیں کل کے جلسہ کی اطلاع ہوتی تو معلوم ہوتا کہ اس کے لئے کوئی برائی نہیں کی جا رہی ہے۔

——— ہاں مجھے سب معلوم ہے گر گارسیا مانویل کے جان کی لاگو ہو گئی ہے وہ بیس برس میں محض اسی لئے آئی ہے تاوقتیکہ وہ بیوہ ماں کو جوان فرزند کے ماتم میں نہ دیکھ لے نچلی نہ بیٹھے گی خدا کے لئے اس بیوہ ماں پر رحم کرو جو اپنے شوہر اور بڑے بیٹے کا ماتمی لباس پہنے ہوئے ہے ۔

——— میری جان کیا کیا جائے تمام چیزیں طے ہو چکی ہیں اب کچھ نہیں کیا جا سکتا ۔

——— میں یہ چاہتی ہوں کہ صرف مانویل کی جان بچائی جائے ۔

——— ہم تنہا ایسا نہیں کر سکتے !

——— میں دو اور آدمیوں کو جانتی ہوں جو میرے ہم خیال ہیں اور ہر قسم کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں ۔

——— وہ انگریز ہیں اور لندن کی خفیہ پولس سے تعلق رکھتے ہیں لندن پولس کے افسر اعلیٰ نے گارسیا کی نگرانی (جاسوسی) کے لئے انھیں مامور کیا ہے وہ گارسیا کے ساتھ آگر کنتی نان تال ہوٹل میں ٹھیرے ہوئے ہیں اتفاق سے کل رات مجھ سے ملاقات ہو گئی میں نے ان سے ملاقات کا وعدہ بھی کیا ہے میں چاہتی ہوں کہ تم ان دونوں کو لے آؤ ۔

دیگو نڈی نے تامل کے ساتھ کہا '

——— کیا تمہیں یقین ہے کہ اس نازک موقع پر ایسی کوشش خطرناک نہیں اگر جنرل . . . . . .

لعبت فتان نے قطع کلام کر کے کہا خدا کے واسطے ان توہمات کو دور کرو مانویل صاف دل جوان ہے میں بچپن سے اسکے ساتھ محبت رکھتی ہوں گارسیا کے ہاتھ سے اس کا بچانا میرا فرض ہے جلد ان لوگوں کو لے آؤ ۔

(باقی آیندہ) ———

بقیہ مضمون صنف نازک کا دوسرا رخ آہ۔ وہ کس قدر دردناک منظر ہوتا ہے جبکہ غریب مرد اپنے بھولے پن اور ناتجربہ کاری سے اس کی محبت کے جال میں پھنس جاتا ہے وہ اسکو رحمدل اور مہربان سمجھکر اپنا دل دے بیٹھتا ہے مگر جب قیمت دل کے عوض میں بجائے رحم کے ظلم اور بجائے مہربانی کے جفاکاری کو پاتا ہے تو اسے دنیا تاریک نظر آتی ہے۔ اور وہ ایک آہ سرد بھر کر خاموش ہوجاتا ہے وہ صبر سے کام لینا چاہتا ہے مگر بے صبری اسکی رہنمائی کرنے لگتی ہے جب اسکی تکلیفیں ایک حد تک پہنچ جاتی ہیں تو وہ گریہ وزاری اور اظہار بے قراری کرتا ہے اور گڑگڑاتی ہوئی آواز میں کہتا ہے کہ میری روح مضطرب ہے، دل بیقرار ہے آنکھوں میں آنسو ہیں کلیجے میں درد ۔۔۔۔۔! اے ملکہ حسن! میری التجاؤں کو آغوش اجابت میں جگہ دے اور میری تمناؤں کو ناکامی کے دریا میں ڈوبنے سے بچالے۔

یہ وہ سب سنتی ہیں مگر مسکرا کر خاموش ہوجاتی ہے!!!

آہ! مغرور پسند عورتوں کے گلاب سے زیادہ خوشنما گالوں اور شب ہجر سے زیادہ سیاہ زلفوں پر مٹجانے والے مرد روز و شب ناکامی پر پڑے حسرت و یاس سے دم توڑتے ہیں اور ان کی ٹھنڈی فغاں فضائے آسمانی کے غیرمحدود اور لاانتہاہی سلسلہ پر چاروں طرف سے ٹکرا کر مایوسانہ طرز سے نیست و نابود ہوجاتی ہے ان کے حسن لازوال کے پرستار ان کی سنگدلی سے تنگ آکر پہاڑوں پر سے گر کر جان شیریں کو رخصت کرتے ہیں، مگر ان تغافل کیشوں کے پتھر جیسے دلوں پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوتا۔!!

کیا عورتوں کی محبت اسی لئے مشہور ہے۔؟

کیا ان کی رحمدلی اور وفاشعاری کا یہی تقاضا ہے؟

ملکوت ہیر آئیل رجسٹرڈ

ایک طبیب کے نسخے اور دیسی ادویات سے تیار کردہ

جو

قلیل عرصہ میں اپنے کثیر فوائد کے باعث ملک میں

مقبولیت حاصل کرچکا ہے۔

کیا؟ آپ بھی! آپ مروجہ عام مضر اشیار سے تیار کردہ

تیلوں کا استعمال ترک کرکے صرف ایک بار

ایک روپیہ خرچ کرکے ملکوت ہیر آئیل کی

آزمایش نہ کریں گے۔

گوہر

مشتہر

دی دکن اگربتی اینڈ پرفیومری اسٹورس پتھر گٹی حیدرآباد دکن

تاجران میسور اگربتی و عطریات صابن وغیرہ

فیسی شیشی قیمت عہ

فیسی پیکنگ عہ

ٹیلیفون نمبر ۱۸۱

ماہر

ہلوّ! ... نمبر فور، ون، ایٹ، پلیز! ہُں ... ہُں ... ہُں ... ہاں ... کہاں سے؟

میں فرخ منزل خیریت آباد سے بات کر رہی ہوں — اور آپ؟

جی میں — رام دیال سیڈمل کلاتھ مرچنٹ کی دوکان سے۔" اچھا سنو — پرسوں معلوم ہوا تھا کہ آپ کے پاس جارجٹ اور نینو کے بالکل نئے نمونے آنے والے ہیں کیا وہ آگئے؟

جی — صرف جارجٹ اور نینو ہی کیا ہماری دکان میں ہمیشہ ہر قسم کا کپڑا ہر رنگ اور ہر ڈیزائن میں موجود رہتا ہے۔" ہاں! یہ مجھے معلوم ہے — لیکن سنتی ہوں کہ آپ کے ہاں دام واجبی نہیں ہوتے۔

بیگم صاحبہ اگر دام میں کبھی ایک پائی کا بھی فرق آجائے تو آپ ایک ہفتہ تک خریدا ہوا مال واپس کر سکتی ہیں۔" بہتر ہے۔ اپنے آدمی کو بھیج رہی ہوں فی الحال جنگلہ کا اور بارڈر والا جارجٹ روانہ کیجئے — اور ہاں آپکی دوکان کس نام سے موسوم اور کہاں واقع ہے۔

جی — رام دیال سیڈمل کلاتھ مرچنٹ پتھرگٹی روڈ۔ بس اتنا پتہ کافی ہے کیونکہ ہماری دیانت اور کاروبار کی وسعت نے خاص و عام میں ہم کو کافی مشہور کر رکھا ہے۔

گوہر

— امّی جان یہ لیجئے مدرسہ کی سالانہ رپورٹ اس دفعہ تو ہم درجہ اول میں کامیاب ہوئے ہیں۔

— آہا بیٹا بہت خوشی کی بات ہے خدا مبارک کرے۔

— نہیں امی ایسی خالی مبارکباد سے ہم نہ مانیں گے، ہم تو شیرینی کھائیں گے، شیرینی

— اچھا تو یہ کون بڑی بات ہے، یہ لو روپیہ آدمی کو بھیج کر منگوالو۔ مگر ہاں آدمی سے کہدینا کہ شیرینی حافظ محمد میاں کی دکان سے ہی لائے کیونکہ وہاں خالص گھی سے تازہ مٹھائیاں بنتی ہیں۔

— اچھی امی بھلا یہ دکان کہاں ہے۔

— ارے تمہیں معلوم ہی نہیں،

وہ تو "پتھر گٹی" پر واقع ہے۔

اس جگہ اشتہارات بمعاوضہ صرف دو روپیہ (دعاں) قبول کئے جائیں گے۔

اس جگہ اشتہارات بمعاوضہ صرف ایک روپیہ (عہ) قبول کئے جائیں گے

۱۳ برس ؟
کی طویل مدت سے ہمارا کارخانہ اپنے کام کی خوبی اور وعدہ کی پابندی کی وجہ نیکنامی کیساتھ ملک
اہل مذاق حضرات کیخدمت انجام دیرہا ہے۔ ہمارے پاس کپڑوں پر اعلیٰ درجہ کی رنگریزی
اور کیمیکل طریقوں سے صاف کیا جاتا ہے جس سے نئے اور پرانے کی تمیز اٹھ جاتی ہے۔
بڑی بڑی دریوں کا رنگنا صرف ہمارے لئے آسان ہے
دی امپیریل واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی
کپڑوں کو نفاست سے رنگنا اور رنگ میں چمک پیدا کرنا صرف ہمارا کام ہے
۶۱ جیمس اسٹریٹ سکندرآباد

غزل

(الف)

اکرم (عالیجناب نواب اکرم الدین خان بہادر)

کونسا دل ہے جو تیری یاد میں بسمل نہیں — بھول ایسی ہے کہ وہ احساس کے قابل نہیں

بیخودی جس کو نہ ہو وہ عاشقِ کامل نہیں — وصل و فرقت کے بکھیڑے عشق میں شامل نہیں

عشق میں جو راز تھا جو آج مجھ پر کھل گیا — میرے ہی دل کے سوا کوئی مرا قاتل نہیں

بحرِ حسن و عشق یکتائی کے دعویدار ہیں۔ — تہ نہیں ہے ایک کی تو ایک کا ساحل نہیں

ہے ثبوتِ حسنِ جاناں کیلئے تیرا وجود — اے نقابِ یار تو خود پردہ حائل نہیں

گردشِ چشمِ سیہ سے جان و دل وابستہ ہیں — آنکھ پھرتے ہی ہماری جاں ہمارا دل نہیں

کر رہا ہے اُن سے ملنے کی نئی تیاریاں — مشورے میرا پہ دل کے بس بھی اب شامل نہیں

اُن کی نزدیکی قیامت اُنکی دوری ہے بلا — وصل کے لائق نہیں ہیں ہجر کے قابل نہیں

کیا کرشمہ ساز ہے نیرنگیِ اندازِ حسن — دیکھتے وہ خود نہیں کہتے ہیں یہ قابل نہیں

وصلِ جاناں نے مجھے مدہوش ایسا کر دیا — چشمِ وا بھی لذتِ دیدار کے قابل نہیں

شکر ہے **اکرم** خیالِ یار دل میں جم گیا
اُن کے میرے بیچ میں اب پردہ حائل نہیں

غزل

آلم (ڈاکٹر سید مہدی حسن صاحب)

جس سے لطفِ زندگانی تھا ہمیں وہ دل نہیں — اب کسی سے ملنے جلنے کے بھی ہم قابل نہیں

کیا ترا مذہب مسلمانی بتِ قاتل نہیں — کیوں زباں پر تیری بسم اللہ دمِ بسمل نہیں

گر وصالِ یار کا طالب ہے پیدا کر کمال
اُس کو پا سکتا نہیں جو عشق میں کامل نہیں

دل ہے تیرے پاس ورایسا کہ ہو لاکھوں میں ایک
لیکن اب بھی وہ تیری نذر کے قابل نہیں

جانتا ہے گر نہ آئی آج، کل آجائیگی
جان تجھ پر دینے والا۔ موت سے غافل نہیں

پار کیا اُترے کوئی بحرِ محیطِ عشق سے
جس کا تنہا بیڑا نہیں۔ کشتی نہیں۔ ساحل نہیں

لوگ کہتے ہیں کہ بتخانے سے کعبے کو چلو
ہے تو بات اچھی۔ مگر دل اُس طرف مائل نہیں

دوستوں کے تم ہو دشمن دشمنوں کے دوست ہو
یہ گمان و وہم یا اندیشۂ باطل نہیں

گر یہی بیتابیاں ہیں صبح و شامِ ہجر تک
دیکھ لینا یا نہیں ہم یا ہمارا دل نہیں

ہو رہا ہے سہو سے قاتل کو دیدارِ اخیر
شکر یارب آنکھوں پر پٹی دمِ بسمل نہیں

کب کسی بیمارِ غم کی آپنے کی دیکھ بھال
سنہ زبانی مہربانی کا تو میں قائل نہیں

کام کی کثرت سے گر فرصت نہیں ہے موت کو
یہ غضب دیکھو کہ دنیا میں کوئی قاتل نہیں

کوہکن کی خودکشی سے ہو گیا ہم کو یقیں
جان دینی عشق میں آسان ہی مشکل نہیں

یار کی دیوار ہے سینہ مرا۔ ٹوٹیگا کیا
برق کی صورت بھی دل تڑپے۔ تو کچھ حاصل نہیں

دیکھتے بیٹھے ہیں سب رونا۔ تڑپنا۔ چیخنا
کوئی اتنوں میں ہمارے حال کا شامل نہیں

اُس پری پیکر کو شیشے میں اُتاروں کس طرح
میں کوئی رمّال۔ یا جفار یا عامل نہیں

دل مرا بہلانے کو احباب نے جلسہ کیا
خاک بہلے دل۔ جہاں وہ رونقِ محفل نہیں

نامہ بر جاتے وہاں کیوں دم نکلتا ہے ترا
جنتِ دنیا ہے وہ۔ کچھ آخری منزل نہیں

ہو گئی حاصل جسے چشمِ بصیرت اے اَلم
اُس کو ہفت افلاک کے پردے بھی تو حائل نہیں

غزل

اسدؔ (جناب میر صدیق علی صاحب مہتمم کتبخانہ سرکار حضرت آصف اعظم بہادر)

اُس کی بزمِ عیش میں جانے کے میں قابل نہیں — سچ ہے ناکامِ تمنا لائقِ محفل نہیں

یادِ جاناں سے کبھی یہ دل مرا غافل نہیں — اور اُس کو دیکھئے میری طرف مائل نہیں

میں سمجھتا تھا لکھینگے مجھ کو مضمونِ عتاب — اُنکی نظروں میں مگر اس کے بھی میں قابل نہیں

آرزوئے وصل کی تکمیل تیرے ہاتھ ہے — تو اگر چاہے تو اتنا کام کچھ مشکل نہیں

اک دمِ اُمید سے قائم ہے میری زندگی — ورنہ بیمارِ محبت زیست کے قابل نہیں

میں اُسے دیکھوں تو میرے دردِ دل میں ہو سکوں — وہ اگر پردہ کرے تو اُس کو کچھ حاصل نہیں

ہے سمندِ شوق کا حدِ نظر پر ہر قدم — اس وجہ سے مجھ کو خوفِ دوریٔ منزل نہیں

ہے وہ تقریر اندازِ تکلّم اِک فسوں — ہیں مسخّر اس کی باتیں اور وہ عامل نہیں

قبضہ دل پر کرلیا اپنی نگاہِ ناز سے — پہلے تھا یہ میرا لیکن اب یہ میرا دل نہیں

میری آشفتہ سری ہی قیس سے بھی کچھ سوا — ذرّہ ذرّہ ہی جنوں افزا فقط محمل نہیں

ناصحا اب ختم کر کچھ اور جینے دے مجھے — بارِ احساں کا دلِ نازک مرا قابل نہیں

بستے ہیں یوں تو سبھی اپنے پرائے اسدؔ
ہستیٔ دنیا میں لیکن رازدارِ دل نہیں

غزل

اخترؔ (جناب سید اختر علی صاحب)

مجھ کو ہے ہر بات مشکل آپ کو مشکل نہیں — آپ سب قابل ہیں لیکن میں کسی قابل نہیں

اے خیالِ غیر رخصت اس کے تو قابل نہیں ۔ جلوہ گاہِ دوست ہی خلوت سرائے دل نہیں
پرتوِ دستِ حنائی کا اثر اشکوں میں ہے ۔ اس کو خونِ دل سمجھتے ہو یہ خونِ دل نہیں
بیٹھنے بھی ہم نہ پائے تھی کہ درباں نے کہا ۔ اُٹھئے اُٹھئے بے ٹھکانوں کیلئے منزل نہیں
المدد ہاں المدد اے ہمتِ صبر و شکیب ۔ دو قدم کا فاصلہ ہے دور کچھ منزل نہیں
ہم اگر گرداب سے بچ بھی گئے تو کیا ہوا ۔ پوچھنے والا کوئی اپنا سرِ ساحل نہیں
بے ٹھکانے تھے جہاں پہونچے ٹھکانا کر لیا ۔ وہ قدم اپنا نہیں جو حاصلِ منزل نہیں
چند روزہ ہے تمہارے حسنِ فانی کا فروغ ۔ گھٹتا بڑھتا جس میں عارض ہو وہ کامل نہیں

جائیے اے حضرت **اختر** یہاں سے جائیے
بزمِ دنیا آسماں والوں کی کچھ محفل نہیں

غزل

(ب)

باغ (جناب سید کاظم علی صاحب)

ائے خیال ماسوا تو دل کے ہے قابل نہیں ۔ یہ مقامِ دوست ہے اغیار کی منزل نہیں
کیا دلِ صد چاک نذرِ نوکِ پیکاں ہو گیا ۔ جو شریکِ اشکِ پیہم آج لختِ دل نہیں
میں نہیں تم اپنی مردیدہ نظر سے پوچھ لو ۔ جب سے تم آئے یہاں پہلو میں میرے دل نہیں
گو پریشاں ہوں مگر رہتا ہوں تیری یاد میں ۔ میں کسی عالم میں ہوں تجھسے مگر غافل نہیں
گو سفر میں رات دن سرگرم ہے عمرِ رواں ۔ پر نشانِ نقش پا کوئی سرِ منزل نہیں
مٹنے والے کا نشاں دھندلا سا باقی رہ گیا ۔ خون کا دھبہ سا ہے پہلو میں میرے دل نہیں
اُن سے کہدو جنکو حُسنِ چند روزہ پر ہے ناز ۔ چودھویں کے بعد وہ رنگِ مہِ کامل نہیں

کہہ رہا ہوں ایک افسانہ طلسمِ عشق کا / آپ سُنیئے تو سہی یہ داستانِ دل نہیں

دل کے ہر گوشہ میں دنیائے تمنّا بس گئی / صد جہانِ آرزو ہے اب ہمارا دل نہیں

کس زباں سے دل کی بربادی کا افسانہ کہوں / ہائے کس دل سے کہوں پہلو میں میرے دل نہیں

دینے والے نے دیا اتنا کہ یہ کہنا پڑا / تجھ میں وسعت نام کو بھی دامنِ سائل نہیں

جس کو ہم آسان سمجھے تھے بہت دشوار ہے / جس کو تم مشکل سمجھتے ہو وہ کچھ مشکل نہیں

دل یہ کہتا ہے کہ اُس دَر تک پہونچنا ہی محال / شوق کہتا ہے چلو بھی دُور کچھ منزل نہیں

بزم میں کیوں دیکھتے ہیں مجھ کو دشمن بار بار / عاشقِ شوریدہ ہوں آئینۂ محفل نہیں

ہوگئی کایا پلٹ دَورِ جوانی کیا گیا / وہ اُمنگیں ہی نہیں وہ ہم نہیں وہ دل نہیں

عالمِ برزخ کا ذاتِ شادؔ صوفی میں ہے رنگ / سب میں شامل اور اُدھر اللہ سے غافل نہیں

باغؔ کو یہ کہہ کے بزمِ ناز سے اُٹھوا دیا
یہ ہماری انجمن ہے آپ کی محفل نہیں

غزل

بسملؔ (جناب سید ابن الحسن صاحب سشن جج)

عشق جسکا نام ہے وہ کار لاحاصل نہیں / تو ملا مجھ کو ملا سب کچھ نہ ہو گر دل نہیں

آپ کی سفّاکیوں پر غور جب کرتا ہوں میں / سوچتا ہوں واقعی پہلو میں میرے دل نہیں

بے حجابانہ تکلف برطرف جلوہ دکھا / میری لیلیٰ یہ مرا دل ہے کوئی محمل نہیں

ایک از خود رفتہ افسردہ پریشاں مضمحل / دل تو ہے پہلو میں لیکن آپکے قابل نہیں

بس یہ کافی ہے ذرا رُخ سے وہ سرکائیں نقاب / ماہِ کامل کو خجل کرنا کوئی مشکل نہیں

کیوں نہ بر آئے تمنا میری اے حسنِ ازل
مدعیٔ عشق ہوں حقدار ہوں سائل نہیں

میں وہی ہوں سر بہ کف کیوں ہے تامل آپکو
کہدیا ہی آپ سے کس نے کہ میں بسمل نہیں

غزل

براق (جناب سلطان محمود صاحب میرزا گورگانی)

پیش کش میں کیا کروں کچھ آپ کے قابل نہیں
نذرِ دل کرتا مگر دل بھی رہا وہ دل نہیں

جان حاضر ہے اگر منظور ہو لے لیجئے
عاشقِ صادق ہوں دینا جان کا مشکل نہیں

دونوں کے ارماں نکلتے دونوں ہوتے شاد کام
پردۂ شرم و حیا ہوتا اگر حائل نہیں

حال ہر عاشق کا وقتِ امتحاں کھل جائیگا
آپ سے پوشیدہ رہنے کا حق و باطل نہیں

سر جھکائے میں ہوں حکمِ قتل بھی وہ دیچکے
کھینچتا ہے میان سے پھر تیغ کیوں قاتل نہیں

دیر ہو یا ہو حرم جلوہ ہے اُس کا ہر جگہ
جو متصوّر ہیں وہ دعویٰ کرتے لاطائل نہیں

حضرت یوسف کو کیا نسبت ہے تجھ سے گلبدن
ہمسری تیری تو کر سکتا مہِ کامل نہیں

ناخدا لیجائے کس جا میری کشتیٔ حیات
جبکہ بحرِ غم کا آدل ہے کہیں ساحل نہیں

اے خدائے دو جہاں ستار و علام الغیوب
یاد سے تیری جو خالی دل رہے وہ دل نہیں

طالبِ امن و اماں ہے آپ سے شاہِ دکن
پوتا عالمگیر کا ہے غیر سے سائل نہیں

براق جب چاہینگے وہ تجھ پر کرم فرمائینگے
عقدۂ لاحل کا حل بھی شاد کو مشکل نہیں

غزل (ریختی)

بیگم (جناب عابد مرزا صاحب لکھنوی)

بات پہیلی ہے سنو، کہتی ہوں، کچھ مشکل نہیں
ساری دنیا ہے مری آنکھوں میں باجی تل نہیں

موت کا پیغام آیا سوت کو یہ سل نہیں
کیوں دوا کرتی ہو دق ہوتی ہو کچھ حاصل نہیں

دیکھتی ہوں خواب وحشتناک جب سوتی ہوں میں
فال کھلوانے کہاں جاؤں کوئی عامل نہیں

بے تکی باتیں سدا کرتی ہو بی چٹھی نویس
گو پڑھی لکھی ہو لیکن بات کے قابل نہیں

ظلم کرتا ہے مرے اوپر جو ناحق بیدھڑک
اُو موئے! سمجھا ہے تو شاید خدا عادل نہیں

جو کہے مانو اُسے بنّو، یہی تدبیر ہے
مَردوے پر قبضہ کر لینا کوئی مشکل نہیں

اپنا جلوہ خواب ہی میں آپ دکھلا دیجئے
گر، یہ آنکھیں آپ کے دیدار کے قابل نہیں

آنکھوں آنکھوں میں کوئی دل کو اُڑا کر لے گیا
ڈھونڈھتی ہوں، ہائے پہلو میں نگوڑا دل نہیں

سخت باتوں کی نہیں سننے کی مجھکو تاب ہے
سنگدل تم ہو مگر پتھر کا میرا دل نہیں

حفظِ نظر بنّو، اُدے والے ہیں یہ اسپند کے
گورے مُنہ پر چاندنی خانم کے کالے تل نہیں

آرزو ہے کربلا ہو جائے **بیگم** کا وطن
یاد فرمائیں اگر مولا، تو کچھ مشکل نہیں

غزل

(ج)

جوگی (بھاشا) جناب عبدالرئیس صاحب

وہ ڈھیٹھ سجنی شیام سندر ساکو دُکا تِل نہیں
بان نینن کے چلاوت اور کرت گھائل نہیں

[illegible] بیسے مورا [illegible] موہن بھیو نینن سے اوٹ
اے سکھی کاسے کہوں پل بھر بیاکل دل نہیں

[illegible] نینان ہی مابس ونرین تلپھت تیہ رہے
شیام کے چرنن او بھاگی جات کاہے پل نہیں

[illegible] بولی تو ہی رٹ [illegible] پیپیہا باورے
پریم کی ماری کا کا جھٹپے کر جواہل نہیں

مو [illegible] اگیو وہ شیام بٹھلے آکو ہری
جاکی مُرلی سے کو وُ سنسار اکائل نہیں

[illegible] ہم سے بھیو کاہے بھیئے ایسے کٹھور
شیام تم ہر دے بسے پہلے تو تھے گھابل نہیں

[illegible] بیتو [illegible] موہن تمکا [illegible]
سوری آشا کا کنول اب جات کاہی کھل نہیں

[illegible] پاپی [illegible] تولی کاہے بھرت ڈوار
پریم بن یہ پریم رس ڈھونڈھی سے جھٹے پل نہیں

اچھیا جوگی کی ہے جگ جگ رہو تم شاد شاد
شاد نگری ما تہارے ہوت کچھ مشکل نہیں

غزل

(ذ)

ذکی (جناب محمد عبدالسلام صاحب)

کون ہے جو آشیانِ عشق پر سائل نہیں
دین ہے اللہ کی کوشش سے کچھ حاصل نہیں

جلوت و خلوت میں سوتے جاگتے ہیں رات دن
تیرا عاشق یاد سے تیری کبھی غافل نہیں

دیکھ لوں بے پردہ تجھکو میں جو مٹ جائے خودی
میں ہوں جبتک میں" تری دیدار کے قابل نہیں

کھینچ لا۔ اے جذب الفت اس کو اک دن کھینچ لا
تو اگر چاہے تو یہ آساں ہے کچھ مشکل نہیں

گرہ

اب وہ سارے پردہ ہائے اعتبارات اٹھ گئے
میرے اُس کے درمیاں پردہ کوئی حائل نہیں

تیرے جلوے کا ہوں شیدائی دکھا جلوہ مجھے
ہے یہی مقصود دل جنت کا میں سائل نہیں

صحبت اغیار سے پرہیز کر۔ پرہیز کر
جو نہیں ملنے کے قابل ان سے اے دل مل نہیں

قہر تو دیکھو کہاں انساں کہاں الفت کا بار
اور پھر کیا ہے اگر یہ ظالم و جاہل نہیں

کاش تو آگاہ ہو اے آشنائے بحر عشق.
عشق کا وہ بحر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں

امتیاز ناقص و کامل کی بحثیں ہیں عبث
یعنی مجھ سا ناقص اور تجھ سا کوئی کامل نہیں

شاد رکھے حق جناب شاد صوفی کو مدام
بے جناب شاد صوفی، رونق محفل نہیں

بے قراری میں کبھی اُٹھے کبھی بیٹھے ذکی
عاشق ناقص ہو شاید عاشق کامل نہیں

غزل

(۱۳)

سعید۔ عالی جناب نواب تراب یار جنگ بہادر

زندگی ہی کیا کہ لطفِ زندگی حاصل نہیں
دل تو پہلو میں ہے لیکن اضطراب دل نہیں

جسکو میں مانوں وہ تیرا اضطراب اے دل نہیں
ہو کے بسمل جو نہ تڑپا دے اُسے بسمل نہیں

آپ چاہیں غیر کو میں آپ کو چاہوں تو جرم
آپ ہی کا دل ہے دل کیا اور مرا دل ہی نہیں

تم نہ آجانا کہیں بالیں پہ میری وقتِ نزع — حالِ بیمارِ محبت دید کے قابل نہیں

ہیں جفائیں آپ کی اور اپنے دل کا حوصلہ — جان دینا پھر محبت میں کوئی مشکل نہیں

دل نہ ٹھیرا ہے نہ ٹھیریگا قیامت تک کبھی — جادۂ عشق و محبت کی کوئی منزل نہیں

کہہ رہا ہے شمع و پروانہ کا ربطِ باہمی — سوز جس دل میں نہ ہو وہ عشق کے قابل نہیں

وہ تو کہئے کچھ خدا ہی نے مدد کی اے **سعید**
تم سمجھتے تھے رہِ صبر و وفا مشکل نہیں

غزل

سالک - جناب سید علی حسن صاحب نقوی

زحمتِ فکرِ کشود کار سے حاصل نہیں۔ — یہ بھی اک رازِ مشیت ہے مری مشکل نہیں

وہ نظر آتی ہے گردِ کاروانِ رفتگاں — اب گرانِ دل پہ خیالِ دوریٔ منزل نہیں

ہائے وہ دن جبکہ تھا خود حسن بیتابِ جمال — آج میں لطفِ نگاہِ ناز کے قابل نہیں

اٹھ کہ ہے ہنگامۂ عالم کو تیرا انتظار — بیخبر! موجِ رواں آسودۂ ساحل نہیں

فصلِ گل ہے جوش پر آئی ہے دانوں کی ہوا — حیف تو لے رونق آرائے حریمِ دل نہیں

کرچکی برباد اس کو بھی ہوائے روزگار — کچھ نشانِ کارواں باقی سرِ منزل نہیں

مجھ پہ اے **سالک** کھلا ہے جب سے رازِ جستجو
دل میں باقی حسرتِ آسائشِ منزل نہیں

غزل

سلیم (جناب محمد یونس صاحب)

تھا نشانہ جو نگاہِ ناز کا وہ دل نہیں
ہم سلیم اب امتحانِ عشق کے قابل نہیں

ہو گیا معمور جلوؤں سے، تو دل پھر دل نہیں
قطرہ ہے قطرہ، وہ جب تک بحر میں شامل نہیں

پہلے یہ ارماں تھا دل کا مر مٹیں اُس شوخ پر
اب یہ حسرت ہے کہ مر مٹنے کے بھی قابل نہیں

جستجو اب کیا کہ ہم خود جستجو میں گم ہوئے
پہلے منزل تھی مگر اب کوئی بھی منزل نہیں

اپنے آئینہ میں اک دن شکل میری دیکھ لو
عشق کا اندازہ کرنا حسن سے مشکل نہیں

جلوۂ رخ دیکھنے کے واسطے آنکھیں تو ہوں
طالبِ دیدار ہو جانا تو کچھ مشکل نہیں

جتنے مسلک ہیں جہاں میں سب کا مرکز عشق ہے
راستے گو مختلف ہیں مختلف منزل نہیں

جو جہاں ڈوبا وہیں اُس کا کنارہ ہو گیا
ورنہ دریائے محبت میں کہیں ساحل نہیں

صرف جلوہ ہے تمہارا اب نہ ارماں ہے نہ شوق
حسن کے خلوتکدہ میں عشق کی محفل نہیں

لامکانِ عشق میں یہ کہیئے دل گم ہو گیا
عالمِ کون و مکاں تو اب مرے قابل نہیں

ہچکیوں میں نزع کی پنہاں ہے رودادِ حیات
یہ شکستِ دل کی آوازیں بھی لاحاصل نہیں

کوئی رخصت ہو رہا ہے یا قیامت ہے قریب
آج کچھ تو ہے کہ اپنے رنگ پر محفل نہیں

ابتدا یہ تھی کہ پہلے دل تھا دل میں درد تھا
انتہا یہ ہے کہ بس اک درد ہے اب دل نہیں

ایک دربارِ جنابِ شاد ہے ورنہ سلیم
اب کہیں بھی امتیازِ ناقص و کامل نہیں

غزل

(ص)

صہبا - جناب عبدالوکیل صاحب

ہیں یہ سب ناحق کے شکوے کوئی اہلِ دل نہیں
تم ذرا دیکھو نظر بھر کر تو کچھ مشکل نہیں

کس جگہ لیلیٰ نہیں، ناقہ نہیں محمل نہیں
ہاں مگر اب مثل مجنوں کوئی اہلِ دل نہیں

جگمگا سا گیا یہ پروانوں کے دم کے ساتھ تھا
ہے وہی محفل مگر اب رونقِ محفل نہیں

ڈوبنے والا تو جا پہونچا ہے ساحل کے قریب
دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ کچھ حاصل نہیں

ہے اسی اک آخری ہچکی میں رودادِ حیات
بے مروت اب تو سُن۔ یہ شکوۂ باطل نہیں

رہروانِ عشق ہیں ممنونِ لطفِ بیخودی
خواب میں بھی انتشارِ دوریٔ منزل نہیں

ایک ہی ہچکی میں یہ کہکر کسی نے جان دی
خیر کچھ ہو وہ تو میری یاد سے غافل نہیں

پوچھ میرے جرم مجھ سے اپنی رحمت دیکھکر
یہ نہیں کہتا کہ میں تعزیر کے قابل نہیں

اللہ اللہ عہدِ ماضی کے تصور کا یہ حال
دو گھڑی میں فرصتِ احساسِ مستقبل نہیں

حشر میں کیا دوگے ان داماں کے دھبوں کا جواب
میں اگر کہنے کو کہہ بھی دوں کہ یہ قاتل نہیں

تا ابد صبح و مسا صہبا رہیں یہ شاد شاد
جو گھڑی بھر بیکسوں کے حال سے غافل نہیں

غزل

(ع)

عالی - عالیجناب راجہ نرسنگراج بہادر

کون کہتا ہے نگہ ظالم تری قاتل نہیں
پر تڑپنے کے لئے پہلو میں میرے دل نہیں

ہو کے بسمل دیر تک تڑپوں میں وہ بسمل نہیں
جان ہنستے بولتے دیدوں یہ کچھ مشکل نہیں

غیر کے دکھ درد میں انساں اگر شامل نہیں
خاک کا تودہ ہے وہ عالیؔ کسی قابل نہیں

جو نہ تڑپے زیرِ خنجر وہ کوئی بسمل نہیں
جو نہ تڑپائے نگاہِ ناز سے قاتل نہیں

ہر سکونِ قلب پر دھوکا نہ کھائے راہرو
سوچتا کیا ہے ذرا بڑھ آگے یہ منزل نہیں

ڈال دی کشتی جو دریا میں تو بیڑا پار ہے
دل کا آنا ہی ہے مشکل اور کچھ مشکل نہیں

عشق کے پیراک کو اتنا سمجھنا چاہیے
یہ وہ دریا ہے نہیں جس کا کوئی ساحل نہیں

گل پہ بلبل مر مٹا لیکن نہ آیا رحم کچھ
کیا سرشتِ گل وفا کی تجھ میں آب و گل نہیں

شمع پر بھی جل چکا پروانہ دیکر یہ صدا
عشق کے کوچے کی یہ بھی آخری منزل نہیں

شوق کہتا ہے کہ چل بھی زیست کی پروا نہ کر
ضعف ہمت کہہ رہا ہے تو جگہ سے ہل نہیں

حق ہی حق ہے ہر جگہ مانے نہ مانے یہ کوئی
آنکھ کو ہے کیا خبر اس کی کہ ہے حائل نہیں

ہیں گل و گلشن وہی لیکن نہیں لطفِ بہار
یار محفل میں نہیں اور رونقِ محفل نہیں

چاہتا تھا جس دوا کو اب نہیں اس کی تلاش
درد تو باقی ہے لیکن اب مرا وہ دل نہیں

حاصلِ مطلب یہی ہے عالیؔ اپنی زیست کا
حاصلِ دنیا کو ہم سمجھے کہ کچھ حاصل نہیں

غزل

عالیؔ - جناب محمد اسمٰعیل خاں صاحب خورجوی

کیا کہوں میں حالِ دل کہنے کے یہ قابل نہیں
جب سے دیکھا ہے تمہیں قابو میں میرے دل نہیں

کیا سناؤں دردِ دل کی میں کہانی آپ کو
آپ کے سُننے سنانے کے تو یہ قابل نہیں۔

دیکھ کر اس شوخ کو کیا حال میرا ہو گیا
دم میں میرے دم نہیں پہلو میں میرے دل نہیں

کچھ زکوٰۃِ حسن ہم کو بھی خدارا دیجیے
آپ کے دیدار کے بھوکے ہیں کچھ سائل نہیں

دیکھو مایوسی شہیدانِ محبت کی ذرا
جلتے ہیں کہتے ہوئے مقتل میں وہ قاتل نہیں

ہم سے دیوانوں پہ کیا ہوگا نصیحت کا اثر
ناصحا ہم منے مرے اِن باتوں سے کچھ حاصل نہیں

دوستو آنے دو آئی ہے اگر فصل بہار
اب کہاں وہ ولولے وہ ہم نہیں وہ دل نہیں

دیکھو گر چشمِ بصیرت سی تو کھل جائے ابھی
میرے اُن کے درمیان پردہ کوئی حائل نہیں

یہ محافظ حسن جاناں کا ہے کیا جانے کوئی
تم اسے خال سیاہ سمجھے ہو یہ وہ تل نہیں

وعدے کرتے ہو کبھی ایفاء وعدہ بھی کیا
میں تو اب قول و قسم کا آپ کے قائل نہیں

دیکھو پروانوں کو کیسے تم پہ ٹوٹے پڑتے ہیں
شمع روشن ہے مگر کوئی اودھر مائل نہیں

ہے زباں پر دوستوں کی جی نہیں لگتا ذرا
کیا سبب کیوں آج عالیؔ بزم میں شامل نہیں

غزل

(۵)

معینؔ عالیجناب نواب معین الدولہ بہادر امیر پائیگاہ

بے وفا جب سے یہ سُن پایا ہے دل میں دل نہیں
دو گھڑی بھی غیر سے خالی تری محفل نہیں

انجمن میں اپنی وہ رشکِ مہِ کامل نہیں
کیا کہیں محفل ہی لیکن رونقِ محفل نہیں

غیر سے ترکِ تعلّق مجھ سے اقرارِ وصال
آپ اگر چاہیں تو سب آسان ہے مشکل نہیں

کیا حسینانِ جہاں سے مہربانی کی اُمید
ایک پتھر اِن کے سینے میں ہے گویا دل نہیں

دیکھتے ہیں آج وہ مجھ کو نگاہِ لطف سے
وہ عنایت ہو رہی ہے جس کے ہم قابل نہیں

اس کی خاموشی میں اِک حُسنِ طلب کا راز ہے
ہاتھ پھیلانے کا عادی آپ کا سائل نہیں

حضرتِ ناصح کی ہاں میں ہاں ملانا ہی پڑا
منہ پہ قائل ہوں تو کیا دل میں تو میں قائل نہیں

بزمِ دنیا میں نہیں ہے مجھکو راحت کا خیال
وہ مسافر ہوں کہ جس کو خواہشِ منزل نہیں

راستہ بتلا دے مجھکو منزلِ مقصود کا
اے معینؔ اب کوئی ایسا رہبرِ کامل نہیں

غزل

ماہرؔ جناب منظور حسین صاحب

عرصۂ ہستی، جنونِ عشق کے قابل نہیں — اس میں وسعت ہے بہت لیکن بقدرِ دل نہیں

میں نے مانا، میری نظریں دید کے قابل نہیں — آپ کے جلوے اگر چاہیں تو کچھ مشکل نہیں

ایک مرکز پر سمٹ آئے ہیں اجزائے حیات — دل سمجھ رکھا ہے جس کو درحقیقت دل نہیں

منزلِ الفت میں کب کا ہو گیا ہوتا ہلاک — وہ تو یہ کہیے مجھے اندازۂ مشکل نہیں

خاک کے ذرّے، چمن کے پھول، دریا کی موج — کون ایسا ہے جو ان میں یادگارِ دل نہیں

موت کے طعنے نہ دو، ترکِ تمنّا پر نہ جاؤ — وہ بھی آساں ہے مجھے، یہ بھی کوئی مشکل نہیں

فصلِ گل میں مست رنگ و بو ہے ہر اہلِ چمن — ایک شبنم ہے کہ جو انجام سے غافل نہیں

کس لئے پروانہ اپنی جان سے بیزار ہے — شاید اس کو اعتبارِ عشرتِ محفل نہیں

اور کیا ماہرؔ کیا جائے خموشی کے سوا
کس کو حالِ دل سنائیں، کوئی اہلِ دل نہیں

غزل

(ف)

فاضلؔ - جناب میر محمد حسین خانصاحب

فکرِ تحصیلِ رضائے دوست کے قابل نہیں — جس کو دل کہتے ہیں اہلِ دل وہ میرا دل نہیں

دردِ دل سننے کے تم کہنے کے میں قابل نہیں — جاؤ اب وہ تم نہیں وہ میں نہیں وہ دل نہیں

آئے وہ پر میں نہ سمجھا کون آیا کب گیا — جذب کامل ہی توجہ ہی میں خود کامل نہیں

مانگ دل کی ہے الگ فرقت کی دھمکی ہی الگ — وہ کھڑے ہیں سامنے اور میرے دل میں دل نہیں

چشم و ابرو روے و مو دندان و لب کا ذکر کیا — تیرا شیدا ان کی ہست و بود کا قائل نہیں

کر دیا رسوا انا لیلیٰ نے تیرے حسن کو
قیس لیلیٰ ہی نہیں گر پردۂ محمل نہیں

وہ چلا اک ہاتھ میں سر ایک میں خنجر لئے
اب بھی دل چلا رہا ہے یہ مرا قاتل نہیں

والۂ تیغ ادا کا جینا مرنا ایک ہے
زندہ دل زندہ جسے سمجھیں وہ بیدل نہیں

آتش فرقت نے اُن کی کیا اڑائے ہیں دھوئیں
میرے تن میں نام کو آثار آب و گل نہیں

پردہ اچھا یا برا ہے عذر اس پر کیا کرے
میری آنکھیں ہی ترے دیدار کے قابل نہیں

جھڑکیوں سے آپکی سیری کبھی کی ہوگئی۔
میں محبت کا ہوں بھوکا نان کا سائل نہیں

کاروان زیست کیا ہے ایک دم کا کھیل ہے
ساتھ اچھا ہو تو عقبیٰ کچھ کڑی منزل نہیں

جنس دل لینی ہے لے لینا یہ سن لو سوچ لو
ہے تو چیز اچھی پر اطمینان کے قابل نہیں

سہم جاتا ہے لہو کشتہ کا اپنے دیکھ کر
میرے قاتل کا دل نازک ابھی قاتل نہیں

ٹھیک ہے اسم اور ہے فاضل مسمّٰی اور ہے
نام فاضل ہے تو کیا میں ذات سے فاضل نہیں

غزل

(ق)

قیسؔ جناب خواجہ بدیع اللہ صاحب

وصل کی کوشش سے کیا حاصل ہی کچھ حاصل نہیں
جب جگر پہلو میں سینہ میں ہمارے دل نہیں

میں اڑوں اڑ کر ملوں ایسا تو میں سائل نہیں
بات یہ ہے دوسری کہدو کہ تو قابل نہیں

میں اگر چاہوں تو ہو جائیگا مشکل سہل کام
تم اگر چاہو تو سب کچھ سہل ہے مشکل نہیں

کشتۂ تیغ تغافل ہوں تمہیں معلوم ہے
خوں لگا کر میں شہیدوں میں ہوا داخل نہیں

چلتے پھرتے ہیں تصور میں وہ میرے رات دن
اُن کے میرے درمیاں پردہ کوئی حائل نہیں

میری اُمیدوں کو شاید منقطع کرنے کو ہے
تیز کرتا ہے چھری میرے لئے قاتل نہیں

کوئی دم میں طے کریگا ساحلِ ملکِ عدم — ہاتھ پاؤں مارتا ہے مفت یہ بسمل نہیں
آرزو حسرت تمنا یاس کس کا ہے جگھٹا — یہ تو سب کچھ ہے مگر پہلو میں میرے دل نہیں

کس طرح ملتی سخن کی داد اہلِ بزم سے
قیس صاحب ناقصوں میں بھی تو ہم کامل نہیں

غزل

(۹)

واصفی جناب سید عبدالصمد صاحب

سنگدل ہے وہ تپش سے آشنا جو دل نہیں — لذتِ دردِ محبت اُس کو کچھ حاصل نہیں
بات کہدینی زباں سے یوں تو کچھ مشکل نہیں — اس کو کیا کیجئے کہ تابِ عرضِ حالِ دل نہیں
گلشنِ دلدار کی جب سے ہوا حاصل نہیں — غنچۂ پژمردہ ہے پہلو میں اپنے دل نہیں
مضطرب میں ہی نہیں ہوں ایک بحرِ عشق میں — مضطر و بیتاب کیا موجِ لبِ ساحل نہیں
کس لئے راہِ طلب میں ہیں مری بربادیاں — یا الٰہی میں کوئی گردِ سرِ منزل نہیں
سو حجابوں میں بھی دیکھیگا جمالِ یار کو — دیکھنے والا ہو تو پردہ کوئی حائل نہیں
وہ گھرا رہتا ہے ہر لحظہ ہجومِ ناز میں — اُس سراپا ناز کو خلوت بھی کب محفل نہیں
اتنی بیدردی سے ملتے ہیں وہ جس کو باربار — غنچۂ گل ہے وہ یارب کیا کسی کا دل نہیں
حسرتِ خوں گشتہ کا کیونکر دکھاؤں رنگ اُسے — آنسوؤں میں بھی مرے خونِ دل شامل نہیں
پائمالی ہی سے بر آتی مری حسرت کوئی — وائے ناکامی ترے زیرِ قدم بھی دل نہیں
اُن سے جب کہتا ہوں کیجے غور میرے حال پر — کہتے ہیں وہ حال تیرا غور کے قابل نہیں

حسرتیں اُن کو نظر آئیں تو آئیں کس طرح — روبرو اُن کے ہے آئینہ کسی کا دل نہیں

شکل لیلیٰ جب سے آنکھوں میں سمائی قیس کی — اب نگاہِ شوق اُس کی جانب محمل نہیں

رات دن گردش ہے مجکو جستجوئے یار میں — وہ مسافر ہوں کہیں جس کی کوئی منزل نہیں

شوق کامل ہے تو ہو جائیگی طے راہ وفا
واصفیؔ کچھ مجھکو خوفِ دوریٔ منزل نہیں

غزل

(الف)

آلمؔ ۔ جناب ڈاکٹر سید مہدی حسن صاحب

مرحبا از گل حذا از آں گلِ رعنا خوش است ۔۔۔ حبذا از سروِ موزوں قامتِ بالا خوش است

وہ چہ حسنِ دلربائے آئینہ سیما خوش است ۔۔۔ بارک اللہ با جمالِ یار عشقِ ما خوش است

ہر کہ دل در باخت با آں شاہِ خوباں دو کون ۔۔۔ لوحشَ اللہ حال او اینجا خوش است آنجا خوش است

کئے شود زائل جنونم از جنان و کوثرش ۔۔۔ بہرِ من آب و ہوائے جنگل و دریا خوش است

غولِ عقل اندر رہِ خوابیدہ اش گو لم زند ۔۔۔ خضرِ عشقم گوید ایں مسلک بسالک ہا خوش است

نقدِ دل گر نیست کافی در بہائے جنسِ حُسن ۔۔۔ جاں بیفزائیم بر و ۔ درگیر کایں سودا خوش است

ناپسندیدہ است جورِ آسمانِ کینہ توز ۔۔۔ ہر جفائی کاں ستمگر را کند ما را خوش است

دل گرفتہ میشود در مجلسِ اہلِ وَرَع ۔۔۔ صحبتِ پیرِ مغان و ساقی و صہبا خوش است

گر بپرسد آں تغافل کیش از احوالِ ما ۔۔۔ بے محابا گوے اے قاصد کنوں او را خوش است

رہ مدہ در بزمِ خود اغیارِ ناہنجار را ۔۔۔ احتراز از صحبتِ ناقابلِ اینہا خوش است

مدح میگویند الی الآں خلقتی منصور را ۔۔۔ نیست عیبی گر کسی در عشق شد رسوا ۔ خوش است

باوجود بیوفائیہا از وشادیم ما ۔۔۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔۔۔ باہمہ صبر و رضا بے لہراز ما نا خوش است

میزنند شش اہلِ ظاہر تیرِ طعن از چار سو ۔۔۔ اندریں عالم بحالِ خود دلِ شیدا خوش است

کرد دامن چاکِ دختِ رز مرا پیرِ مغاں ۔۔۔ ساقیا ہنگامِ دورِ ساغر و مینا خوش است

کردہ ام از دستِ وحشت خانہ را ویرانہٗ ۔۔۔ قیس تفریحاً اگر آید دریں صحرا خوش است

بے تردد یافتم کوثر جناں حور و قصور
اے آلمؔ حقا مرا طِ عترتِ طٰہٰ خوش است

غزل

(ب)

بہاقؔ - جناب سلطان محمود میرزا گورگانی

ہر جفائے را پسندد او برائے ما خوش است — شادمانم گر ز انجم آں مہ سیما خوش است

من اگر نالم ز بیداد تو اے گردونِ دوں — تو بگو آنرا کہ از جور تو در دنیا خوش است

از طواف کعبہ زاہد من ز طوف کوئے تو — قیس را گشتن بگرد ناقہ لیلی خوش است

من ز دردِ ہجر مینالم بسانِ عندلیب — آں گلِ نورس باغیارم ز بہر ہا خوش است

قیس مینالد اگر از درد دل در کوہ و دشت — کے تواں گفتن کہ در ایوان خود لیلی خوش است

بہاقؔ کے ترسم ز عدو انم دریں شہر دکن

از عطائے رب اکبر شادماں از ما خوش است

غزل

(د)

داعیؔ - جناب آقا سید محمد علی صاحب پروفیسر فارسی نظام کالج

بر تن آرایاں لباس اطلس و دیبا خوش است — ما دل آرائیم نقش بوریا ما را خوش است

ما بہ تخت سلطنت ہم با حقارت بنگریم — با خدای خویش گردانا بود ہر جا خوش است

رو فروزاں باغہا بنگر بہ پشت بام چرخ — غافل است ار کس بزیر گنبد خضرا خوش است

ترک لذت گر کنی از آسماں ہم بگزری — طفل بیماری ز نادانی تو را حلوا خوش است

بر امید وصل او دادم در اول دین و دل — عاشق دیوانہ را بنگر در ایں سودا خوش است

خوش دریں محنت سرا جز درد مند عشق نیست — ورنہ ہر کس را کہ می بینی بدردی ناخوش است

نالہای زار دل در زلف جز از شانہ نیست — معجز عشق است دل در کام اژدرہا خوش است

حسن لیلی را بجز مجنوں ہزاراں عاشقند | چوں تواں دیدن رقیباں قیس را صحرا خوش است
کس نمید اند کہ راز در عشق یار چیست | پیر از ایں درد شاداں میزید برنا خوش است
چشم بر دل بود و سر بالا نکردم او گذشت | گاہ گاہے بانگار خویش استغنا خوش است
زندگی ایں زمانہ یکدگر آزردن است | گر خوشی در زیستن ممکن بود عنقا خوش است

بوستانی شد ز خلق شاد ہر دل در دکن
خوش زید بے شبہ داعی ہر کہ زو دلہا خوش است

غزل

(۳)

سعید جناب سعید صاحب

اے کہ گفتی ہر کہ آزاد است در دنیا خوش است | از غم حق ہر کہ آزاد است ہر جا نا خوش است
بندگی کن تا ز بندِ غصّہ آزادت کنند | عشرتِ آزادگی در طاعت مولیٰ خوش است
شرق اگر طوفانِ بادِ غرب را خوش کردہ است | ما غریباں را ہوائے یثرب و بطحا خوش است
سرخرو نتواں شدن چوں بلبل از دیدارِ گل | سبز بختاں را نظر بر روضۂ خضرا خوش است
در رضائے حق کہ دست عزم از و کوتہ مباد | آستین افشاندن از دنیا و از عقبیٰ خوش است
بر لب دریائے فیضِ مصطفیٰ کوثر کشیم | تشنہ کام خاک پیما را لب دریا خوش است
ہمچو ذات حق صفاتش نیز بے ہمتا بود | زیں جہت سلطانِ ظل اللہ بے ہمتا خوش است
پشت گردوں شد دوتا از صولتِ یکتائیش | صولتِ یکتا برائے خسرو یکتا خوش است
بادہ کش کا زدولتِ آصف وکن شد لالہ زار | بادۂ حمرا بروئے لالہ حمرا خوش است
بارک اللہ جوشِ صہبائے سخن در بزم شاد | جوش ایں مینا خوش است و کیف ایں صہبا خوش است
وردِ نام شاد در دل شادمانی آورد | مرحبا نامے کہ در ملفوظ او معنیٰ خوش است

کار امروز ار بفردا افگنی خجلت کشی
هم درا امروز اسمٰعیل اندیشۂ فردا خوش است

غزل

(ض)

ضیاؔ ؛ علامہ نواب ضیاء یار جنگ بہادر

تیشہ ہا آرد بسر یا خوں کند دلہا خوش است
هر چہ خواہد حسن سرکش عشق بے پروا خوش است

گر بمیرد طالب وصلت منجم را چہ باک
از دل خود پرس کان امروز یا فردا خوش است

حال موج و رطہ را افسانہ می سازد کنار
از لب ساحل شنیدن قصہ دریا خوش است

بندہ را جز بندگی بہتر نباشد ہیچ کار
دین و دنیا از برائے طالب مولا خوش است

شادمانی نشۂ دارد کہ غم از دل برد
کے بہ اندیشد ز عقبیٰ ہر کہ را دنیا خوش است

دور باش خلق روشن می نماید چشم شیر
مرد حق بیں گوشۂ گیرے دامن صحرا خوش است

دیدہ ام زلف درازے با تطاول ہا چہ کرد
دست کوتاہم بہ بند نارسائی ہا خوش است

حسرت ناسازنے صہبائے عشرت تا کجا
تشنہ کاماں را خراش گردن مینا خوش است

چوں کنم یارب تلاش جیب احسان کسے
قانعم در آستینم دست استغنا خوش است

خاطرم از گفتہ ہائے غافلاں آزردہ نیست
کز لب طفلاں شنیدن حرف بے معنیٰ خوش است

وقت بازار است خوباں خود فروشی می کنند
نقد دل بردن بہ جیب حسرت سودا خوش است

از ادب دور است قرب پردۂ محمل ضیاؔ
قیس را مردن بہ پائے ناقۂ لیلیٰ خوش است

غزل

(ف)

فدائی جناب مولوی ہدایت محی الدین صاحب ناظم دار القضاء سرکار عالی

منکہ دل گم کردہ ام زاں جستجو ہر جا خوش است
ورنہ مجنوں را تلاشِ دامنِ لیلیٰ خوش است

عالماں را وعظ و ممبر بند فتویٰ خوش است
مے پرستاں را شراب و مستی و ہوہا خوش است

خوب رویاں را تبسم عشوہ و ناز و ادا
عاشقاں را آہ و زاری دردِ دلہا خوش است

ہر کسے را دولت و راحت مسرت بخش شد
صاحب تسلیم را بس مرضئے مولا خوش است

عالمے ماتم کناں از بہر فرزند بتولؑ
لیک وقت قتل خود آں سید والا خوش است

اے دل رنجور تا کے ضبط غم لب بر کشا
گر تو پنداری بفریادم بت رعنا خوش است

شاد را ناخوش نمودن کے روا باشد بتا۔
کز ستمگر درد و عالم حقتعالےٰ ناخوش است

کن نگاہِ مرحمت یا کن نگاہ خشمگیں
ہر چہ از دست تو جاناں میرسد مارا خوش است

طالب محبوب را باک از خس و خاشاک نیست
در ہزاراں خار پائے بادیہ پیما خوش است

ہر کہ حق گو ہست اُو بردار ہم رنجور نیست
بر سر شاخ گلے چوں بلبل شیدا خوش است

گنبد گردوں مزین گرچہ شد از مہر و ماہ
در نگاہِ حقتعالیٰ گنبد خضرا خوش است

کعبۂ عاشق **فدائی** منزل جاناں بُود
قیس عامر در طواف محمل لیلیٰ خوش است

غزل

فرخ - میرزا محمد رحیم خان صاحب شیرازی

بہر عاشق سینۂ سوزاں دل شیدا خوش است
ناز و انداز و جفا از دلبر رعنا خوش است

بادہ خواراں را صدائے قلقل مینا خوش است
خاصہ در فصل بہاراں گردش صہبا خوش است

بی خبر از عالم ہستی کن اے ساقی مرا
بیخبر از ہر چہ در دنیا و مافیہا خوش است

تا ز انگشت بلوریں تو می نوشم مدام
بادہ نوشیدن مرا در حال استغنا خوش است

عاشق بیچارہ را با ہر دو عالم کار نیست
بہر مجنوں یار سرو قامت لیلیٰ خوش است

خار و خاشاک بیاباں بستر عشاق تو است
بر قد سرو تو جانا اطلس و دیبا خوش است

بے تو جنت را ندانم بہتر از زاغ و دمن
با تو گر باشم مقید اے صنم آنجا خوش است

روزہا مجنوں صفت آوارہ اندر کوہ و دشت
واز فراقت دیدہ را بیدار شبہا خوش است

گفتم اے مہ رو برخ زلف سیہ افشاں مکن
گفت نور ماہتاب اندر شب یلدا خوش است

بر سر دار فنا رفتن نہ کار ہر کس است
ایں چنیں ہمت براہ عشق از عیسیٰ خوش است

چون بچشم مست جاناں در مثل باشد قریں
زیں سبب در دیدہ من نرگس شہلا خوش است

عشق از بہر بشر باشد نشان ارتقاء
بیخبر از عشق باشد ہر کسی بیجا خوش است

غرہ بر عز و جلال ایں جہاں اے دل مباش
عاقلاں را باخبر گشتن زیک ایما خوش است

مرد آں باشد کہ پشت پا زند آفاق را
مرد نبود آنکہ بہر جیفۂ دنیا خوش است

لائق ہر چیز فطرت دیدہ ہر کس را بداد
چغد را ویرانہ بلبل را چمن ماویٰ خوش است

تا جہاں باقی است باقی رب شادباد شادماں
زانکہ ایں بزم ادب را ایں چنیں مولا خوش است

فرخا مدح و ثنائے صدر اعظم کن مدام
بلبل شیراز را ہر دم چنیں آوا خوش است

غزل

(۴)

محوی۔ جناب مولوی مسعود علی صاحب سالق تشن جج

گفت دل گر امتحان پائے رہ بیما خوش است
بر زمین یثرب و در وادیٔ بطحا خوش است

گفتم اے دل مے شوی انجا ہلاک ناز دوست
گفت دل ہم مردن و ہم زیستن آنجا خوش است

گر بمانم زندہ جان بخش است قرب مصطفےؐ
ور بمیرم از حساب حشر استثنا خوش است

سوزنِ خار مغیلاں، چادرِ ریگ رواں
قبر پوشِ بے نوایاں دامن صحرا خوش است

کشتی اہل محبت در محیط عاشقی
از ہوائے چار سوئے غم تہ و بالا خوش است

خشکئ لب را غنیمت داں پسِ طوفان اشک
از پئے دریا نوردی ہا لب دریا خوش است

سوزش درد محبت، جوشش سودائے عشق
در دل ایں درد دست اولیٰ، در سر ایں سودا خوش است

قصہ یاس و تمنائے وصال، ما مپرس
ایں حدیث درد بے انشا و بے املا خوش است

وصل کے گردد میسر زانکہ در آئین عشق
عاشق از خود رفتہ و معشوق بے پروا خوش است

شوکت حسنش کجا تاب تماشا میدہد
طالب دیدار بودن ہمچو موسیٰ ناخوش است

میکشد شوق زیارت ناقہ ما را مہار
رو حدی خواں ایں حدی با محمل لیلیٰ خوش است

نیست بیجا خواستن ہمت ز ارباب ہمم
گرچہ توفیق عمل از عالم بالا خوش است

از پئے تردامناں زیباست بر دل داشتن
زاہدان خشک را داغیکہ بر سیما خوش است

ایکہ دانی درد دلہائے حزیں ناگفتہ ہم
گرچہ گفتن درد با تو در دل شبہا خوش است

داغہائے معصیت را از جبینم پاک شو
داغ سودائے تو بر لوحِ جبیں تنہا خوش است

آمدم کم مایہ پیش تو کہ یاراں گفتہ اند
"چوں تنگ شد مایہ با اہل کرم سودا خوش است"

محویؔ لب بستہ را در ماتم قلب حزیں
گریہ بے اشک رواں، فریاد بے آوا خوش است

غزل

مفتون۔ جناب حاجی فتح اللہ صاحب یزدی

رستہ شو وارستگی از عالم دنیا خوش است
بگذر از دنیای فانی دولت عقبیٰ خوش است

مال دنیا جیفہ و خواہاں او جمعی کلاب
ترک کن ای دل تو را اگر گفتہ ہو لا خوش است

لیک در قرآن خدایش زینت دنیا ستود
درک فرق این سخن از مردم دانا خوش است

بشنو از من گفتہ شہ نعمت اللہ ولی
شاہ عرفانست و گفتارش برای ما خوش است

خوش بود گر دوست داری مال دنیا بہر دوست
کی برائے زینت تن دولت دنیا خوش است

ہر کہ دل بندد بہ دنیا ہر کجا باشد برنج
"ہر کہ آزاد است باید گفت او ہر جا خوش است"

عاملی جیحون نمودم از دو چشم اشکبار
سوی من بگذر نگارا سیر در دریا خوش است

وصل جستم چشم او گفتا نعم ابروش لا
آری از چشمش نعم زابروی آں لا خوش است

قد او سرو است و ادیش گل گلستانم چہ سود
سیر گلشن از برائے بلبل شیدا خوش است

بلبل و من در بر مرداں رہ ہمرتبہ ایم
بہر او گلزار و بر من دامن صحرا خوش است

گہ بہ بتخانہ گہی مسجد گہی دیر مغاں
در تجلی ہر کجا آں یار مہ سیما خوش است

فخر می زیبد دکن را از وجود شاد راد
محفل علم و ادب زد ہر طرف برپا خوش است

شاد باش از مدح شاد بیقرین مفتون بدہر
شاد ماند شاد شادیش برائے ما خوش است

گوہر
مقام قیام طعام ؟
نفیس اور لذیذ کھانے
عمدہ اور صاف کمرے
یہ ہماری خصوصیات ہیں
مینجر سعیدیہ ہوٹل ناپلی حیدرآباد دکن

گوہر
ٹیلیفون نمبر ۶۹۹
خالص گھی کی عمدہ ترین
مٹھائیاں
ہر وقت تیار رہتی ہیں
اکرام علی عباد علی ''شاہی رکابدار'' پتھر گٹی
حیدر آباد دکن
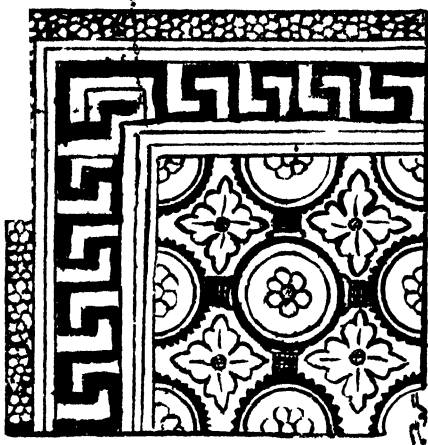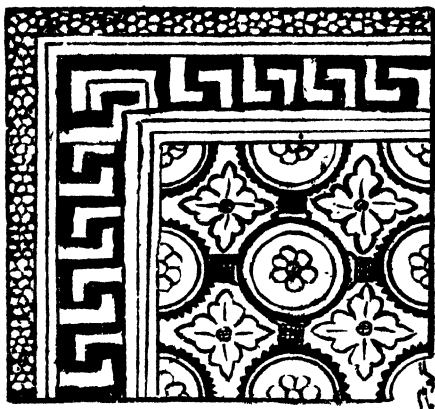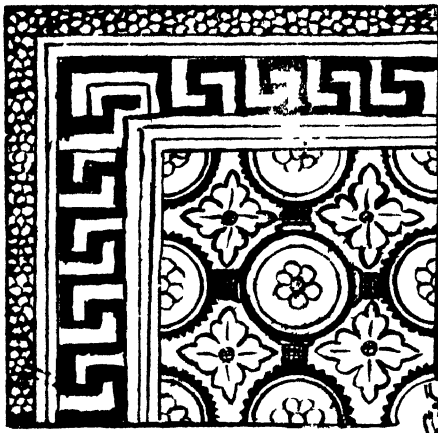
زرّین موقع
جلد نظام صابن کے انعامی ٹکٹ حاصل کیجیے
برادران وطن کی نفع کی غرض سے ہم نے اپنے مشہور و معروف
نظام صابن کے ڈبوں اور بنڈلوں میں انعامی ٹکٹ بصراحت
ذیل رکھا ہے یا کامول اور تقدیر آزمائی علاوہ نفع کثیر صرف نقلی
صابن سے بچنے کی غرض سے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے امید دیسی
اشیاء کے قدردان و محبان وطن ضرور اپنی نفع اور عمدہ چیز کے دستیاب کا
موقع اس کی خریدی سے حاصل کرکے کارخانہ کو ترقی کا موقع دیں گے
سکندرآباد و بلدہ حیدرآباد و ممالک محروسہ سرکار عالی و صوبہ برار کی ہر چھوٹی و بڑی
دکان میں دستیاب ہو سکتی ہے قیمت فی بنڈل ۹ر اور فی ڈبہ ۱۰ر جن میں
۳ جوڑوال بٹی ہوتے ہیں یہ نرخ صرف بلدہ و سکندرآباد کے لیے مخصوص ہے
امید کہ قدردان و محبان وطن ایسے زرین موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں گے۔
تفصیل انعامی ٹکٹ
پہلا ٹکٹ (عہ) دوسرا ٹکٹ (صہ) تیسرا ٹکٹ (ہے) چوتھا ٹکٹ (عاں) جن ڈبہ جات یا بنڈل نظام صابن
میں مذکورہ ٹکٹ نکل جاویں مہربانی فرما کر ہماری دکان واقع مہانکالی اسٹریٹ تشریف لاکر بعد ادائی ٹکٹ انعام حاصل فرمائیں
نوٹ:۔ ہر بنڈل یا ڈبہ نظام صابن پر سیل بن بیس محفوظ پاکر خرید لیا کریں۔ مذکورہ انعامی ٹکٹ پر جب تک کالیر کشٹیا
کی دستخط بخط تلنگی نہ ہو وہ مسروقہ تصور کیجائیگی۔ نوٹ:۔ برادران اہل ہنود کے نئے سال میں تقدیر آزمائی کا نادر موقع ہے
پروپرائٹرس کالیر کشٹیا اینڈ برادرس مینیجنگ ایجنٹ شیخ چاند سکندرآباد

حیدرآباد دکن
حیدرآباد دکن
ادارہ
صادقہ قریشی
محمودہ اختر
اختر قریشی
نمبر ۳
جلد ۴
قیمت فی جلد
عصر

دماغی محنت کرنیوالی خواتین کیلئے
ایک نایاب تحفہ یعنی
گلبہار ہیئر آئل رجسٹرڈ
ملک کا مایۂ ناز، غیر ممالک میں ممتاز، مضر اجزا سے
پاک، فوائد سے مملو، ڈاکٹروں حکیموں اور معززین ملک
و دیگر ممالک کا آزمودہ، دار التجربہ سرکار عالی کا مصدقہ
یہی وہ بے مثل تیل ہے۔ جو
ہزاروں بہنوں اور لاکھوں
بھائیوں کو بازاری،
ناقص، غیر مستند، اور
بھڑکدار خوشبو کے زہریلے
تیلوں سے محفوظ رکھ کر
کئی سال سے برابر مستفید
کر رہا ہے اس کے مفید
ہونے سے دنیا کی کوئی
ہستی انکار نہیں کرسکتی۔ ہر جگہ ملتا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ سکہ عثمانیہ۔
مینیجر گلبہار کمپنی
افضلگنج
حیدرآباد دکن

بابت ۱۹۵۶ء

جنوبی ہندوستان کا واحد ماہنامہ جو خواتین کی اصلاح و فلاح کیلئے مخصوص ہے

سفینۂ نسواں

جلد ۴ — نمبر ۳

فہرست مضامین

(۱) فہرست مضامین ۱
(۲) افکار و افکار ۳
(۳) پیغام عمل ۶
(۴) شہیدہ ..... جنابہ محمودہ اختر صاحبہ .. ۷
(۵) عورت اور اسلام ... مطلوب الرحمن صاحب ۔ ۹
(۶) دو خط ... میں ... لاہور ۱۳
(۷) غزل .... اختر قریشی ۱۷
(۸) اس خط کا جواب ... از ... لاہور ۔ ۱۸
(۹) غزل ...... اختر قریشی ۲۳
(۱۰) صنف نازک کا دو [illegible] ۔ مسز ظہیر الدین احمد صاحبہ .. ۲۳
(۱۱) دوشیزۂ پرتگال (ایرانی شاہکار افسانے کا ترجمہ مسلسل) از علامہ تمکین ۲۵
(۱۲) بقیہ مضمون صنف نازک ۴۱
(۱۳) بزم شاد (غزلیات مشاعرہ منعقدہ ایوان شاد) از ۴۹ تا

پیغامِ عمل

کچھ مقصد لیکر آتا ہے اس دنیا میں جو آتا ہے
محرومِ عمل جو رہتا ہے وہ جیتے جی مرجاتا ہے
اس مزرعِ عالم کو سینچو تم جد و جہد کی بارش سے
جو بیج عمل کا بوتا ہے وہ پھل راحت کا پاتا ہے
رستے کی صعوبت سہ کر ہی منزل پہ پہنچنا ممکن ہے
آگاہ حقیقتِ غم ہے جو وہ لذت و عیش اٹھاتا ہے
ہر ایک مصیبت دنیا میں پیغام خوشی کا لاتی ہے
گلشن میں خزاں کا آنا ہی امید بہار دلاتا ہے
دریا کی طرح جو چلتا ہے اور پھر چلتا ہی رہتا ہے
کہساروں کو میدانوں کو وہ خاطر میں کب لاتا ہے
ہر رات کے پچھلے حصہ میں کچھ دولت لٹتی ہوتی ہے
جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے جو جاگتا ہے وہ پاتا ہے

اذکار و افکار

آج حقوقِ نسواں کی آواز ملک کے ہر گوشہ سے بلند ہو رہی ہے اور اسے تمدن جدید کے برکات میں سے ایک عظیم برکت تصور کیا جا رہا ہے مسلم خواتین بھی اوروں کی دیکھا دیکھی مردوں کے مقابل زندگی کے ہر شعبہ میں مساوی حقوق کی طلب گار ہیں۔ انھیں بھی تمنا ہے کہ وہ بھی وکیل و بیرسٹر، جج اور پروفیسر ہو کر بزم آرائے جلوت ہوں اور ملک کی دوسری دیویوں کی طرح ان کے تذکروں سے بھی اخباروں کے کالم پُر ہوں۔ سرورق ان کی تصویریں بھی شایع کی جائیں اور اس طرح ——— انھیں دنیا کے کاروبار اور دنیا کی ترقیوں میں حصہ لینے کا موقع دیا جائے کہ ان کے نزدیک عروج و ترقی اور تمدن و تہذیب اسی کا نام ہے افسوس یچ خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد۔

یہ تمنا ان کے دلوں میں کچھ اس طرح جاگزیں ہے کہ وہ اس کے حصول کی خاطر خاندانی روایات کو پامال کر دینے کیلئے ہمہ تن مستعد اور مذہب کی تعلیم کو پس پشت ڈال دینے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ حالانکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورتوں کو انسانوں کی صف میں لاکر کھڑا کیا۔ ورنہ اسلام سے پہلے اس صنف کی انسانیت ہی کب مسلّم تھی؟ اور یہی وجہ تھی کہ دنیا کا ہر ظلم مرد عورتوں کے ساتھ روا رکھتے تھے لیکن اسلام نے بتایا کہ یہ گوہر گراں مایہ جس کی انسان نے اس قدر ناقدری کر رکھی ہے کس قدر بیش قیمت ہے۔ اس نے دنیا میں ان کی ایک مستقل حیثیت قایم کی۔ اور پھر انھیں ان کی فطرت کے مطابق حقوق سے مالامال

کر دیا۔ اور حیات انسانی کے ایک بڑے جز کا مالک بنا کر انہیں گھریلو زندگی کا حاکم بنایا۔ مرد کے ذمہ اگر گھر سے باہر کے سارے امور کی ترتیب ہے تو گھر کے اندر کے سارے انتظامات مذہب اسلام نے عورت کے حوالے کر دیئے اس سے زیادہ کی نہ فطرت نسوانی حامل ہو سکتی تھی اور نہ اسلام نے اجازت دی۔ آج جبکہ اس دور میں ہر معصیت تمدن اور ہر گناہ تہذیب ہے۔ دوسری اقوام کے مانند مسلمان بھی اپنی عورتوں کو یورپ کے نقش قدم پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اہل یورپ خود اپنے افعال پر نادم ہو کر فطرت کے صحیح اصول کی طرف رفتہ رفتہ آ رہے ہیں۔

جرمنی یورپ کے انہیں ممالک میں ہے جو موجودہ نام نہاد تمدّن کے دل دادہ اور طریق معاشرت کے شیدائی ہیں وہاں عورتوں نے خاطر خواہ حقوق لئے اور خوب دل کھول کر آزادانہ زندگی گزاری۔ لیکن بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی فطرت مردانہ کاموں کی متحمّل نہ ہو سکی اور جرمنی کے صدر جمہوریہ ہر ہٹلر کو بہت جلد یہ حکم نافذ کرنا پڑا کہ عورتوں کو صرف اپنے خانگی کاموں میں مصروف رہنا چاہیئے۔ انہیں دنیا کے دوسرے مردانہ کاموں میں شرکت کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس سے خانگی نظام کے درہم برہم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ ایک ہٹلر پر کیا موقوف ہے۔ دنیا جب گمراہیوں کی آخری سرحد تک پہنچ جائے گی۔ اور اسے طمانیت و سکون کی تلاش ہوگی تو ان اصول کے سوا اسے کہیں بھی پناہ نظر نہ آئے گی جو مذہب اسلام نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل مقرر کئے تھے۔

ہر قوم انجام کار سے غافل ہو کر جس طرح یورپ کی تقلید میں آزادی اور حرّیت فکر کا نام لے لے کر اپنے کو پابند کر رہی ہے وہ غلامی کی مدت کو اور زیادہ کر دینے والی ہے ہندوستانی طلبہ کی ذہنیت جس طرح اسکولوں اور کالجوں میں برباد ہو رہی ہے۔ دردمندان ملک ابھی اسی کی چارہ جوئی فرما رہے تھے۔ کہ جبریہ تعلیم نسواں

کے مسئلہ نے ایک نئے فتنہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور وہ زہر جو ابھی تک طلبہ کے حلق میں اتارا جا رہا تھا۔ طالبات کو بھی زبردستی پلایا جائیگا۔ یہ مسئلہ عموماً تمامی اقوام کے لئے اور بالخصوص مسلمانوں کیلئے انتہائی ہی قابل توجہ ہے کیونکہ مسلمانوں میں عموماً شریف زادیاں اپنے گھروں میں مذہبی تعلیم اور ضرورت کے مطابق دنیاوی تعلیم والدین کی آنکھوں کے سامنے رہ کر حاصل کرتی ہیں اور ان کی حرکت نشست و برخاست کی والدین نگرانی کرتے رہتے ہیں لیکن جبریہ تعلیم کی صورت میں تربیت و تعلیم ان ہاتھوں میں ہو جائیگی جن کے یہاں اخلاق و شرافت تہذیب و تمدن کا مفہوم اسلامی تعلیم اور سلف صالحین کی روایات سے بالکل مختلف ہے۔ حیرت یہ ہے بعض جگہ مسلمان ممبران تعلیم نے اس جبریہ تعلیم کی تائید کی اور ہندو دانشمندوں نے اختلاف کیا۔ ضرورت ہے کہ عامہ مسلمین اس مسئلہ کے خلاف قانونی اور اصولی احتجاج کریں اور تعلیم کے معاملہ میں اپنی بچوں کو کسی خاص قانون کا پابند نہ ہونے دیں۔

مسلم یونیورسٹی علوم دنیاوی کی اسلامی درسگاہ ہے۔ اور اس کی بنیاد اس لئے رکھی گئی تھی کہ وہ اسلامی روایات کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہوئے دنیاوی امور کی انجام دہی کے لئے اچھے اور قابل افراد پیدا کرے افسوس ہے کہ یونیورسٹی کے ممبران روز بروز اس کے مذہبی رنگ کو مٹاتے جا رہے ہیں۔ ابھی حال میں یہ خبر معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ وہاں مردوں اور عورتوں کی مخلوط تعلیم کی تجویز پیش ہوئی اور ایک جماعت نے اس کی تائید بھی کی۔ اس افسوسناک خبر کو سنکر اس کے سوا اور کیا کہا جائے۔

؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔ (۱)

کوتوال بلدہ کے جلیل القدر عہدہ پر حال میں عالیجناب نواب رحمت یار جنگ بہادر کا تقرر عمل میں آیا ہے ہم منجانب ادارہ نواب صاحب معزز کی خدمت میں خلوصِ دل سے ہدیۂ مبارک پیش کرتے ہوئے خدا سے دعا کرتے ہیں کہ جدید کوتوال صاحب کو ملک و مالک کی بہترین خدمات کے مواقع حاصل ہوں (آمین)

ہز ہائینس میجر جنرل شہزادہ والاشان نواب اعظم جاہ ولیعہد بہادر دولت آصفیہ نے عہدہ سپہ سالاری عساکر آصفی کو عزت بخشا ہے۔ دکن کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ ولیعہد سلطنت سرکاری طور پر کسی خدمت پر فائز رہے۔ ہم اپنے ہردلعزیز شہزادہ اور ہر امپیریل ہائینس علیہ حضرۃ دلہن شہزادی صاحبہ کے حضور میں بصد ادب ہدیہ مبارکباد گزراننے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔

ہز اکسلنسی مہاراجہ سر صدر اعظم بہادر یمین السلطنت کی دختر نیک اختر کا عقد گزشتہ ماہ نواب غضنفر جنگ بہادر کے صاحبزادہ مشہور علی خاں بہادر کے ساتھ شاہانہ تزک احتشام سے ہوا۔ خدا کرے کہ دلہا اور دلہن ہمیشہ شاد و آباد رہیں۔ اس مبارک موقعہ پر ہز اکسلنسی کی خدمت میں منجانب ادارہ گلدستہ تہنیت پیش کرنے کا فخر حاصل کیا جا رہا ہے۔

صدر مہتممہ مدارس نسوان بلدہ مسز ایم انگلر بوجہ پیرانہ سالی وظیفہ پر سبکدوش ہوئی ہیں اور فی الحال سناکہ محترم مولوی شیر محمد خاں صاحب مددگار ناظم تعلیمات موصوفہ کی جگہ نگرانکار ہیں ہمارا قیاس ہے کہ ارباب تعلیمات مذکورہ خدمت کیلئے ضرور کسی خاتون کے متلاشی ہونگے اور یہ انتظام محض عارضی ہوگا لیکن ہم یہ ضرور گزارش کرینگے کہ صدر مہتممہ کے تقرر کے وقت ملک کی خواتین کو نظر انداز نہ کیا جائے، غیر ملکی خصوصاً دریا پار کے افراد ہماری طرز معاشرت اور ہماری ضروریات سے محض نابلد ہوتے ہیں۔ اس خصوصیت کی موجودگی میں کہ مدارس نسوان پر ہماری فنا و بقا کا انحصار ہے بہتر ہوگا جو امتحاناً ہی سہی، مگر کسی ملکی خاتون کا تقرر کیا جائے۔ مبارک دور عثمانی کا طفیل ہے کہ ہماری خواتین بھی زیور علم سے آراستہ ہو رہی ہیں اور ان میں بہتیرے مقامی اور بیرونی درسگاہوں کی اعلیٰ ڈگریاں بھی رکھتی ہیں۔ پھر کوئی ضرورت نہیں کہ ملک میں قابل اور موزوں افراد کو رکھتے ہوئے غیروں کے دست نگر بنے رہیں۔

حیدرآباد میں سینما اور چائے خانوں کی کثرت روز افزوں ہے، ہم کسی پچھلے مقالہ میں اس کے مضر اثرات کو ظاہر کر چکے ہیں۔ ان سے آئے دن جو اخلاقی اور معاشی برائیاں بڑھ رہی ہیں وہ کسی مزید اظہار کے محتاج نہیں ہیں۔ نوجوان لڑکے اور معصوم لڑکیوں کے دماغ سینما کے زہر سے متاثر ہو رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا محکمہ کوتوالی بلدہ طبابت و حفظان صحت، اور صفائی، ادھر ضرور اور جلد تر متوجہ ہوگا۔

خدا کا شکر ہے کہ ہماری ہمنوا سفینہ کا "محرم نمبر" بے انتہا مقبول ہوا، جس کی بین دلیل یہ ہے کہ اسکی قیمت باوجود فی جلد (عمارہ) روپیہ رکھنے کے ہمارے پاس ایک کاپی بھی نہ رہی۔ ملک اور بیرون ملک سے صدہا تعریفی خطوط وصول ہوئے، ہم اپنے تمام کرمفرماؤں کے شکر گزار ہیں بالخصوص ہمیں جناب رشیدہ۔ اے۔ ایس وہاب (جرمنی) اور محترمہ فاطمہ عباس صاحبہ شیرازی (طہران) کا شکریہ ادا کرنا ہے جو سفینہ کو ان دور دراز ممالک میں کامیاب بنا رہی ہیں۔

اختر قریشی

(از)

محمودہ اختر صاحبہ

مدیرہ محترمہ۔

تسلیم و نیاز۔

اس تحریر کیساتھ میں اپنا اورنجیل افسانے کا ایک باب بھیج رہی ہوں۔ اگر آپ اسکو قابل اشاعت تصور فرمائیں تو عصمت میں شریک کیجئے۔ آپ حیران ہونگے کہ بجائے مکمل افسانہ کے صرف ایک باب بھیجا جارہا ہے۔ سنئے، میں چاہتی ہوں کہ میری دوسری بہنیں اسکی تکمیل کریں جسطرح مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب کا افسانہ "عشق کی گولیاں" مختلف لوگوں نے مکمل کیا ایسے ہی میں نے خیال کیا کہ "شہید وفا" کو بھی مختلف بہنوں سے پورا کرا دوں پہلا باب تو یہی قایم رہیگا اور بقیہ پانچ ابواب کا تکملہ اور بہنیں کرینگی۔ جملہ فسانہ چھ باب میں ختم ہوگا۔ اس سلسلہ میں جتنے افسانے بھی وصول ہوں آپ ہر ماہ ایک یا دو شایع فرماسکتی ہیں جن محترم بہن کا افسانہ سب سے بہتر ہوگا ان کی خدمت میں منجانب حقیر ایک چاندی کا کپ پیش کیا جائیگا۔ بہتر ہوگا جو آپ اس کو دکن تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ بیرونی اہل قلم خواتین کو بھی طبع آزمائی کی دعوت دیں۔

والسلام آپ کی اخلاص کیش محمودہ اختر

بلقیس کو دوبارہ زندگی حاصل ہو رہی تھی کون جانتا تھا کہ وہ بلقیس جو ایک ہفتہ قبل اپنے ہوش و حواس

کمو بیٹی تھی یوں بھلی چنگی ہو جائے گی۔ معالجوں نے تو صاف جواب دیدیا تھا کہ اب تندرستی کی امید نہیں، سارا کنبہ کبھی مظلوم لڑکی کے نام پر غم و غصہ کا اظہار کیا کرتا تھا، علالت کے دنوں میں اس کی ہر سانس کو آخری جان کر، اور ہر ہچکی زیست کی زنجیر کو منقطع کرنے والی سمجھ کر اس کے اردگرد جمع اور زمانہ سازی کے طور پر ہمہ وقت غمگساری رہتا۔ ایک ہی ہفتہ ہوا کہ بلقیس پلٹی ہوئی موج کی طرح صحت کے سمندر میں لوٹ آئی۔

سلیم تو سمجھ چکا تھا کہ اب بلقیس کے وعظ و پند سے نجات ملیگی اور خوب جی بھر کر رنگ رلیاں منانے کے موقعے ہاتھ آئیں گے، کھٹکنے والا خار اور اڑنے والا روڑا نکل جائے گا، وہ کیا جانے کہ "جسے خدا رکھے اسے کون چکھے" اس کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کی شریک حیات بلقیس اس طویل علالت سے نہ اٹھے گی، وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اسکی علالت کا باعث وہ خود ہے، اس کی بے توجہی اندر ہی اندر بلقیس کو گھلا رہی ہے اور وہ اب ایک ایسے چراغ کی مانند بن گئی ہے جس کو ہوا کا ادنیٰ سا جھونکا بجھا سکے۔ علالت کے دوران میں سلیم شاید ہی بلقیس کو الٹ کر دیکھا ہو، بیچاری غم کی ماری شوہر کی صورت کو ترس جاتی مگر وہاں راگ و رنگ سے فرصت کہاں جو غریب کی دلجوئی کا وقت نکلتا۔

اب جب سلیم نے دیکھا کہ جاتی ہوئی بلا پھر پلٹ رہی ہے تو وہ حیران رہ گیا اور اس درد سری سے ہمیشہ کا چھٹکارا حاصل کر لینے کے ذرائع سوچنے لگا۔

عورت اور اسلام

از

جناب مطلوب الرحمٰن صاحب ندوی

آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر کا ذکر ہے کہ خدا کی ایک بیکس و بے یار و مددگار مخلوق جسے دنیا نے "عورت" کہکر پکارا ۔ جہالت اور تاریکی کے پردوں میں گم تھی ۔ وہ گلشن ہستی میں ایک "پھول" بن کر پھولی مگر مرد کے دست ظلم نے اُسے مسل کر پھینک دیا وہ لطافت و نزاکت کا پیکر بنکر آئی تھی ۔ مگر نا اہلوں نے اس کی قدر نہ کی ۔ اس نے ماں بن کر مرد کو کلیجے سے لگانا چاہا ۔ مگر ظالم نے اسے جھڑک دیا ۔ بہن بن کر گود میں کھلانا چاہا مگر وہ دور ہٹ گیا ۔ بیوی بن کر اس نے محبت و الفت کی سوغاتیں پیش کیں مگر سنگدل کا دل نہ پسیجا ۔ روما کی زمین سے صدا آئی کہ شادی کے بعد عورت شوہر کی زر خرید جائداد ہے اس کا تمام مال و متاع شوہر کی ملک ہے اس کو کوئی عہدہ نہیں مل سکتا وہ کسی کی ضامن نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ مرنے کے وقت وصیت بھی نہیں کر سکتی !

انگلستان میں قانون بنا کہ نکاح کے بعد عورت شوہر کی جائداد ہے ۔

ہندوستان نے کہا کہ مرد کے مرنے پر عورت کو بھی ستی ہونا چاہیئے ۔

ایک ضعیف و ناتوان جماعت کے مقابل میں دنیا کی ساری طاقتیں یہ شورے کرتیں اور ان پر عمل پیرا ہوتیں کہ یکایک حرا کی چوٹیوں سے رحمت کے نغمے سنائی دیئے اور رحمی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکار کر کہا ۔

عاشروھن بالمعروف	عورتوں کیساتھ اچھی طرح رہا کرو ۔
اتقو اللہ فی النساء	لوگو عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو ۔

مقصد تہذیب نفس اور اپنے انسانی فرائض سے آگاہی ہے۔ خواہ فرائض خدا کی بندگی سے متعلق ہوں یا حسن معاشرت اور خلق و محبت باہمی سے۔ لیکن اس مقصد کا حصول اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک تعلیم اسلامی تخیل کے مطابق اور اسلامی جذبات کے ماتحت نہ ہو۔ اور کوئی ایسا نظم نہ ہو۔ جس کے اثر سے اسلامی خیالات کی پرورش ہو سکے۔ کیونکہ اسلام کے سوا تعلیم کا یہ اعلیٰ و ارفع مقصد کہیں بھی پایا نہیں جاتا۔ بالخصوص مغرب نے تعلیم کا مقصد تو بالکل ہی جدا سمجھ رکھا ہے وہاں حیوانیت اور بہیمیت کا کمال علم و تہذیب کا سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اسی عام رو سے متاثر ہو کر آج مسلمان عورت بھی بے حجابی پر فریفتہ ہے حالانکہ اسے خبر نہیں۔ پردہ اس کا فطری حق ہے اسے بھی تہذیب و تمدن کی جھلک آزادانہ بازاروں میں گھومنے اور تھیٹروں میں جانے میں نظر آ رہی ہے۔ حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ یہی بد اخلاقیوں کا پیش خیمہ اور اس کے جوہر عصمت کو بے حقیقت کر دینے کا پہلا قدم ہے۔ مسلمان عورت اپنی ہم جنس غیر مذہب والی عورتوں کے لئے ایک معلمہ ہے۔ جس کا فرض ہے کہ وہ عورتوں کو ان کی رفعت و منزلت سے آگاہ کرے نہ یہ کہ خود دنیا کی رو میں اپنی عظمت کو بھی خاک میں ملا دے۔

پس ضرورت ہے اس امر کی کہ مسلمان خواتین بجائے سینما کمپنیوں کے حالات دریافت کرنے اور فلم ایکٹریسوں کے کیفیات کی اطلاع حاصل کرنے کے۔ اپنے اسلاف کی زندگی کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ ان کی پیش رووں نے اسلامی و مذہبی پابندیوں کے ساتھ دنیا میں کیسی کیسی علمی اخلاقی اور سیاسی خدمات انجام دی ہیں کہ جس کے باعث تاریخ اسلام میں آج بھی ان کا نام نامی سرفہرست موجود ہے۔ اور جبتک دنیا میں اسلام کا نام باقی ہے ان کا نام نامی بھی زندہ رہیگا۔ ان کی علمی نکتہ سنجیاں ثبات قومی اور استقلال جنگی خدمات آج بھی تاریخ اسلام کے ہر طالب علم کے لئے ایک قابل فخر موضوع بحث ہیں۔ خدا ہماری ماؤں اور بہنوں کو توفیق دے کہ وہ اس دور جہالت میں علم کے صحیح مقصد کو سمجھ کر اس کے حصول کی سعی کریں اور مذہب انسانیت کے حق سے ادا ہوں ۔

دُو خط

(از)
محترمہ بیگم قیس شیخپوری

(۱)

پیاری عباسی ——— ! تم سے ملتی ہوئی بمبئی پہنچی۔ بمبئی کا سرسبز شاداب پارک، لہلہاتا ہوا چمن، اور ساحل اپالو کی رونقیں کیا بتاؤں کہ کتنی دلچسپیاں پنہاں تھیں، لیکن افسوس ابھی اس نظارہ کا لطف اٹھانے بھی نہ پائی تھی کہ معلوم ہوا کل یہاں سے جہاز روانہ ہو جائے گا۔

سفر کی تیاری ہونے لگی، صبح کو جہاز روانہ ہوا۔

عباسی ——— ! تمہیں کیا بتاؤں، سمندر میں ایسی ایسی حیرت انگیز اور بظاہر ناقابل یقین چیزیں دیکھیں کہ اگر تمہیں لکھوں تو ہرگز ہرگز یقین نہ ہوگا، جہاز مصر کی طرف جا رہا تھا، سمندر میں سکون تھا۔ لوگ خوش تھے کہ اچانک ایک دن طوفان رونما ہوا۔ بے پناہ متلاطم موجوں کے ساتھ جہاز اٹھنے بیٹھنے لگا، لوگوں کی حالت بُری تھی، کوئی دعائیں مانگنے لگا، کوئی سجدہ میں گرا تھا، اور کوئی آہ و بکا کے ساتھ مصروف ماتم تھا، سب ناامید ہو چکے تھے اس وقت ایک عجیب سماں تھا، خدا نہ کرے یہ وقت دشمن کو دیکھنا نصیب ہو۔ ۲۴ گھنٹے تک طوفان برابر بڑھتا رہا آندھی کے جھکڑ انتہائی تیزی اور شدت کے ساتھ چل رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جنات اور شیطان آپس میں جنگ کر رہے ہیں۔ اس وقت اپنی عمر میں پہلی مرتبہ مجھے زندگی کی قدر ہوئی جہاز سب سے پہلے عدن میں لنگر انداز ہوا، عدن سے پھر جہاز چکر کاٹتا ہوا فلسطین پہونچا، بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کی، پھر وہاں سے شام، اور شام سے کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف میں پہنچی جہاں سید الشہدا اور

امام المتقین کے مزار اب تک زائرین کو زہد و ورع کا سبق دے رہے ہیں۔ اس کے بعد اور اسلامی ممالک سے ہوتی ہوئی مصر کے دار الخلافہ قاہرہ میں پہنچی، وہاں کی رنگین نقش نگار دیکھکر ہندوستان اور تمام ممالک کی گلکاریاں ہیچ نظر آنے لگیں، وہاں کی شان وعظمت اور خوبصورتی دیکھکر ششدر رہ گئی۔ اگر یہ کہا جائے یہ ملک حوروں کی بستی ہے تو شاید غلط نہ ہوگا۔ چھوٹی چھوٹی عمر کی لڑکیاں فرشتوں سے بڑھکر، جوان عورتیں حوروں سے زیادہ حسین مہ جبین معلوم ہوتی ہیں، یہاں کا عجائب خانہ قدیم زمانہ کی یادگاریں اور نئی نئی خوشنما چیزیں دیکھنے کے قابل ہیں، تعریف جس قدر کی جائے کم ہے۔

عباسی ——— ! سفر کے واقعات اگر تفصیل کے ساتھ لکھنے بیٹھوں تو ایک دفتر کی ضرورت ہوگی اب کچھ یہاں کے طرز معاشرت کے بارے میں لکھنا چاہتی ہوں خوب غور سے پڑھو، اور ہندوستانی مردوں کے ظلم دیکھو۔

"لوگ کہتے ہیں کہ عورت گھر کی ملکہ ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مرد کیوں عورتوں پر ایسا ظلم کر رہے ہیں میری سمجھ سے بالکل بعید ہے کہ مکان کی چار دیواری کے اندر حبس دوام میں زندگی بسر کرنا کیا گھر کی ملکہ کی تعریف ہے، مصر اور غیر ممالک کے مرد عورتوں کی بہت عزت کرتے ہیں اور جہاں تک ہوسکتا ہے کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کی دلشکنی نہ ہو۔ وہ عورتوں کو باندی نہیں سمجھتے مصری خواتین اور اسلامی ممالک کی عورتیں بے تکلف گھروں سے باہر نکلتی ہیں، بازار سے سودا سلف خرید اکرتی ہیں۔ ہندوستان میں کوئی عورت برقع اوڑھکر بھی بازار میں نکلتی ہے تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ مردوں کی بڑی اخلاقی کمزوری ہے لیکن یہاں عورتیں کھلے بندوں پھرتی ہیں اور کوئی ان کی طرف التفات نہیں کرتا لوگوں کا ذریعہ معاش زیادہ تر تجارت ہے۔

مجھے چند معزز خواتین سے ملنے کا اتفاق ہوا ان سے موجودہ طرز عمل پر خوب رائے زنی ہوئی، وہ بتاتی ہیں کہ ہندوستان کی عورتوں میں تعلیم نام کو نہیں اس پر طرّہ یہ کہ پردہ کا رواج بری طرح پھیلا ہوا ہے۔

۱۵

ہندوستان میں جس قسم کا پردہ رائج ہے وہ کسی نقطۂ نگاہ سے درست نہیں، اور نہ اسے اسلام سے کوئی تعلق ہوگا، سوائے اس کے کہ مرد عورتوں پر سخت ظلم کر رہے ہیں، مجھے یقین ہے کہ خدا کے سامنے انھیں جواب دہ ہونا پڑے گا

عباسی ———— ! میں ان لوگوں کی گفتگو سن کر ششدر رہ گئی۔ میرا دماغ کچھ کام نہ کر سکا۔ لیکن جب میں خود غور کرتی ہوں کہ اگر جائز طور سے "پردہ" پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "پردہ" کی موجودہ صورت ہمارے لئے نہایت تباہ کن ہے، پردہ نے آج ہم پر اس قدر سکّہ جما لیا ہے کہ وہ اس قابل بھی نہیں جو ریلوے اسٹیشنوں پر مردوں کی مدد کے بغیر چل سکیں، ساتھ ہی ساتھ تعلیم بالکل معدوم ہے اور یہ جہالت محض پردے نے پرورش کی ہے، برعکس اس کے غیر قوم کے لئے کس قدر مسرت بخش اور باعث فخر ہے کہ ان کی عورتیں اہم سے اہم مضامین لکھا کرتی ہیں اور تمام علوم و فنون پر کافی عبور رکھتی ہیں وہ بڑے بڑے محکموں میں کام کرتی ہیں جنگ میں بہادری کیساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرتی ہیں مگر آہ ———— ! ایک ہماری عورتیں ہیں۔ جو چہار دیواری میں بیٹھی ہوئی "الف" اور "بے" کے سوا کچھ بھی نہیں جانتیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے میں کہتی ہوں کہ اس تباہی کا باعث وہ مرد ہیں جو عورتوں کو بالکل باندی بلکہ اس سے زیادہ یعنے پیر کی جوتی کے برابر سمجھتے ہیں اور انہیں اب تک تاریکی میں رکھے ہوئے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عورتوں کا تعلیم حاصل کرنا بالکل بیکار ہے کچھ فائدہ نہیں۔ وہ اس لئے کہ مردوں کی طرح ان کو کہیں دفتر میں کام کرنا تو نہیں ہے، لیکن اس جہالت کا کیا حساب، تعلیم سے وہ بہت کچھ کر سکتی ہیں تعلیم ہی سے ان کے دماغ میں ایک قسم کی تازگی پیدا ہوگی، امور خانہ داری کے لئے اچھی بیوی ثابت ہوں گی، تعلیم ہی کے ذریعہ سے ان کو انشاپردازی کا شوق ہوگا جس کا اثر ان کے بچوں کے لئے مفید ہوگا کیونکہ عورتوں کا اصلی فرض آئندہ نسلوں کی اصلاح ہے ملک کے لئے مضبوط نسلوں کا بہم پہنچانا بالکل عورتوں کے اختیار میں ہے۔ تم دیکھتی ہو کہ مسلمانوں کے عزم و استقلال اور صحت و جسمانیت میں ایک بڑا

انقلاب آرہا ہے اس انقلاب کی ذمہ داری صرف مسلم خواتین پر ہے اس وقت مسلمان گھرانوں میں جس قدر بچے جنم لے رہے ہیں ان میں نہ کوئی شکسپیئر ہے اور نہ کوئی صلاح الدین اعظمؒ بلکہ ایک نیم مردہ نسل ہے جو آہستہ آہستہ زندگی کے میدان کی طرف حرکت کرتی ہوئی نظر آتی ہے یہ مظلوم بچے وراثتاً ماں کے پیٹ سے بہت سی بیماریاں لاتے ہیں اور اپنی بیماریوں کے باعث زندگی کے نہایت ہی تلخ سانس پورے کرکے رخصت ہو جاتے ہیں، اس وقت اموات اطفال کی تعداد بہ نسبت اور ملکوں کے بہت زیادہ ہے ہندوستان میں ہر سال لاکھوں ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں جو کسی طرح زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوتے، مرے ہوئے پیدا ہوتے ہیں یا پیدا ہوکر مرجاتے ہیں اس مصیبت کی سب سے بڑی وجہ ہندوستانی خواتین کی کمزوری ہے جس کا باعث محض پردہ ہے دنیا کا کوئی شخص محنت کاروبار ورزش، سیروسیاحت اور ہوا خوری کے بغیر اپنی صحت کو قایم نہیں رکھ سکتا، اگر آج رستم کو زندہ کرکے مسلمان عورتوں کی طرح گھر کی چہار دیواری میں اسی طرح قید کردیا جائے تو وہ چھ ماہ تک بھی اپنے جسم کی تازگی اور خون کی سرخی کو قایم نہیں رکھ سکے گا۔ لیکن جو عورتیں صدیوں سے نسلاً بعد نسل قید تنہائی میں اسیر ہیں اور ان کے سامنے کوئی ایسی صورت موجود نہیں ہے جو ان کی فطرت میں تازگی ان کے دلوں میں وسعت و سرور اور ان کے دماغوں میں نزہت و شادابی پیدا کرسکے۔ جب تک مسلمان عورتوں کو جہالت و تنگ نظری، غفلت و تن آسانی اور اس پردہ کی بری رسم کو نکال کر علم تہذیب محنت و مشقت اور کھلی آب و ہوا سے آشنا نہ کیا جائے گا وہ کبھی ملک و ملت کے لئے پاک باز، راست کیش غیور بلند ہمت، محنتی، اور وجیہہ جوان مہیا نہ کرسکیں گی۔

اگر عورتوں کی تعلیم و تربیت، اصلاح و تہذیب اور صحت کا کوئی انتظام نہ کیا گیا تو کمزور سے کمزور نسلیں پیدا ہوں گی، اور خدا کی مقدس سرزمین کم مایہ، بداخلاقی اور بداطواری سے لبریز ہو جائیگی ضرورت ہے کہ ہم ان خطرات کا احساس کریں اور بلا پس و پیش اپنے حلقہ اثر میں عورتوں کی اصلاح

کی طرف متوجہ ہوں اب یہ خط ختم کرتی ہوں امید ہے کہ تم بھی اس رواج کے بت کو توڑ کر اور جہالت کے پردہ کو چاک کرکے ترقی کی راہ پر گامزن ہوگی، باقی خیریت ہے تم لوگوں کے لئے دل بہت اداس ہے، میری اچھی اختری کو دعا، بجمہ کو گلے لگا کر پیار کر لو۔ عجب نہیں وہ بہن بھول گئی ہو۔ .... زیادہ دعا۔ تمھاری شمیم

کیجئے مشقِ ستم، ہاں بندہ پرور کیجئے
کب میں کہتا ہوں کہ سمجھیں رحم کے قابل مجھے

پیر کر پہنچوں وہاں تک آہ یہ ممکن نہیں
تک رہا ہوں پاس سے ساحل کو میں ساحل مجھے

مل چکا اوروں کو جب رنج والم روزِ ازل
تب بڑے الطاف سے بخشا گیا یہ دل مجھے

پھونک دے ہستی مری اے سوزِ الفت پھونک دے
نا امیدی اُن سے اب کرنے لگی غافل مجھے

پاؤں تھک جائیں تو سر کے بل لئے جائیگا شوق
کیا ڈرا سکتی ہے اختر دوریٔ منزل مجھے

اختر قریشی

اُس خط کا جواب

از

محترمہ بیگم عباس علیخان بیخود ایم اے

(۲)

بہن شمیم کل کی ڈاک سے تمہارا خط آیا، نجمہ کے ابا نے اندر بھیج دیا۔ بھلا خط کاہے کو تھا شیطان کی آنت تھا۔ مگر تمہارا خط وہ بھی مصر سے دل بےچین ہو گیا تمام کام چھوڑ کے پڑھنے بیٹھی، شروع سے اخیر تک پڑھ ڈالا، لیکن وہی پرانی رٹ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے، نئی جگہ، نئے لوگ، نئی ملاقاتیں، کوئی نئی باتیں لکھتیں، لیکن تمہیں تو ضد ہے کہ مجھے چھیڑو، تم کو اور بھائی جان کو میرے چھیڑنے میں ایک خاص لطف ملتا ہے، حالانکہ ہمیشہ منہ کی کھاتی ہو، مگر نا بہن اب کے تمہارا رویہ ناصحانہ ہے اور خدا جھوٹ نہ بلائے تو میرا گمان کیا یقین ہے کہ اب کے ہندوستان کو لوٹنے کے بعد اپنی لیڈری کا اعلان کردوگی، اور اصلاح خواتین کے پردے میں ہمارے سکون اور چین کی دنیا کو تاراج کرنا شروع کردوگی، اس لئے میں تمہیں لکھتی ہوں، خدا کے لئے غور کرو، اگر تم نہیں بدل سکیتں تو کم از کم للہ ہماری غریب بہنوں کے اطمینان کی دنیا کو ہنگامہ سے بدلنے کی کوشش نہ کرو۔

پردے نے تمہارا کیا بگاڑا ہے صحت صحت جو تم پکارتی ہو، اس کو پردے سے واسطہ؟ یہ صحت آب وہوا اور غذا پر منحصر ہے، افغانستان کی عورتیں پردہ میں رہکر بھی بنگال کی آزاد عورتوں سے زیادہ قوی اولاد پیدا کر سکتی ہیں، سو عام طور پر ہندوستان کی آب وہوا اچھی ہے پردہ نشین خواتین کی اولاد بھی ایسے گرانڈیل، خوشرو، اور طاقتور ہوتے ہیں کہ بس دیکھا کیجئے، کیا تم نے چند ہی

دن قبل اخباروں میں نہیں پڑھا کیا وہ ہندوستانی ماں کا لعل[1] نہ تھا جس نے زبسکو جیسے نامی گرامی پہلوان کو میدان میں نیچا دکھایا، دوسری بات یہ کہ ہندوستان غریب ملک ہے لوگوں کو پیٹ بھر کھانا میسر نہیں آتا۔ تن ڈھانکنے کو کپڑا نہیں ملتا، اتنا بوتہ نہیں کہ صفائی کا انتظام کرسکیں، ہوادار مکانوں میں رہیں ایسی حالت میں صحت اچھی رہے تو تعجب ہے جن کو خدا نے کھاتا پیتا بنایا ہے وہ ادری بنی ہوتی ہیں گولر تلنے کی مرنے والیاں ہیں، ٹال کر پانی تک نہیں پیا جاتا، اس پر دیر ہضم ثقیل غذائیں تحلیل ہوں تو کیونکر لیکن تم تو کہوگی کہ سارا فساد پردے ہی کا ہے بہن!

یہ سکھ روگ امیروں میں عام ہے اس سے غرض نہیں کہ وہ پردے میں رہتی ہوں یا بے پردہ میں یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ تم سے ملنے والی عورتیں جو بے پردہ رہتی ہیں، اگر اپنے چہرے سے غازے اور ہونٹوں سے مصنوعی سرخی دور کردیں تو ان کے چہرے تمہیں پردہ نشینوں کے مریض چہروں سے کہیں زیادہ پھیکے معلوم ہوں گے دور کیوں جاؤ اگر تم بھی تو آزاد ہو، ذرا اپنی طرف دیکھو اور میری حالت سے مقابلہ کرو۔

بہن اب بھی اگر تم اپنی بات پر اڑی رہو تو ہٹ دھرمی ہے۔

تعلیم کی جو پوچھتی ہو تو اس میں بھی پردہ حائل نہیں، اگر چاہو تو ہر طرح تعلیم حاصل کرسکتی ہو اصل تو عورتوں کی تعلیم جداگانہ ہونی چاہیئے کیونکہ ان کی ضروریات مردوں کی ضروریات سے بالکل الگ ہیں اس پر بھی اگر یونیورسٹی کی ڈگریاں حاصل کرنی ہیں تو ان کا بھی انتظام ہے، پردہ میں رہکر ہماری بہتیری بہنوں نے ڈگریاں حاصل کی ہیں، اب کہو گی کلاس میں حاضری کس طرح ہو، تو میں کہتی ہوں کہ حاضری ہی کیا ضرور ہے کتابیں اگر میسر ہیں تو مطالعہ سے سب کچھ ہوسکتا ہے، ہاں کسی فن میں نمایاں قابلیت حاصل کرنے کو کہو تو یہ کسی قانون کے ماتحت نہیں، فطرت بعض لوگوں کو منتخب کرکے ایک خاص دماغ ودیعت کرتی ہے اور وہ خواہ کسی ماحول میں ہوں اپنا جوہر دکھائے بغیر نہیں رہ سکتے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کے جتنے لوگ آسمان ترقی پر ستارے نہیں بلکہ سیارے بنکر چمکے ہیں ان میں اکثر محض معمولی، غریب اور جاہل خاندانوں سے متعلق

---

[1] گاما پہلوان

رکھتے تھے ان کے نام کے ساتھ یونیورسٹی کا کوئی دم چھلا نہ تھا، وہ یونیورسٹیوں کے نہیں، یونیورسٹیاں ان کی محتاج ہیں آج ان کی تصانیف پڑھنے اور ان کے کلام کے سمجھنے کی قابلیت پیدا کرنے پر یونیورسٹیوں سے ڈگریاں اور تمغے ملتے ہیں تم نے شکسپیر کا نام لیا ہے، اسی کو دیکھو، کس روشن خیال ماں کی گود میں پرورش پائی، کس یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کی، لیکن آج وہی شکسپیر ہے جس کو پڑھکر اور جس کی تصانیف پر مضامین لکھکر لوگ اعزاز حاصل کر رہے ہیں، آج بھی ہندوستان کی پردہ نشین تمہارے قول کے مطابق جاہل، اجڈ، غیر مہذب مائیں ایسے فرزند پیدا کر رہی ہیں جن کے ایسے فرزندوں کی یورپ کی آزاد اور مہذب اور تعلیم یافتہ خواتین کو آرزو ہے۔

حالی۔ شبلی، آزاد، سر سید، اقبال اور محمد علی وغیرہ جیسے سپوتوں کو جن پر ہندوستان کو بجا ناز ہے اور رہے گا، انھیں پردہ نشینوں نے نہیں جنا؟ جب ان ماؤں کے لئے اپنے بچوں کی تربیت کی راہ میں پردہ رکاوٹ ثابت نہیں ہوا تو اب کیوں؟ پھر بھی تم کہو گی کہ پردہ ہی ہماری ترقی کی راہ میں حایل ہے۔

خیر ان لوگوں کو جانے دو تمام بوڑھے پاگل ہو گئے ہیں ان کا دماغ گھسگ گیا ہے۔ بیجا خراب ہو گیا ہے، ہمارے آباو اجداد اس نسل جدید کے نقطۂ نگاہ کے مطابق غیر مہذب تھے، لیکن سر سید کو تم کیا کہو گی جنھوں نے عورتوں کی تعلیم کے لئے وہی پرانا طریقہ بہتر سمجھا اور کسی کالج یا اسکول کی فکر نہیں کی، بہن مرحوم جانتے تھے کہ عورتوں کی ذمہ داریاں کچھ اور ہیں۔

آج کل جو تقسیم عمل پر اس قدر زور دیا جا رہا ہے وہ "ہر کسے را بہر کارے ساختند" کی تشریح نہیں تو کیا ہے، پھر بزرگوں نے مرد عورت کے درمیان جو تقسیم عمل کیا ہے اس میں کون سی برائی ہے کہ کیڑے ڈالے جا رہے ہیں؟ اور کیا ضرورت ہے کہ مردوں اور عورتوں کو ایک طرح کی تعلیم دیجائے جبکہ دونوں کی ذمہ داریاں علیحدہ ہیں۔

بہن شمیم! میری تعلیم بھی نئے اصول پر اسکول میں ہوئی، ایک زمانہ تھا کہ آزادیٔ نسواں کی مسموم ہوائیں میرے دماغ میں بھی چکر لگا رہی تھیں، لیکن خدا بھلا کرے پھوپی اماں کا کہ ان کی سختی نے مجھے بچا لیا، گو اس وقت ان کی باتیں ناگوار گزرتی تھیں اب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سختیاں میرے لئے رحمت تھیں۔ یہاں تو میں بھی مردوں کو ظالم، سفاک اور خودغرض سمجھا کرتی تھی، لیکن بہن ایسا نہیں ہے آؤ تمہیں ایک واقعہ سنائیں جو باوجود معمولی ہونے کے میرے خیالات میں انقلاب کا باعث ہوا ہے، میرے خلیرے بھائی مسیح کی شادی تھی ہم لوگوں کو شریک ہونا ضروری تھا، ریل کا سفر چلنے کو تو چلے لیکن اسٹیشن پر وہ پریشانی ہوئی کہ خدا کی پناہ، بی بیوں کے قدم نہیں اٹھتے پاؤں من من بھر کے ہوئے جاتے ہیں، پیروں سے جوتیاں نکلی پڑتی ہیں۔ اس وقت بیچارے ابّا جان کی حالت قابل رحم تھی، ہاتھ میں پان کی پٹاری، گود میں حمید کبھی دوڑ کر قلی کو روکتے ہیں کبھی پیچھے آکر جلدی چلنے کی تاکید کرتے ہیں خدا خدا کرکے کسی طرح ریل میں سوار ہوئے تو آپ بستر درست کر رہے ہیں پانی کے لئے دوڑ رہے ہیں غرض ان کی جان عذاب میں تھی اور صرف ہمارے لئے، اس کا مجھ پر بڑا اثر ہوا، ایسے مردوں کو جو ہم عورتوں کے لئے اپنے آرام کو آرام نہیں سمجھتے اور مفت کی پریشانیاں مول لیتے ہیں، ظالم کہنا احسان فراموشی نہیں تو کیا ہے۔

بہن جس کو تم آزادی سمجھ رہی ہو وہ آزادی نہیں غلامی ہے، وہ مرد جو آزادیٔ نسواں پر زور دے رہے ہیں، وہ عورتوں کی پابندی کا پھندا اپنے گلے سے نکال کر انھیں غلام بنانا چاہتے ہیں۔ کیا آج یورپ کی لڑکیوں کو سن بلوغ پر پہونچ جانے کے بعد مجبور نہیں کیا جاتا کہ وہ اپنی روزی آپ حاصل کریں اور خاندان کی مدد کریں اس کا اخلاقی نتیجہ جو ظاہر ہو رہا ہے وہ تمہارے سامنے ہے بیان کی حاجت نہیں ہمارے یہاں لڑکیوں کی پرورش، شادی بیاہ اور غور و پرداخت میں جتنی زحمتیں ہیں پوشیدہ نہیں، ہر شخص جس کے گھر میں لڑکی ہے جب تک اس کا انتظام نہ کرلے چین نہیں پاتا۔ بہت سے مردان ذمہ داریوں سے اکتا گئے ہیں۔ اور اس سے سبکدوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جو آزادیٔ نسواں کے

حامی بنے ہیں، اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ ہمارے مردوں نے ہم کو کھلونا بنا رکھا ہے، یہ بھی ماننا پڑیگا کہ وہ اس کھلونے کی حفاظت بھی اپنا فرض جانتے ہیں، لیکن آزادی نسوان کے حامی مرد ایک ایسا کھلونا بنانا چاہتے ہیں جس سے وہ کھیل سکیں لیکن اس کی حفاظت کی ذمہ داریوں سے الگ رہیں چنانچہ یورپ میں آزادی نسوان زوروں پر ہے نکاح ایک لفظ بے معنی ہو کر رہ گیا ہے اس کے کیا یہ معنی ہیں کہ مرد عورتوں سے لذت یاب ہونے کو تو تیار ہیں لیکن ان کی تلخیوں کے برداشت کی طاقت نہیں رکھتے، وہ عورت کی جوانی کے خریدار ہیں، لیکن اس کے بڑھاپے کے ذمہ دار نہیں، ارے بوڑھاپا تو بڑھاپا انہیں تو ہمارے بچوں کی پرورش تک گوارا نہیں اور تہذیب کے نام سے ایسی دوائیں ایجاد کی ہیں کہ اولاد پیدا کرنے کی زحمت سے چھٹکارا مل جائے چلو چھٹی ہوئی نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

بہن شمیم! میں تمہیں الزام نہیں دیتی خدا برا کرے غلامی کا کہ آزادی کی ہر ادا اصلی معلوم ہوتی ہے اور حاکم کا عیب بھی ہنر دکھائی دیتا ہے اس میں ہم کیا ہمارے مرد زیادہ گرفتار ہیں، لیکن تم سے استدعا کرتی ہوں خدا کے لئے سوچو اور اگر نہیں سمجھتیں تو ان زرق برق لباس، گلگونہ اور لونڈروالی عورتوں سے کلب میں نہیں ان کے گھروں پر ملو۔ ان کی خانگی زندگی کا نزدیک سے مطالعہ کرو تو تم کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہے۔

بات میں بات نکلتی چلی گئی اور وقت نہ معلوم کدھر گیا اب چار بج رہے ہیں نجمہ کے ابا کے لئے چاء تیار کرنی ہے۔ اس وجہ سے خط ختم کرتی ہوں، تمہیں قسم ہے اپنا حال برابر لکھتی رہو۔ نجمہ اور اختری سلام کہتی ہیں۔ خدا کرے تم اس سفر سے خوش خوش واپس ہو۔

تمہاری۔ عباسی (ن۔ خ لاہور)

بندشیں ٹوٹیں گی پیدا ہو جو ہی ذوق عمل
جو نکالیں قید سے وہ بال و پر پیدا تو کر

لطف تو جب ہے کہ قلب سنگ سے ٹپکے لہو
نالہ و شیون میں بلبل وہ اثر پیدا تو کر

ذرہ ذرہ میں نظر آجائے جلوہ یار کا۔
دیکھنے کے واسطے پہلے نظر پیدا تو کر

میں جہاں رکھدوں جبیں کعبہ کھنچا آئے وہیں
اپنے سجدوں میں بھی زاہد یہ اثر پیدا تو کر

آرزو جب ہے فنا فی العشق کی اختر تجھے
حضرت منصور سا قلب و جگر پیدا تو کر

(اختر قریشی)

صنف نازک کا دوسرا رخ

از

محترمہ مسز ظہیر الدین احمد مختار (مرزاپور)

لوگ کہتے ہیں کہ عورت ایک نور ہے جس کی ضیا رکائنات کے چپہ چپہ کو روشن اور سطح زمین کے گوشہ گوشہ کو منور کر رہی ہے، وہ دنیائے حسن کی ملکہ ہے جس کے جمال لازوال کی شعاعیں اس کے چمپئی نرم و نازک جسم سے نکل کر اور باریک کپڑے میں سے چھن چھن کر چاروں طرف پھیلتی ہیں، وہ باغ حسن کا ایک پھول ہے جس کے سرخ و نازک رخسار گلاب کی پنکھڑیوں سے بھی زیادہ ملیح اور دلکش ہیں، اس کی مخمور غزالی آنکھیں کسی اہل دل کو اپنی جانب کھینچنے کے لئے مقناطیس سے بھی کہیں زیادہ تیز اثر

رکھتی ہیں، اس کی شیریں بیانی اور خوش کلامی میں وہ رس اور چاشنی ہے جو شاید دنیا کی میٹھی سے میٹھی اور شیریں سے شیریں چیز کو بھی میسر نہیں، وہ رحم کی ملکہ اور کرم کی دیوی ہے اس کے دل میں محبت کا دریا موجیں مارتا ہے اور ہمدردی کی لہریں اٹھ اٹھ کر آرزومندان محبت سے ہمکنار و ہم آغوش ہوتی ہیں۔

اے سیدھے سادے اور بھولے بھالے مردو! تم عورتوں کی جفاؤں اور سحرکاریوں سے ابھی ناواقف ہو۔ یہ تمہاری نازک خیالی اور بلند پروازی کا نتیجہ ہے، نہیں نہیں بلکہ تمہاری معصومیت و مسکینیت کا تقاضا ہے جو تم عورتوں کی اس درجہ تعریف و تحسین کرتے ہیں ذرا غور کرو اور چشم بینا سے کام لو تو یہ سیاہ پردہ جو عورتوں نے اپنے نسائی جادو سے تمہارے فہم و ادراک پر ڈال رکھا ہے فوراً اٹھ جائے گا اور تم اس کی ماہیت سے بخوبی واقف ہو جاؤ گے۔

تمہارا خیال کہ عورت ایک نور ہے یا باغ حسن کا ایک پھول ہے غلط اور سراسر غلط، سنو! مجھ سے سنو! میں تم سے ہمدردی رکھتی ہوں اور ایک زبردست ایثار کے بعد تم کو عورتوں کی اصلیت سے واقف کرتی ہوں۔ اچھا سنو!!!

عورت نور نہیں بلکہ نار ہے اور اپنی شعلہ مزاجی سے تمام مردوں کے معصوم دلوں پر آگ برسا کر ان کو خاک سیاہ کر دیتی ہے اس کی آنکھوں میں مستی یا خمار نہیں بلکہ زہر کے بجھائے ہوئے تیر ہیں جن کے ذریعہ سے وہ مردوں کے بے گناہ اور بے لوث دلوں کا نشانہ بناتی ہے اور ان کو ماہی بے آب کی طرح تڑپا تڑپا کر فنا کے گھاٹ اتار دیتی ہے اس کی سیاہ سیاہ زلفیں جو ظاہرہ اس کے رخ روشن پر اس طرح حلقہ کئے ہوتی ہیں جیسے کالی گھٹا چودھویں رات کے چاند کو حلقہ کئے ہو، حقیقت میں یہ نسائی جال ہے اس کا حسن ملیح، اس کی ادائے دلکش اس کی آواز نغمہ ریز اور اس کی گفتگوئے راحت فضا یہ سب دھوکہ اور فریب ہیں حقیقت میں یہ سب اس کے حربہ و ہتھیار ہیں جن کے ذریعہ سے وہ مردوں کے مضبوط سے مضبوط اور مستحکم سے قلعۂ دل کو بھی ڈھا کر سپرد خاک کر دیتی ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۲)

دوشیزۂ پرتگال

رومان ادبی و تاریخی

نوشتہ

آقای قویم السلطنۃ (سابق وزیر خارجہ ایران)

مترجمہ

سید تمکین کاظمی

منشی فاضل - ایم اے - ایس بی ایم آر اے ایس (لندن)

۲۶

اکتوبر ۱۹۱۰ء کی پہلی رات کے گیارہ بجے ایک اٹھارہ سالہ دوشیزہ مردانہ لباس پہنے اور خرمائی رنگ کے کے لامبے لامبے بالوں کو لمبی ٹوپی میں چھپائے مردانہ انداز سے ایک خانہ باغ کے کٹہرے کے پاس جو پرتگال کے پایہ تخت لیس بن کے قصر شاہی کے شمال میں واقع ہے کھڑی ہوئی ہے۔ یہ کٹہرا تقریباً ایک میٹر سے زیادہ نہیں ہے روشنی کی مدہم شعاعیں اس پر پڑ رہی ہیں۔ لڑکی اس آدھی رات کی تاریکی اور سکون میں یہ کوشش کرتی ہے کہ فولادی سیخوں سے گزر کر ریشمی پردوں تک پہونچ جائے۔ وہ تقریباً ایک گھنٹہ تک اسی طرح کھڑی ہوئی گفتگو سنتی رہی۔ مگر درختوں کے نیچے کسی کے چلنے کی آواز سن کر ہٹ گئی اور ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرنے لگی۔ وہ جس قدر تیزی سے دوڑ رہی تھی اس کا متعاقب بھی اسی تیزی کے ساتھ پیچھا کر رہا تھا وہ ابھی باغ سے باہر بھی نہ ہوئی تھی کہ اس نے جا لیا۔

تعجب اس پر ہے کہ نہ تو اس نے شدتِ وحشت میں زبان ہلانے کی کوشش کی اور نہ اس کے پکڑنے والے نے۔
ایک اور شخص نے آکر باغ کا چور دروازہ کھول دیا اور تعاقب کرنے والے نے اپنی گرفتار کو آغوش میں لے کر موٹر پر سوار کرا دینا چاہا جو وہاں سے بیس قدم کے فاصلہ پر کھڑی ہوئی تھی۔

یہ تمام باتیں تین منٹ میں ختم ہو گئیں اور کسی نے ایک لفظ اپنی زبان سے نہیں نکالا۔ مگر دوشیزہ نے اپنے پاؤں زمین پر ٹیک کر موٹر میں سوار ہونے سے انکار کر دیا تو ان دونوں میں سے ایک شخص نے اپنے ساتھی سے انگریزی میں کہا۔

—— میں نہیں سمجھتا کہ وہی ہے۔

دوشیزہ نے مردانہ آواز میں کہا۔

—— حضرات مجھے چھوڑ دیجئے آپ کو مغالطہ ہوا ہے۔

دوسرے نے پرتگالی میں جواب دیا'

—— لاحول ولا ہمارا مقصد صرف چند اطلاعات حاصل کرنا ہے بہتر یہ ہے کہ ہمارے ساتھ چلے چلیے۔

—— کہاں؟

—— شہر سے باہر کسی گوشۂ عافیت میں۔

—— کیوں؟

—— معلوم ہو جائے گا!

اُسے زبردستی موٹر پر سوار کر دیا گیا اور موٹر روانہ ہو گئی۔

تھوڑی ہی دیر میں شہر کے آخری مکانات بھی گزر گئے اور صنوبر کے جھنڈ میں موٹر کھڑی ہو گئی۔

ان دونوں میں سے ایک نے انگریزی میں کہا'

اس ہاتھ کی نرمی اور نزاکت شک پیدا کر رہی ہے موسیو ارمنڈ!

ارمنڈ نے جواب دیا۔

—— ہاں موسیو شکسپیر۔ مجھے بھی یہی شبہ ہو رہا ہے چراغ جلا دو تو صورت بھی دیکھ لیں۔

شکسپیر نے موٹر کی قندیل جلا کر دوشیزہ پر روشنی ڈالی جو اپنے ہاتھوں سے منہ چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

ارمنڈ نے اُس کے ساعد سیمیں کو پیچھے کی طرف کھینچ لیا اور جب ان دونوں کی نظریں چہرے پر پڑیں تو حیرت سے چیخ اٹھے۔

—— آہ کیا حسن ہے۔

شیکسپیر نے چراغ بجھا کر تر نگالی میں پوچھا۔

—— تم کون ہو؟

دوشیزہ نے نہایت ہی جرأت سے جواب دیا۔

—— میں آدمی ہوں تم کون ہو تم نے میری آزادی کیوں سلب کی مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔

پہلے تم اپنا تعارف کراؤ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ تم آدھی رات کے وقت اس باغیچہ میں کیا کر رہے تھے؟

—— تم میرے جسم کو گرفتار رکھ سکتے ہو مگر میری طبیعت پر جبر نہیں کر سکتے اور نہ مجھے اپنے سوالات کی جوابدہی کے لئے مجبور کر سکتے ہو مجھ سے ہاتھ اٹھالو اور یہ کہو کہ تم کون ہو اور مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟

—— جب ہم نے آدھی رات کے وقت چوروں کی طرح کٹہرہ کے پاس تمہیں جاسوسی کرتے پایا تو گرفتار کر لیا تمہاری خاموشی ہمارے شک کو یقین تک پہنچا رہی تھی کیونکہ اگر تم کسی برے خیال سے وہاں نہ ٹھہرے ہوتے تو اپنے آپ کو چپ چاپ گرفتار نہ کروا دیتے۔

—— تم لیٹرے یا ڈاکو نہ ہوتے تو جس وقت تم نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ میں وہ نہیں ہوں جس کی تمہیں تلاش تھی تو مجھے چھوڑ دیتے اور معافی مانگتے!

—— تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ ہم کسی کی تلاش میں تھے؟

—— میں علم غیب نہیں جانتا مگر یہ تو کہو تم کس کی تلاش میں ہو؟

—— تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ ہم تمہاری تلاش میں نہ تھے؟

—— یہ تو تم خود ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔

(۲)

یہاں لوگوں نے دو منٹ تک خاموشی اختیار کی اور پھر ارمنڈ نے اس دوشیزہ سے پوچھا۔

—— کیا تم کسی گاریسا نامی سے واقف ہو؟

—— دوشیزہ اس نام کو سنتے ہی چونک گئی اور بھڑک کر کہنے لگی ۔

آہ شاہ چارلس اور ولی عہد کی قاتلہ کو کہتے ہو!

—— ہاں گارسیہ انارشی ۔

—— میں اسے صرف نام سے پہچانتا ہوں قاعدہ کی رو سے تو اسے لندن میں رہنا چاہیئے کیونکہ وہ انارشیوں کا مرکز ہے ۔

—— مگر ہم تمہیں اطمینان دلاتے ہیں کہ وہ لیس بن میں ہے ۔

دوشیزہ نے اضطراب کے ساتھ پوچھا،

—— آہ گارسیا یہاں ہے؟

—— اچھا ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مکان جس میں گارسیا داخل ہوئی کس کا ہے؟

—— میرا خیال ہے کہ وہ کسی فوجی عہدہ دار کا مکان ہے!

—— کیا تم اس عہدہ دار کو پہچانتے ہو اور جانتے ہو کہ وہ کس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے؟

—— اچھی طرح نہیں پہچانتا مگر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہیکہ وہ جمہوریت پسند ہے ۔

—— ہاں تو پھر گارسیا کا داخلہ اس جگہ دوست صادق کی حیثیت سے ہوا ہے نہ کہ جاسوس کی ۔

—— ہاں اگر گارسیا لیس بن میں ہے تو خدا .... رحم کرے،

رمنڈ کہنے لگا ۔

—— خدا بادشاہ پر رحم کرے کیا تم یہی کہنا چاہتے تھے؟ ۔

—— آہ تمہیں انصاف سے کہو کہ بادشاہ کی اس جوانی پر کس کو رحم نہ آئے گا ۔

—— یہ تو کہو کہ تم جمہوریت پسند ہو یا بادشاہ پسند؟

—— مگر میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ پرتگال کی سیاسیات تمہارے لئے جب کہ تم انگریز ہو کیا

اہمیت رکھتی ہے اور ان دونوں سیاسی فرقوں میں سے تمہارا رجحان کس کی طرف ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم نہایت ہی آزادی سے جواب دو کیونکہ گارسیا کا تعاقب کرنا یہ ظاہر کر رہا ہے کہ تم میرے ہم خیال ہو؟

شکسپیر کہنے لگا۔

—— اگر تم شہنشاہیت پسند ہو تو ہم بھی تمہارے ہم خیال اور ہم مسلک ہو سکتے ہیں۔

دوشیزہ یہ سن کر خوش ہو گئی اور ہنسکر کہنے لگی،

—— مجھے اجازت دو کہ میں اتحاد مسلک کی وجہ سے تم سے دوستانہ معانقہ کروں۔

ہاں تم نے مجھے بادشاہت پسند سمجھنے میں غلطی نہیں کی اگر تم یہ جانتے ہو کہ گارسیا یہاں ہے تو یہ سمجھ لو کہ وہ بادشاہ کو قتل کرنے کے سوا کسی اور کام کے لئے نہیں آئی ہے تم نے اس کا تعاقب کس لئے شروع کیا ہے؟

—— جب ہم نے اسے لنڈن سے چلتے دیکھا تو بادشاہ کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے خود بھی نکل پڑے خوش قسمتی سے اس کا ساتھ ہو گیا اور اسی ٹرین میں جگہ ملی جس میں کہ وہ آ رہی تھی اگر تم حقیقت میں شاہ پرست ہو تو مجھے اس قصر کے واقعات کی اطلاع دو جس میں گارسیا داخل ہوئی تم نے وہاں کیا دیکھا اور کیا سنا؟

—— اس وقت جمہوریت پسند امراء وہاں جمع ہیں اور موجودہ حکومت کو توڑنے اور جمہوریت قایم کرنے کے متعلق تدابیر سوچ رہے ہیں مگر افسوس ہے کہ تم نے مجھے کچھ سننے نہیں دیا۔

—— کیا تم خفیہ پولس کے جاسوس ہو جو اس تاریک اور سرد رات میں یہ مصیبت اٹھا رہے ہو؟

—— میں اپنی طبیعت اور ارادہ کے وجہ سے جاسوسی کر رہا تھا اور یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کیا تصفیہ کرتے ہیں اور بادشاہ کے لئے کیا حکم ہوتا ہے۔

—— کیا تم نے کچھ معلوم بھی کیا؟

—— ہاں اس موضوع پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی بعض اس کو قتل کرنے کے موئد تھے اور بعض اس کے

گرفتار کرنے کے محرک ایک دو آدمی یہ بھی چاہتے تھے کہ اسے فرار ہونے کی مہلت دی جائے ۔ اس سے قبل کہ نتیجہ معلوم ہو تم نے مجھے آلیا اب تم کہو کہ تم بادشاہ کی نجات کے لئے کیوں کھڑے ہوئے ہو؟

—— اس واسطے کے کہ ہم کارسیا کے تعاقب اور گرفتاری کے لئے مامور کئے گئے ہیں اگر ہم اپنے فرائض کو انجام دیں تو بادشاہ کو بھی نجات مل سکتی ہے ۔

دوشیزہ نے ان کے ہاتھ شکریہ کے طور پر دبا کر کہا ۔

—— اب جب کہ ہمارا مقصد ایک ہی ہے تو یہ بھی کہدو کہ تمہیں کس محترم ہستی نے اس کام کے لئے مامور کیا ہے؟

—— اس کا محرک کون ہے معلوم نہیں مگر لندن کی پولس کے افسر اعلیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ کارسیا کی نگرانی اور تعاقب کریں ہم نے خیابانِ سوہو میں اسے جالیا اور عازم پرتگال دیکھکر ساتھ ہو گئے ہمارا ارادہ یہ ہے کہ جس طرح بھی ہو اس کو گرفتار کر کے حکومت کے حوالہ کر دیں تاکہ وہ کیفر کردار کو پہونچ سکے ۔

—— میں اس عنایت کے لئے تمہارا اور تمہاری حکومت کا شکر گزار ہوں کہ اگر تمہاری اور گورنمنٹ کی دور اندیشی کام نہ کرتی تو کسی پرتگالی کو بھی یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ کارسیا یہاں آئی ہوئی ہے مگر اس اثنا میں جمہوریت پسند کامیاب ہو جائیں اور تم اس کو گرفتار کرلو تو وہ کس کے حوالہ کی جائے گی کیونکہ اس وقت حکومت اس کی معاون اور حامی رہیگی اور کارسیا ان کی ہم خیال ہوگی ۔

—— ایسی صورت میں ہم صرف بادشاہ کی نجات کی کوشش کریں گے ۔

دوشیزہ نے تھوڑی دیر سوچکر کہا ۔

—— میں تمہاری مہربانیوں کا شکریہ ادا کر کے اطمینان دلاتی ہوں کہ تم چاہو تو اس سے بھی زیادہ کر سکتے ہو ۔

—— کیا کر سکتے ہیں؟

—— اگر مجھ سے وعدہ کرلو تو میں تمہیں وقت پر اطلاع دوں گا کہ کیا کرنا چاہیئے تم کہاں ٹھیرے ہوئے ہو؟

—— ہوٹل کنٹی نان تال میں۔

—— کس نام سے؟

—— ارمنڈ اور شکسپیر کے نام سے۔

—— بہت خوب اب اجازت دیجئے پھر ملاقات ہوگی۔

—— موٹر ہی پر چلیئے۔

جس وقت وہ دوشیزہ موٹر سے اتر گئی اور آگے جانے لگی تو ارمنڈ یہ کہتا ہوا کہ میں اس کا تعاقب کرتا ہوں۔

موٹر سے اتر کر اس کے پیچھے روانہ ہو گیا اور صبح ہوٹل واپس ہو کر شکسپیر کو رپورٹ دی۔

—— میں جب اس کے پیچھے گیا تو وہ ایک عالیشان عمارت میں داخل ہو گیا میں نے پولس سے دریافت

کیا تو معلوم ہوا کہ وہ قصر جنرل ڈلفارسے کا ہے۔

شکسپیر نے یہ سنکر ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

—— آہ ہم دھوکا کھا گئے

—— کیا کہا؟

—— یہی کہ جنرل جمہوریت پسندوں کا لیڈر ہے اگر یہ لڑکا اس کا بیٹا نہ ہو تو اس کا کوئی عزیز ضرور

ہمارے خیالات جنرل تک ضرور پہونچا دیگا بہتر یہ ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے ہم کسی دوسری ہوٹل

اور نام بدل کر رہیں ورنہ جمہوریت پسند گرفتار کر لینگے۔

—— تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ جنرل جمہوریت پسند ہے۔

—— ابھی ہوٹل کے ایک نوکر سے سیاسیات پرتگال پر گفتگو کر چکا ہوں میں نے جمہوری لیڈر

تو اس نے چند نام گنائے جن میں ایک جنرل بھی تھا۔ ہمیں فوراً ہوٹل سیرلوپال میں منتقل ہو جانا چاہیئے۔

(۳)

قصر میں صرف وہی کمرہ روشن ہے جس کے پاس دو شیزہ کھڑی ہوئی تھی۔

آٹھ آدمی نصف دائرہ کی شکل میں بیٹھے ہوئے ہیں بیچ میں ایک گول میز رکھی ہوئی ہے۔

ان میں سے ایک نے کہا حضرات آج کا ڈاکٹر بمبارڈو کا قتل ہماری شورش کے لئے بہترین ہے کیونکہ پبلک اور خصوصاً ہماری جماعت کے لوگ اس قتل کے واقعہ کی وجہ سے مبتلائے ہیجان ہیں اگر اس آگ کو بھڑکایا جائے اور انھیں دعوتِ شورش دی جائے تو بہت کامیابی ہوگی۔

دوسرے نے کہا کیا پبلک سمجھ چکی ہے کہ بمبارڈو کے قاتل بادشاہت پسند ہیں اور یہ قتل سیاسی اغراض کی بناء پر ہوا ہے؟

—— لوگوں نے اس سے زیادہ سمجھ لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "چونکہ ڈاکٹر جمہوریت پسندوں کا لیڈر تھا اس لئے سلطنت پسندوں نے اسے قتل کیا تاکہ فرقہ کمزور ہو جائے"۔

انھیں معلوم نہیں کہ ایک بمبارڈو کے قتل ہونے سے کچھ نقصان نہیں ہوا ابھی ہزاروں بمبارڈو باقی ہیں ہمیں چاہئے کہ اس حادثہ سے فائدہ اٹھائیں۔

—— ہاں ہاں ایسا وقت کھویا نہیں جا سکتا خصوصاً جبکہ پبلک میں ہیجان پیدا ہو چکا ہو کیونکہ لوگوں نے کری ڈیٹ برڈیال کی آواز کو فراموش نہیں کیا ہے کہ آٹھ سو ہزار لیرا سے زیادہ حکومت اور بادشاہ کی جیب میں داخل ہوتے ہیں۔

تیسرے نے کہا اگر ہم چاہیں تو ایسے طریقوں سے پبلک کو ہم خیال بنا سکتے ہیں مگر یہی کافی ہے کہ ان کو حکومت توڑنے کے بعد انتخاب کے موقع پر پارلیمنٹ کے ممبروں کی کمی اور زیادتی سمجھادی جائے حکومت پرتگال درحقیقت استبداد اور ظلم کی بساط ہے حکومت پسند جس طرح چاہتے ہیں کھیلتے ہیں۔

چوتھے نے کہا بادشاہ بیگم آفرودو ٹو امالوی خانگی پرتگال کی دولت اپنی قسمت اپنی میں لکھا لائی ہے۔

اس کے لئے بہترین اسباب تعیش مہیا کئے جا رہے ہیں اب ہمیں بادشاہ اور اس کے وزرا کے قتل کی تدبیریں سوچنی چاہئیں پرتگالی اس وقت تک امن و انصاف اور آزادی نہیں حاصل کر سکتے جب تک کہ ان کے سروں پر جمہوری پرچم نہ لہرائے بھائیو ہم نے بہت صبر کیا۔

پانچویں نے کہا ہاں یہ وقت جدوجہد کا ہے چاہئے کہ سلطنت کو آلہ معطل کی طرح نکال پھینکیں اور اس ظلم کی دیوار کو گرا کر جمہوری حکومت قائم کی جائے ۔

پہلے نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ غدر اور اعلان جمہوریت کے لئے تیار ہو ۔ اگر کسی کو اختلاف ہو تو وہ ظاہر کر دے ۔

سب خاموش ۔

—— اکثریت کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سب لوگ موافق ہیں اب ہمیں چاہئیے کہ کامیابی کے اور پہلوؤں پر بھی غور کریں ۔

ایک شخص نے کہا میں دس ہزار باقاعدہ فوج رکھتا ہوں اور ہر وقت لسبن کے قصر پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہوں ۔

دوسرے نے کہا توپ خانہ میرے اختیار میں ہے جس وقت چاہوں قصر سلطنت (گورنمنٹ ہاؤس) کو زیر و زبر کر سکتا ہوں ۔

ایک اور شخص نے کہا جنگی کشتیاں میرے قبضہ میں ہیں میں دریا کی طرف کا راستہ بادشاہ کے لئے بند کر سکتا ہوں ۔

ایک اور شخص نے کہا تمام لسبن میرے ساتھ ہے جس وقت سلطنت توڑ دی جائے گی اور جمہوری پرچم بلند کیا جائے گا میں پبلک کو اس جھنڈے کے نیچے جمع کر دونگا ۔

پہلے شخص نے کہا کیا دولِ متحدہ سے اطمینان رکھا جا سکتا

اگر تیزی کے ساتھ جمہوریت قایم کرلی جائے تو دولِ خارجہ کو چوں وچرا کا موقع ہی نہ رہے گا سوائے اس کے احترام کے کیا کریں گے کیونکہ یہ ہماری حکومت قومی ہوگی ۔

—— ضروری ہے کہ ہم شورش کے پروگرام کو اس طرح مرتب کریں کہ وہ چوبیس گھنٹے سے زیادہ طویل نہ ہو ۔

جنرل ڈل فارٹے نے کہا میں وعدہ کرتا ہوں کہ آدھی رات کے وقت بنسیا دیس کے قصر کا محاصرہ کرلونگا ۔ اپنی جنگی کشتیاں نہر تاثر میں لاکر قصر کے سامنے لنگر ڈال دونگا ۔

ڈی گونڈی بھی شہر کے مرتفع حصوں پر توپ خانہ لگا دیگا یہ تمام کام آدھی رات کے وقفہ میں پورا ہو جائے گا اور صبح کو شورش کی علامت کے طور پر بارہ توپ سرکی جائیں گی اور فوجی دستہ اعلان جمہوریت کے طور پر گشت کریگا کہ اگر کوئی مخالف نظر نہ آئے یا مقاومت ظاہر ہو تو سرکوبی کی جائے اور قصر حکومت پر قبضہ کرکے فوراً جمہوریت کے کاروبار شروع کردیئے جائیں ۔

ڈیفرار نے کہا پروگرام اور نقشہ بہت ہی عمدہ ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر چیز عمدگی سے ہو جائے گی شاہی دستہ (گارڈ آف آنر) ابھی باقی ہے اور قوم میں بادشاہت پسندوں کی تعداد بھی کافی ہے اگلی روس اور رہباں خانوں کلیساؤں مندروں میں گولہ بارود بھی موجود ہے اس لئے میری رائے یہ ہے کہ پروگرام میں کچھ ترمیم کی جائے ۔

—— وہ کیا ۔

—— بادشاہ اور اس کے چچا ڈیوک رابرٹ اور دوسرے وزرا کا قتل کیونکہ بغیر خون بہائے آزادی ممکن نہیں اور شاہد محبوب آزادی کی رونمائی میں قربانی ضروری ہے ۔

—— لیکن مجھے خون ریزی سے اتفاق نہیں ہے البتہ ان لوگوں کی گرفتاری کی رائے ضرور دوں گا اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک شخص ان لوگوں کی گرفتاری کے لئے مقرر کر دیا جائے ۔

فون سوکوستانے جو ایک نامی رئیس تھا کہا ۔

ـــــ اس میں شک نہیں کہ بادشاہ کا قتل ہماری نجات کے لئے ضروری ہے مگر وہ کون ہے جو آسانی کے ساتھ اس کو انجام دیسکے ۔

سامنے سے یکایک ایک آواز آئی تھی ۔

تمام لوگ اس آواز سے پریشان ہو گئے اور گھبرا گھبرا کر دروازہ کی طرف دیکھنے لگے تھوڑی دیر کے بعد ایک پست قد موٹا آدمی دروازہ میں داخل ہوا ۔

ـــــ آپ کی مخلص گارسیا ۔

تمام لوگ گارسیا کے یکایک آنے پر محو حیرت ہو گئے کوستانے پوچھا تم ہو کب آئیں کس طرح آئیں ؟

ـــــ اسی وقت کیونکہ میں یہ سمجھ چکی تھی کہ پرتگال کا تخت و تاج دو تین روز کا مہمان ہے ۔ اگر بادشاہ کے قتل کے لئے میری ضرورت ہو تو میں تیار ہوں ۔

جنرل ڈال فارٹے نے کہا میں خون ریزی کو پسند نہیں کرتا مگر دوستوں کی رائے سے میں نے گرفتاری کا مشورہ دیا ہے اگر تم سے ہو سکے تو بسم اللہ ۔

ـــــ جب تک یہ لوگ زندہ ہوں موجودہ حکومت کی تخریب اور جمہوریت کی تشکیل ناممکن ہے میری دانست میں بہتر یہ ہے کہ یہ لوگ جلد قتل کئے جائیں ۔

بہت رد و قدح کے بعد جنرل ڈال فارٹے کا نقشہ منظور ہو گیا اور بادشاہ اس کے متعلقین وزراء وغیرہ کی گرفتاری اور جمہوریت کی تاسیس کے لئے دوسرے دن جلسہ طلب کرنے کے فیصلہ پر یہ جلسہ برخواست ہوا ۔

جب جلسہ برخواست ہو گیا اور سب جانے لگے تو ڈیفرارا نے گارسیا کا ہاتھ تھام لیا اور دونوں مل کر جانے لگے ۔

وفارا نے راستہ میں کہا ان احمقوں کا نقشہ مجھے پسند نہیں ۔

ــــ کیوں ۔

ــــ اس واسطے کہ جب تک بادشاہ زندہ رہیگا حکومت پسند طبقہ مقاومت کرتا رہیگا ۔ فرض کرو کہ جمہوریت قایم ہوجائے اور ہواخواہان سلطنت اور طرفداران اگلی روس اولیں فرصت میں علم بغاوت بلند کریں تو مشکل ہوگی اس لئے لازم بلکہ واجب ہے کہ فساد کی جڑیں ہی اکھیڑ دی جائیں ۔ ۔ ۔ ۔

ــــ کاریسا نے بات کاٹ کر کہا میں نے بھی تو یہی کہا تھا مگر کوئی مانتا نہیں ۔ اگر انھیں انھیں کے حال پر چھوڑ دیں اور ہم بقاء جمہوریت کے لئے کچھ کریں تو کیا برا ہے ۔

ــــ کس طرح ؟

ــــ اس طرح کہ بساط بادشاہ سے خالی ہوجائے ۔

ــــ میں اس سے اختلاف کیسے کروں درآں حالیکہ میں خود اس کا محرک ہوں ۔

ــــ بہت خوب پھر خاموشی کیوں ؟

ــــ آخر اس کے اسباب بھی چاہئیں اس تک پہونچنے کا ذریعہ بھی ہو تم جانتے ہو کہ نیاویں کے قصر کے نزدیک جانا گارڈ آف آنر کے نیزوں پر سر رکھنا ہے ۔

ــــ اگر میں تمہیں بادشاہ تک پہونچادوں اور کسی محفوظ مقام پر دونوں کو ملادوں تو کیا دوگی ۔

ــــ تم کیا چاہتے ہو اس کا سر تمہاری نذر کرونگی ۔

ــــ پھر میں راضی ہوں کل تم سے کہونگا کہ کہاں ملنا چاہئے ۔

(۴)

ہماری ہیروان مہ شیزہ کا نام مارگریٹ ہے جو جنرل ڈل فارسے کی ایک لوتی بیٹی ہے اس کا باپ اسے اس قدر عزیز رکھتا ہے جس قدر تنگ دستوں کے پاس آفتاب زمستان یا مئے پرستوں کو شراب مروق ۔ اس کی ماں نے لتے

چھوٹی سی عمر میں چھوڑ کر انتقال کیا تھا۔

اس کا باپ جیسا کہ گزشتہ فصل میں ظاہر کیا گیا ہے بڑا جنرل ہونے کے علاوہ امرائے سلطنت سے ہے اور سلطنت پسندوں کا دشمن۔ مگر مارگریٹ نے چونکہ شاہی خاندان کے ساتھ پرورش پائی ہے اور قصر نیسا ویس میں بادشاہ کے ساتھ رہی ہے اس لئے اپنے باپ کی ہم خیال نہیں ہے پرتگال کی سیاسیات سے بخوبی آگاہ ہونے کے علاوہ آزادی پسند طبقہ کے خیالات سے بھی واقف ہے اور بادشاہ کے لئے پریشان۔

رات کو وہ اپنی عادت کے موافق جمہوریت پسندوں کے جلسہ کی کارروائی معلوم کرنے کے لئے مردانہ لباس میں نگرانی کر رہی تھی کہ شکسپیر اور ارمنڈ نے اسے گرفتار کر لیا۔

اسے گارسیا کی آمد کی اطلاع سے بے انتہا پریشانی پیدا ہو گئی کیونکہ گارسیا کا مقصد جبکہ وہ سابق بادشاہ اور ولی عہد کے قتل میں شریک رہ چکی تھی اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ہے کہ مانویل کو قتل کرے۔

رات کے آخری گھنٹوں میں شکسپیر اور آرمنڈ کو چھوڑ کر وہ اپنے گھر کو آ گئی اور کپڑے اتار کر بستر پر پڑ رہی باوجود تکان اور کسل کے بادشاہ کے خیال نے اسے سونے نہ دیا یہاں تک کہ صبح ہو گئی صبح اس نے اپنے چچازاد بھائی چارلس ڈیگونڈی کو جو شاہی فوج کا افسر تھا بلوایا۔

ڈیگونڈی کے لئے یہ بلاوا مژدہ وصل سے کم نہ تھا وہ فوراً قصر محبوب کو آ گیا کیونکہ وہ رابطہ قرابت کے علاوہ دیرینہ رشتہ الفت بھی رکھتا تھا بچپن میں ہی اس نے اپنا دل دیدیا تھا اور اسی زمانہ میں ایک دوسرے سے منسوب بھی ہو چکے تھے مگر ڈیگونڈی جمہوریت پسند تھا۔

مارگریٹ ابھی شب خوابی کا لباس اتارنے بھی نہ پائی تھی کہ خادمہ نے اس کے آنے کی اطلاع دی اور ایک ۲۵ سال کی عمر کا صبیح المنظر خوش قیافہ جوان وردی ڈانٹے بلٹ لگائے تلوار حمائل کئے اپنی محبوبہ کے قدموں کے پاس سر جھکا کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

رب النوع صباحت وجمال ڈیگونڈی تعمیل حکم کے لئے حاضر ہے۔

دلبر پرتگال نے عشوہ ناز کے ساتھ تیر نگاہ سے صید زبوں کو تڑپاتے ہوئے مسکرا کر کہا ابھی لطیفہ گوئی کی عادت نہیں گئی بیٹھو کوئی کام تو نہیں ہے صرف تمہیں دیکھنے دل چاہتا تھا۔

اس نے اظہار تشکر کے لئے سر جھکا کر کرسی کھینچ لی اور اپنی محبوبہ کے سامنے بیٹھ گیا۔

بعت فستان نے پوچھا کیا خبریں ہیں آج کل کیا تحریکات ہو رہے ہیں اور بدبخت بادشاہ کے لئے کیا کیا جا رہا ہے۔

ڈیگو نڈی نے مسکرا کر کہا کوئی تازہ بات نہیں ہے سوائے اس کے کہ ڈاکٹر بمبارڈو کے قتل سے لوگ مشتعل ہیں۔

——— کارسیا کی بھی کوئی اطلاع ہے؟

——— وہ لندن میں تھی تازہ خبر تو معلوم نہین۔

——— مجھ سے چھپانا بے فائدہ ہے تم سمجھتے ہو کہ میں تمہارے خیالات سے ناواقف ہوں اور تم کیا کیا کر رہے ہو مجھے معلوم نہیں کیا کل رات کو کمرہ میں مجمع نہیں تھا بادشاہ کی گرفتاری کی گفتگو نہین ہوئی کارسیا آخر وقت میں نہیں آئی......

یہ سنکر ڈیگو نڈی کا چہرہ زرد پڑ گیا اور وہ معذرت کے لہجہ میں کہنے لگا واقعہ یہ ہے کہ خاندان برگانس کا کوکب اقبال ظلم واستبداد کی شعاعوں سے پرتگال کو ویران کر چکا اب ضرورت ہے کہ یہ پرانی عمارت ڈھا دیجائے یہ ایک قدرتی چیز ہے اور ہو کر رہیگی۔

——— لیکن تم جانتے ہو کہ بیچارہ مانویل بیقصور ہے کیونکہ ملک وملت کی ترقی کا خیال اس کے دل میں آیا ہی نہیں اور وہ ایک بامروت سخی جامع صفات جری شخص ہے اب تک کوئی ایسی بات اس میں نہیں پائی گئی جو بری ہو۔

آخر تمہیں ہو کیا گیا کیا تمہارے دل میں ایک ایسے لڑکے کے لئے محبت نہیں جس کا باپ قتل کیا گیا ہو

کیا تمہیں اس کی ماں پر رحم نہیں آتا ۔

——— اگر تمہیں کل کے جلسہ کی اطلاع ہوتی تو معلوم ہوتا کہ اس کے لئے کوئی برائی نہیں کی جا رہی ہے۔

——— ہاں مجھے سب معلوم ہے مگر گارسیا مانویل کے جان کی لاگو ہو گئی ہے وہ لیس بن میں محض اسی لئے آئی ہے تاوقتیکہ وہ بیوہ ماں کو جوان فرزند کے ماتم میں نہ دیکھ لے نچلی نہ بیٹھے گی خدا کے لئے اس بیوہ ماں پر رحم کرو جو اپنے شوہر اور بڑے بیٹے کا ماتمی لباس پہنے ہوئے ہے ۔

——— میری جان کیا کیا جائے تمام چیزیں طے ہو چکی ہیں اب کچھ نہیں کیا جا سکتا ۔

——— میں یہ چاہتی ہوں کہ صرف مانویل کی جان بچائی جائے ۔

——— ہم تنہا ایسا نہیں کر سکتے !

——— میں دو اور آدمیوں کو جانتی ہوں جو میرے ہم خیال ہیں اور ہر قسم کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں :

——— وہ انگریز ہیں اور لندن کی خفیہ پولس سے تعلق رکھتے ہیں لندن پولس کے افسر اعلیٰ نے گارسیا کی نگرانی (جاسوسی) کے لئے انہیں مامور کیا ہے وہ گارسیا کے ساتھ آکر کنتی نان تال ہوٹل میں ٹھیرے ہوئے ہیں اتفاق سے کل رات مجھ سے ملاقات ہو گئی میں نے ان سے ملاقات کا وعدہ بھی کیا ہے میں چاہتی ہوں کہ تم ان دونوں کو لے آؤ ۔

دیگو نڈی نے تامل کے ساتھ کہا،

——— کیا تمہیں یقین ہے کہ اس نازک موقع پر ایسی کوشش خطرناک نہیں اگر جنرل ......

لعبت فتان نے قطع کلام کر کے کہا خدا کے واسطے ان توہمات کو دور کرو مانویل صاف دل جوان ہے میں بچپن سے اسکے ساتھ محبت رکھتی ہوں گارسیا کے ہاتھ سے اس کا بچانا میرا فرض ہے جلد ان لوگوں کو لے آؤ ۔

——— (باقی آئندہ)

بقیہ مضمون صنف نازک کا دوسرا رخ آہ۔ وہ کس قدر دردناک منظر ہوتا ہے جبکہ غریب مرد اپنے بھولے پن اور ناتجربہ کاری سے اس کی محبت کے جال میں پھنس جاتا ہے وہ اسکو رحمدل اور مہرباں سمجھکر اپنا دل دے بیٹھتا ہے مگر جب قیمت دل کے عوض میں بجائے رحم کے ظلم اور بجائے مہربانی کے جفاکاری کو پاتا ہے تو اسے دنیا تاریک نظر آتی ہے ۔ اور وہ ایک آہ سرد بھر کر خاموش ہو جاتا ہے وہ صبر سے کام لینا چاہتا ہے مگر بے صبری اسکی رہنمائی کرنے لگتی ہے جب اسکی تکلیفیں ایک حد تک پہنچ جاتی ہیں تو وہ گریہ وزاری اور اظہار بے قراری کرتا ہے اور گڑگڑاتی ہوئی آواز میں کہتا ہے کہ میری روح مضطرب ہے، دل بیقرار ہے آنکھوں میں آنسو ہیں کلیجے میں درد ...... ! اے ملکہ حسن ! میری التجاؤں کو آغوش اجابت میں جگہ دے اور میری تمناؤں کو ناکامی کے دریا میں ڈوبنے سے بچالے ۔

یہ وہ سب سنتی ہیں مگر مسکرا کر خاموش ہو جاتی ہے !!!

آہ ! غرور پسند عورتوں کے گلاب سے زیادہ خوشنما گالوں اور شب ہجر سے زیادہ سیاہ زلفوں پر مٹنے والے مرد روز و شب ناکامی پر پڑے حسرت و یاس سے دم توڑتے ہیں اور ان کی ٹھنڈی فغاں فضائے آسمانی کے غیر محدود اور لامتناہی سلسلہ پر چاروں طرف سے ٹکرا کر مایوسانہ طرز سے نیست و نابود ہو جاتی ہے ان کے حسن لازوال کے پرستار ان کی سنگدلی سے تنگ آکر پہاڑوں پر سے گر کر جان شیریں کو رخصت کرتے ہیں، مگر ان تغافل کیشوں کے پتھر جیسے دلوں پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوتا ۔ !!

کیا عورتوں کی محبت اسی لئے مشہور ہے ۔ ؟

کیا ان کی رحمدلی اور وفا شعاری کا یہی تقاضا ہے ؟

رجسٹرڈ نمبر (۱۵)
امتحان کردہ دارالتجربہ سرکار عالی
تاج حسینہ ہیر آئیل
(اصلی روغن تاج حسینہ)
جملہ امراض سر کے لئے لاجواب علاج، تقویت بصارت میں لاثانی ہے، بالونکا محافظ بیشمار فوائد کا مجموعہ
ایک دفعہ کا استعمال خود ہمارے بیان کی تصدیق کر دیگا۔ کارخانہ میں نامی گرامی اطباء اور ڈاکٹروں
کے صدہا سرٹیفکٹ موجود ہیں قیمت فی شیشہ کلاں عہ خورد ۱۰ ار
حیدرآباد میں لکھنو
بہترین مایہ ناز اور شہرہ آفاق برقی قوام پچیس سال سے ملک اور بیرون ملک میں مشہور ہے
یہ وہی قوام ہے جو شاہان اودھ کا پسندیدہ تھا۔ معزز شائقین حیدرآباد دکن
کی سہولت کے لئے ہم نے اپنی سول ایجنسی سید محمد یعقوب صاحب
کو دی ہے جہاں سے آپکو ہر وقت تازہ قوام ملسکے گا۔
محمد نیاز علی موجد برقی قوام لکھنو
سول ایجنٹ ایس ایم یعقوب گنبد گوشہ محل
نظام شاہی روڈ - حیدرآباد دکن
برقی قوام

ٹیلیفون نمبر ۴۱۸
ہلو! ... نمبر فور ون ایٹ پلیز! ٹن ... ٹن ... ٹن ... ہاں ... کہاں سے؟
میں فرخ منزل خیریت آباد سے بات کر رہی ہوں — اور آپ؟
جی میں — رام دیال سیڈرمل کلاتھ مرچنٹ کی دوکان سے " اچھا سنو — پرسوں معلوم ہوا تھا کہ آپ کے پاس جارجٹ اور نینو کے بالکل نئے نمونے آنے والے ہیں کیا وہ آگئے؟
جی — صرف جارجٹ اور نینو ہی کیا ہماری دکاں میں ہمیشہ ہر قسم کا کپڑا ہر رنگ اور ہر ڈیزائن میں موجود رہتا ہے۔" ہاں! یہ مجھے معلوم ہے — لیکن سنتی ہوں کہ آپ کے ہاں دام واجبی نہیں ہوتے۔
بیگم صاحبہ اگر دام میں کبھی ایک پائی کا بھی فرق آجائے تو آپ ایک ہفتہ تک خریدا ہوا مال واپس کر سکتی ہیں" بہتر ہے۔ اپنے آدمی کو بھیج رہی ہوں فی الحال جنگلہ کا اور بارڈر والا جارجٹ روانہ کیجئے — اور ہاں آپکی دوکاں کس نام سے موسوم اور کہاں واقع ہے۔
جی — رام دیال سیڈرمل کلاتھ مرچنٹ پتھر گٹی روڈ۔ بس اتنا پتہ کافی ہے کیونکہ ہماری دیانت اور کاروبار کی وسعت نے خاص و عام میں ہم کو کافی مشہور کر رکھا ہے۔

— امّی جان یہ لیجئے مدرسہ کی سالانہ رپورٹ اس دفعہ تو ہم درجہ اول میں کامیاب ہوئے ہیں ۔

— آہا بیٹا بہت خوشی کی بات ہے خدا مبارک کرے ۔

— نہیں امّی ایسی خالی مبارکباد سے ہم نہ مانیں گے، ہم تو شیرینی کھائیں گے، شیرینی

— اچھا تو یہ کون بڑی بات ہے، یہ لو روپیہ آدمی کو بھیج کر منگوالو ۔ مگر ہاں آدمی سے کہدینا کہ شیرینی **حافظ محمد میاں** کی دکان سے ہی لائے کیونکہ وہاں خالص گھی سے تازہ مٹھائیاں بنتی ہیں ۔

— اچھی امّی بھلا یہ دکان کہاں ہے ۔

— ارے تمہیں معلوم ہی نہیں، وہ تو "پتھر گٹی" پر واقع ہے ۔

اس جگہ اشتہارات بمعاوضہ صرف دو روپیہ (عاں) قبول کئے جائیں گے۔

ج

غزل

(الف)

اکرمؔ (عالیجناب نواب اکرم الدین خان بہادر)

کونسا دل ہے جو تیری یاد میں بسمل نہیں — بھول ایسی ہے کہ وہ احساس کے قابل نہیں

بیخودی جس کو نہ ہو وہ عاشقِ کامل نہیں — وصل و فرقت کے بکھیڑے عشق میں شامل نہیں

عشق میں یہ راز تھا جو آج مجھ پر کھل گیا — میرے ہی دل کے سوا کوئی مرا قاتل نہیں

بحرِ حسن و عشق یکتائی کے دعویدار ہیں — تہ نہیں ہے ایک کی تو ایک کا ساحل نہیں

ہے ثبوتِ حسنِ جاناں کیلئے تیرا وجود — اے نقابِ یار تو خود پردہ حائل نہیں

گردشِ چشمِ سیہ سے جان و دل وابستہ ہیں — آنکھ پھرتے ہی ہماری جاں ہمارا دل نہیں

کر رہا ہے اُن سے ملنے کی نئی تیاریاں — مشورے میں اپنے دل کے میں بھی اب شامل نہیں

اُن کی نزدیکی قیامت اُنکی دوری ہے بلا — وصل کے لائق نہیں ہیں ہجر کے قابل نہیں

کیا کرشمہ ساز ہے نیرنگیٔ اندازِ حسن — دیکھتے وہ خود نہیں کہتے ہیں یہ اس قابل نہیں

وصلِ جاناں نے مجھے مدہوش ایسا کر دیا — چشم وا بھی لذتِ دیدار کے قابل نہیں

شکر ہے اکرمؔ خیالِ یار دل میں جم گیا
اُن کے میرے بیچ میں اب پردہ حائل نہیں

غزل

آلمؔ (ڈاکٹر سید مہدی حسن صاحب)

جس سے لطفِ زندگانی تھا ہمیں وہ دل نہیں — اب کسی سے ملنے جلنے کے بھی ہم قابل نہیں

کیا ترا مذہب مسلمانی بتِ قاتل نہیں — کیوں زباں پر تیری بسم اللہ دمِ بسمل نہیں

وصالِ یار کا طالب ہے پیدا کر کمال
اُس کو پا سکتا نہیں جو عشق میں کامل نہیں

ا ہے تیرے پاس ور ایسا کہ ہی لاکھوں میں ایک
لیکن اب بھی وہ تیری نذر کے قابل نہیں

جانتا ہے گر نہ آئی آج، کل آجائیگی
جان تجھ پر دینے والا موت سے غافل نہیں

پار کیا اُترے کوئی بحرِ محیطِ عشق سے
جس کا تختہ بیڑا نہیں۔ کشتی نہیں ساحل نہیں

لوگ کہتے ہیں کہ بتخانے سے کعبے کو چلو
ہے تو بات اچھی۔ مگر دل اُس طرف مائل نہیں

دوستوں کے تم ہو دشمن دشمنوں کے دوست ہو
یہ گمان و وہم یا اندیشۂ باطل نہیں

گر یہی بیتابیاں ہیں صبح و شامِ ہجر تک
دیکھ لینا یا نہیں ہم یا ہمارا دل نہیں

ہو رہا ہے سہو سے قاتل کو دیدارِ اخیر
شکر یارب آنکھوں پر ہی دمِ بسمل نہیں

کب کسی بیمارِ غم کی آپنے کی دیکھ بھال
منہ زبانی مہربانی کا تو میں قائل نہیں

کام کی کثرت سے گر فرصت نہیں ہے موت کو
یہ غضب دیکھو کہ دنیا میں کوئی قاتل نہیں

کوہکن کی خودکشی سے ہو گیا ہم کو یقیں
جان دینی عشق میں آسان ہی مشکل نہیں

پار کی دیوار ہے سینہ مرا۔ ٹوٹیگا کیا
برق کی صورت بھی دل تڑپے تو کچھ حاصل نہیں

دیکھتے بیٹھے ہیں سب رونا۔ تڑپنا۔ چیخنا
کوئی اپنوں میں ہمارے حال کا شامل نہیں

اُس پری پیکر کو شیشے میں اُتاروں کس طرح
میں کوئی رمّال۔ یا جفّار یا عامل نہیں

دل مرا بہلانے کو احباب نے جلسہ کیا
خاک بہلے دل۔ جہاں وہ رونقِ محفل نہیں

نامہ بر جاتے وہاں کیوں دم نکلتا ہے ترا
جنتِ دنیا ہے وہ۔ کچھ آخری منزل نہیں

ہو گئی حاصل جسے چشمِ بصیرت اے آکم
اُس کو ہفت افلاک کے پردے بھی تو حائل نہیں

غزل

اسد (جناب میر صدیق علی صاحب مہتمم کتبخانہ سرکار حضور عالی صاحب مدظلہ العالی)

اُس کی بزم عیش میں جانے کے میں قابل نہیں ——— سچ ہے ناکام تمنا لائق محفل نہیں

یاد جاناں سے کبھی یہ دل مرا غافل نہیں ——— اور اُس کو دیکھئے میری طرف مائل نہیں

میں سمجھتا تھا لکھینگے مجھ کو مضمونِ عتاب ——— اُنکی نظروں میں مگر اس کے بھی میں قابل نہیں

آرزوئے وصل کی تکمیل تیرے ہاتھ ہے ——— تو اگر چاہے تو اتنا کام کچھ مشکل نہیں

اک دمِ اُمید سے قائم ہے میری زندگی ——— ورنہ بیمار محبت زیست کے قابل نہیں

میں اُسے دیکھوں تو میرے درد دل میں ہو سکوں ——— وہ اگر پردہ کرے تو اُس کو کچھ حاصل نہیں

ہے سمندِ شوق کا حدِ نظر پر ہر قدم ——— اس وجہ سے مجھ کو خوف دوری منزل نہیں

ہے دمِ تقریر اندازِ تکلّم اک فسوں ——— ہیں سحر اس کی باتیں اور وہ عامل نہیں

قبضہ دل پر کرلیا اپنی نگاہِ ناز سے ——— پہلے تھا یہ میرا لیکن اب یہ میرا دل نہیں

میری آشفتہ سری ہے قیس سے بھی کچھ سوا ——— ذرّہ ذرّہ ہے جنوں افزا فقط محمل نہیں

ناصحا اب ختم کر کچھ اور جینے دے مجھے ——— بارِ احساں کا دل نازک مرا قابل نہیں

بستے ہیں یوں تو سبھی اپنے پرائے اے اسد
ہستی دنیا میں لیکن راز دار دل نہیں

غزل

اختر (جناب سید اختر علی صاحب)

مجھ کو ہے ہر بات مشکل آپ کو مشکل نہیں ——— آپ سب قابل ہیں لیکن میں کسی قابل نہیں

اے خیالِ غیرِ حضرت اس کے تو قابل نہیں — جلوہ گاہِ دوست ہی خلوت سرائے دل نہیں

پرتوِ دستِ حنائی کا اثر اشکوں میں ہے — اس کو خونِ دل سمجھتے ہو یہ خونِ دل نہیں

بیٹھنے بھی ہم نہ پائے تھے کہ درباں نے کہا — اُٹھئے اُٹھئے بے ٹھکانوں کیلئے منزل نہیں

المدد ہاں المدد اے ہمت صبر و شکیب — دو قدم کا فاصلہ ہے دور کچھ منزل نہیں

ہم اگر گرداب سے بچ بھی گئے تو کیا ہوا — پوچھنے والا کوئی اپنا سرِ ساحل نہیں

بے ٹھکانے تھے جہاں پہونچے ٹھکانا کرلیا — وہ قدم اپنا نہیں جو حاصلِ منزل نہیں

چند روزہ ہے تمہارے حسنِ فانی کا فروغ — گھٹتا بڑھتا جس میں عارض ہو وہ کامل نہیں

جائیے اے حضرت اختر یہاں سے جائیے
بزمِ دُنیا آسماں والوں کی کچھ محفل نہیں

غزل

(ب)

باغ (جناب سید کاظم علی صاحب)

اے خیالِ ماسوا تو دل کے ہے قابل نہیں — یہ مقامِ دوست ہے اغیار کی منزل نہیں

کیا دلِ صد چاک نذرِ نوکِ پیکاں ہو گیا — جو شریکِ اشکِ پیہم آج لختِ دل نہیں

میں نہیں تم اپنی دزدیدہ نظر سے پوچھ لو — جب سے تم آئے یہاں پہلو میں میرے دل نہیں

گو پریشاں ہوں مگر رہتا ہوں تیری یاد میں — میں کسی عالم میں ہوں تجھ سے مگر غافل نہیں

گو سفر میں رات دن سرگرم ہے عمرِ رواں — یہ نشانِ نقشِ پا کوئی سرِ منزل نہیں

مٹنے والے کا نشاں دھندلا سا باقی رہ گیا — خون کا دھبہ سا ہے پہلو میں میرے دل نہیں

اُن سے کہہ دو جنکو حسنِ چند روزہ پہ ہے ناز — چودھویں کے بعد وہ رنگِ مہِ کامل نہیں

کہہ رہا ہوں ایک افسانہ طلسم عشق کا — آپ سُنئے تو سہی یہ داستانِ دل نہیں
دل کے ہر گوشہ میں دنیائے تمنّا بس گئی — صد جہانِ آرزو ہے اب ہمارا دل نہیں
کس زباں سے دل کی بربادی کا افسانہ کہوں — ہائے کس دل سے کہوں پہلو میں میرے دل نہیں
دینے والے نے دیا اتنا کہ یہ کہنا پڑا — تجھ میں وسعت نام کو بھی دامنِ سائل نہیں
جس کو ہم آسان سمجھے تھے بہت دشوار ہے — جس کو تم مشکل سمجھتے ہو وہ کچھ مشکل نہیں
دل یہ کہتا ہے کہ اس در تک پہونچنا ہی محال — شوق کہتا ہے چلو بھی دور کچھ منزل نہیں
بزم میں کیوں دیکھتے ہیں مجھ کو دشمن بار بار — عاشقِ شوریدہ ہوں آئینۂ محفل نہیں
ہو گئی کایا پلٹ دورِ جوانی کیا گیا — وہ امنگیں ہی نہیں وہ ہم نہیں وہ دل نہیں
عالمِ برزخ کا ذاتِ شادؔ صوفی میں ہے رنگ — سب میں شامل اور اُدھر اللہ سے غافل نہیں

باغؔ کو یہ کہہ کے بزمِ ناز سے اُٹھوا دیا
یہ ہماری انجمن ہے آپ کی محفل نہیں

غزل

بسمل (جناب سید امین الحسن صاحب سشن جج)

عشق جسکا نام ہے وہ کار لاحاصل نہیں — تو ملا مجھ کو ملا سب کچھ نہ ہو گر دل نہیں
آپ کی سفاکیوں پر غور جب کرتا ہوں میں — سوچتا ہوں واقعی پہلو میں میرے دل نہیں
بے حجابانہ تکلف بر طرف جلوہ دکھا — میری لیلیٰ یہ مرا دل ہے کوئی محمل نہیں
ایک از خود رفتہ افسردہ پریشاں مضمحل — دل تو ہے پہلو میں لیکن آپکے قابل نہیں
بس یہی کافی ہے ذرا رُخ سے وہ سرکائیں نقاب — ماہِ کامل کو خجل کرنا کوئی مشکل نہیں

کیوں نہ بر آئے تمنا میری اے حسنِ ازل
مدعیِ عشق ہوں حقدار ہوں سائل نہیں

میں وہی ہوں سر بکف کیوں ہے تامل آپکو
کہدیا ہے آپسے کس نے کہ میں بسمل نہیں

غزل

ہماق (جناب سلطان محمود صاحب میرزا گورگانی)

پیش کش میں کیا کروں کچھ آپکے قابل نہیں
نذرِ دل کرتا مگر دل بھی رہا وہ دل نہیں

جان حاضر ہے اگر منظور ہو لے لیجئے
عاشقِ صادق ہوں دینا جان کا مشکل نہیں

دونوں کے ارماں نکلتے دونوں ہوتے شادکام
پردۂ شرم و حیا ہوتا اگر حائل نہیں

حال ہر عاشق کا وقتِ امتحاں کھلجائیگا
آپ سے پوشیدہ رہنے کا حق و باطل نہیں

سر جھکائے میں ہوں حکمِ قتل بھی وہ دیچکے
کھینچتا ہے میاں سے پھر تیغ کیوں قاتل نہیں

دیر ہو یا ہو حرم جلوہ ہے اُس کا ہر جگہ
جو متصوف ہیں وہ دعوی کرتے ہیں لاطائل نہیں

حضرتِ یوسف کو کیا نسبت ہے تجھ سے گلبدن
ہمسری تیری تو کر سکتا مہ کامل نہیں

ناخدا لیجائے کس جا میری کشتیٔ حیات
جبکہ بحرِ غم کا اے دل ہے کہیں ساحل نہیں

اے خدائے دوجہاں ستار و علام الغیوب
یاد سے تیری جو خالی دل رہے وہ دل نہیں

طالبِ امن و اماں ہے آپ سے شاہِ کہن
پوتا عالمگیر کا ہے غیر سے سائل نہیں

ہماق جب چاہینگے وہ تجھ پر کرم فرمائینگے
عقدۂ لاحل کا حل بھی شاد کو مشکل نہیں

غزل (ریختی)

بیگم (جناب عابد مرزا صاحب لکھنوی)

ایک پہیلی ہے سنو، کہتی ہوں، کچھ مشکل نہیں
ساری دنیا ہے مری آنکھوں میں یا جی تل نہیں

موت کا پیغام آیا سوت کو یہ سل نہیں
کیوں دوا کرتی ہو دق ہوتی ہو کچھ حاصل نہیں

دیکھتی ہوں خواب وحشتناک جب سے تی ہولیں
فال کھلوانے کہاں جاؤں کوئی عامل نہیں

بے تکی باتیں سدا کرتی ہو بی چٹھی نویس
گو پڑھی لکھی ہو لیکن بات کے قابل نہیں

ظلم کرتا ہے مرے اوپر جو ناحق بیدھڑک
او موئے! سمجھا ہے تو شاید خدا عادل نہیں

جو کہے مانو اسے بنّو، یہی تدبیر ہے
مردوے پر قبضہ کر لینا کوئی مشکل نہیں

اپنا جلوہ خواب ہی میں آپ دکھلا دیجیے
گر، یہ آنکھیں آپ کے دیدار کے قابل نہیں

آنکھوں آنکھوں میں کوئی دل کو اڑا کر لے گیا
ڈھونڈھتی ہوں، ہائے پہلو میں نگوڑا دل نہیں

سخت باتوں کی نہیں سننے کی مجھکو تاب ہے
سنگدل تم ہو مگر پتھر کا میرا دل نہیں

حف نظر چھو، ادے دانے ہیں یہ اسپند کے
گورے منہ پر چاندنی خانم کے کالے تل نہیں

آرزو ہے کربلا ہو جائے بیگم کا وطن
یاد فرمائیں اگر مولا، تو کچھ مشکل نہیں

غزل

(ج)

جوگی (بھاشا) جناب عبدالوکیل صاحب)

ڈھیٹھ سجنی شیام سندر سا کوئی کاتِل نہیں
بان نینن کے چلاوت اور کرت گھائل نہیں

جادُو نا سے مورا من موہن بھیو نینن سے اوٹ
اے سکھی کا سے کہوں پل بھر بیاکُل دل نہیں

مورے نینن ہی ما بس دِن رین تلبہت تیر رہے
شیام کے چرنن او بہاگی جات کا ہے پِل نہیں

پیو پیو کی توری رٹ سے سُن پپیہا باورے
پریم کی ماری کا کا جھٹیے کر جو اہل نہیں

مورا من ہر لے گیو وہ شیام بطلے کو ہری
جا کی مُرلی سے کوئی سنسار ما کامل نہیں

کا اگن ہم سے بھیو کا ہے بھیئے ایسے کٹھور
شیام تم ہر دے بسے پہلے تو تھتے گا بھل نہیں

ایک جگ بیتو ہے موہن تمکا ہرنے ما سے
موری آشا کا کنول اب جات کاہی کھل نہیں

سُن رے پاپی بھونرے تو اُمی کا ہے بھری ڈار
پریم بِن یہ پریم رس ڈھونڈھی سے جھٹے پِل نہیں

اِچھیا جوگی کی ہے جگ جگ رہو تم شاد شاد
شاد نگری ما تہارے ہوت کچھ مشکل نہیں

غزل

(ذ)

ذکی (جناب محمد عبدالسلام صاحب)

کون ہے جو آشیان عشق پر سائل نہیں
دین ہے اللہ کی کوشش سے کچھ حاصل نہیں

جلوت و خلوت میں سوتے جاگتے میں رات دن
تیرا عاشق یاد سے تیری کبھی غافل نہیں

دیکھ لوں بے پردہ تجھکو میں جو ست جائے خودی
میں ہوں جبتک میں ترے دیدار کے قابل نہیں

کھینچ لا - اے جذب الفت اس کو اک دن کھینچ لا
تو اگر چاہے تو یہ آساں ہے کچھ مشکل نہیں

گرہ

اب وہ سارے پردہ ہائے اعتبارات اٹھ گئے
میرے اُس کے درمیاں پردہ کوئی حائل نہیں

تیرے جلوے کا ہوں شیدائی دکھا جلوہ مجھے
ہے یہی مقصود دل جنت کا میں سائل نہیں

صحبت اغیار سے پرہیز کر - پرہیز کر
جو نہیں ملنے کے قابل ان سے اے دل مل نہیں

پھر تو دیکھو کہاں انساں کہاں الفت کا بار
اور پھر کیا ہے اگر یہ ظالم و جاہل نہیں

کاش تو آگاہ ہو اے آشنائے بحر عشق
عشق کا وہ بحر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں

امتیاز ناقص و کامل کی بحثیں ہیں عبث
یعنی مجھ سا ناقص اور تجھ سا کوئی کامل نہیں

شاد رکھے حق جناب شاؔد صوفی کو مدام
بے جناب شاؔد صوفی رونق محفل نہیں

بے قراری ہیں کبھی اُٹھے کبھی بیٹھے ذکی
عاشق ناقص ہو شاید عاشق کامل نہیں

غزل

(۳)

سعید - عالی جناب نواب تراب یار جنگ بہادر

زندگی ہی کیا کہ لطف زندگی حاصل نہیں
دل تو پہلو میں ہے لیکن اضطراب دل نہیں

جسکو میں مانوں وہ تیرا اضطراب آدل نہیں
ہو کے بسمل جو نہ تڑپا وے اُسے بسمل نہیں

آپ چاہیں غیر کو میں آپ کو چاہوں تو جرم
آپ ہی کا دل ہے دل کیا اور مرا دل ہی نہیں

تم نہ آجانا کہیں بالیں پہ میری وقتِ نزع
حالِ بیمارِ محبت دید کے قابل نہیں

ہیں جفائیں آپ کی اور اپنے دل کا حوصلہ
جان دینا پھر محبت میں کوئی مشکل نہیں

دل نہ ٹھیرا ہے نہ ٹھیرے گا قیامت تک کبھی
جادۂ عشق و محبت کی کوئی منزل نہیں

کہہ رہا ہے شمع و پروانہ کا ربطِ باہمی
سوز جس دل میں نہ ہو وہ عشق کے قابل نہیں

وہ تو کہئے کچھ خدا ہی نے مدد کی اے سعید
تم سمجھتے تھے رہِ صبر و وفا مشکل نہیں

غزل

سالک ۔ جناب سید علی حسن صاحب نقوی

زحمتِ فکر کشود کار سے حاصل نہیں۔
یہ بھی اک رازِ مشیت ہے مری مشکل نہیں

وہ نظر آتی ہے گردِ کاروانِ رفتگاں
اب گرانِ دل پر خیالِ دوریٔ منزل نہیں

ہائے وہ دن جبکہ تھا خود حسن بیتابِ جمال
آج ہیں لطفِ نگاہِ ناز کے قابل نہیں

اٹھ کہ ہے ہنگامۂ عالم کو تیرا انتظار
بیخبر! موجِ رواں آسودۂ ساحل نہیں

فصلِ گل ہے جوش پر آئی ہے داغوں کی بہار
حیف تو اے رونق آرائے حریمِ دل نہیں

کر چکی برباد اس کو بھی ہوائے روزگار
کچھ نشانِ کارواں باقی سرِ منزل نہیں

مجھ پہ اے سالک کھلا ہے جب سے رازِ جستجو
دل میں باقی حسرتِ آسائشِ منزل نہیں

غزل

تسلیم (جناب محمد یونس صاحب)

تھا نشانہ جو نگاہ ناز کا وہ دل نہیں
ہم تسلیم اب امتحانِ عشق کے قابل نہیں

ہو گیا معمور جلووں سے، تو دل پھر دل نہیں
قطرہ ہے قطرہ، وہ جب تک بحر میں شامل نہیں

پہلے یہ ارماں تھا دل کا مر مٹوں اس شوخ پر
اب یہ حسرت ہے کہ مر مٹنے کے بھی قابل نہیں

جستجو اب کیا کہ ہم خود جستجو میں گم ہوئے
پہلے منزل تھی مگر اب کوئی بھی منزل نہیں

اپنے آئینہ میں اک دن شکل میری دیکھ لو
عشق کا اندازہ کرنا حسن سے مشکل نہیں

جلوۂ رخ دیکھنے کے واسطے آنکھیں تو ہوں
طالبِ دیدار ہو جانا تو کچھ مشکل نہیں

جتنے مسلک ہیں جہاں میں سب کا مرکز عشق ہے
راستے گو مختلف ہیں مختلف منزل نہیں

جو جہاں ڈوبا وہیں اُس کا کنارہ ہو گیا
ورنہ دریائے محبت میں کہیں ساحل نہیں

صرف جلوہ ہے تمہارا اب نہ ارماں ہے نہ شوق
حسن کے خلوتکدہ میں عشق کی محفل نہیں

لامکانِ عشق میں یہ کہیئے دل گم ہو گیا
عالمِ کون و مکاں تو اب مرے قابل نہیں

ہچکیوں میں نزع کی پنہاں ہے رودادِ حیات
یہ شکستِ دل کی آوازیں بھی لاحاصل نہیں

کوئی رخصت ہو رہا ہے یا قیامت ہے قریب
آج کچھ تو ہے کہ اپنے رنگ پر محفل نہیں

ابتدا یہ تھی کہ پہلے دل تھا دل میں درد تھا
انتہا یہ ہے کہ بس اک درد ہے اب دل نہیں

ایک دربار جناب شادؔ ہے ورنہ تسلیمؔ
اب کہیں بھی امتیاز ناقص و کامل نہیں

غزل

(ص)

صابر ۔ جناب عبد الوکیل صاحب

ہیں یہ سب ناحق کے شکوے کوئی اہلِ دل نہیں
تم ذرا دیکھو نظر بھر کر تو کچھ مشکل نہیں

کس جگہ لیلیٰ نہیں ناقہ نہیں محمل نہیں
ہاں مگر اب مثلِ مجنوں کوئی اہلِ دل نہیں

جمگھٹا سا کیا یہ پروانوں کے دم کے ساتھ تھا
ہے وہی محفل مگر اب رونقِ محفل نہیں

ڈوبنے والا تو جا پہونچا ہے ساحل کے قریب
دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ کچھ حاصل نہیں

ہے ابھی اک آخری ہچکی میں روداد حیات
بے مروت اب تو سُن ۔ یہ شکوہ باطل نہیں

رہروانِ عشق ہیں ممنونِ لطف بیخودی
خواب میں بھی انتشار دوریٔ منزل نہیں

ایک ہی ہچکی میں یہ کہکر کسی نے جان دی
خیر کچھ ہو وہ تو میری یاد سے غافل نہیں

پوچھ میرے جرم مجھ سے اپنی رحمت دیکھکر
یہ نہیں کہتا کہ میں تعزیر کے قابل نہیں

اللہ اللہ عہد ماضی کے تصور کا یہ حال
دو گھڑی میں فرصت احساس مستقبل نہیں

حشر میں کیا دو گے ان دامن کے دھبوں کا جواب
میں اگر کہنے کو کہہ بھی دوں کہ یہ قاتل نہیں

تا ابد صبح و مسا صابر رہیں یہ شاد شاد
جو گھڑی بھر بیکسوں کے حال سے غافل نہیں

غزل

(ع)

عالی ۔ عالیجناب راجہ نرسنگراج بہادر

کون کہتا ہے نگہ ظالم تری قاتل نہیں
پر تڑپنے کے لئے پہلو میں میرے دل نہیں

ہو کے بسمل دیر تک تڑپوں میں وہ بسمل نہیں
جان ہنستے بولتے دیدوں یہ کچھ مشکل نہیں

غیر کے دکھ درد میں انساں اگر شامل نہیں
خاک کا تودہ ہے وہ عالی کسی قابل نہیں

جو نہ تڑپے زیرِ خنجر وہ کوئی بسمل نہیں
جو نہ تڑپائے نگاہِ ناز سے قاتل نہیں

ہر سکوں قلب پر دھوکا نہ کھائے راہرو
سوچتا کیا ہے ذرا بڑھ آگے یہ منزل نہیں

ڈال دی کشتی جو دریا میں تو بیڑا پار ہے
دل کا آنا ہی ہے مشکل اور کچھ مشکل نہیں

عشق کے پیراک کو اتنا سمجھنا چاہیئے
یہ وہ دریا ہے نہیں جس کا کوئی ساحل نہیں

گل پہ بلبل مرمٹا لیکن نہ آیا رحم کچھ
کیا سرشتِ گل وفا کی تجھ میں آبِ گل نہیں

شمع پر بھی جل چکا پروانہ دیکر یہ صدا
عشق کے کوچے کی یہ بھی آخری منزل نہیں

شوق کہتا ہے کہ چل بھی زیست کی پروا نہ کر
ضعف ہمت کہہ رہا ہے تو جگہ سے ہل نہیں

حق ہی حق ہے ہر جگہ مانے نہ مانے یہ کوئی
آنکھ کو ہے کیا خبر اس کی کہ ہے حائل نہیں

ہیں گل و گلشن وہی لیکن نہیں لطفِ بہار
یار محفل میں نہیں اور رونقِ محفل نہیں

چاہتا تھا جس دوا کو اب نہیں اس کی تلاش
درد تو باقی ہے لیکن اب مرا وہ دل نہیں

حاصلِ مطلب یہی ہے عالی اپنی زیست کا
حاصلِ دنیا کو ہم سمجھے کہ کچھ حاصل نہیں

غزل

عالی - جناب محمد اسمٰعیل خاں صاحب خورجوی

کیا کہوں میں حالِ دل کہنے کے یہ قابل نہیں
جب سے دیکھا ہے تمہیں قابو میں میرے دل نہیں

کیا سناؤں دردِ دل کی میں کہانی آپ کو
آپ کے سننے سنانے کے تو یہ قابل نہیں۔

دیکھ کر اس شوخ کو کیا حال میرا ہو گیا
دم میں میرے دم نہیں پہلو میں میرے دل نہیں

کچھ زکوٰۃِ حسن ہم کو بھی خدارا دیجئے
آپ کے دیدار کے بھوکے ہیں کچھ سائل نہیں

دیکھو مایوسی شہیدانِ محبت کی ذرا
جاتے ہیں کہتے ہوئے مقتل میں وہ قاتل نہیں

ہم سے دیوانوں پہ کیا ہوگا نصیحت کا اثر
ناصحا ہم نے سُنے اِن باتوں سے کچھ حاصل نہیں

دوستو آنے دو آئی ہے اگر فصلِ بہار
اب کہاں وہ ولولے وہ ہم نہیں وہ دل نہیں

دیکھو گر چشمِ بصیرت سی تو کھل جائے ابھی
میرے اُن کے درمیان پردہ کوئی حائل نہیں

یہ محافظ حسنِ جاناں کا ہے کیا جانے کوئی
تم اسے خالِ سیاہ سمجھے ہو یہ وہ تل نہیں

وعدے کرتے ہو کبھی ایفاءِ وعدہ بھی کیا
میں تو اب قول و قسم کا آپکے قائل نہیں

دیکھو پروانوں کو کیسے تم پہ ٹوٹے پڑتے ہیں
شمع روشن ہے مگر کوئی اودھر مائل نہیں

ہے زباں پر دوستوں کی جی نہیں لگتا ذرا
کیا سبب کیوں آج عالیؔ بزم میں شامل نہیں

غزل

(۸)

معینؔ عالیجناب نواب معین الدولہ بہادر امیر پائیگاہ

بے وفا جب سے یہ سُن پایا ہے دل ہیں دل نہیں
دو گھڑی بھی غیر سے خالی تری محفل نہیں

انجمن میں اپنی وہ رشکِ مہِ کامل نہیں
کیا کہیں محفل ہی لیکن رونقِ محفل نہیں

غیر سے ترکِ تعلق مجھ سے اقرارِ وصال
آپ اگر چاہیں تو سب آسان ہے مشکل نہیں

کیا حسینانِ جہاں سے مہربانی کی اُمید
ایک پتھر ان کے سینے میں ہے گویا دل نہیں

دیکھتے ہیں آج وہ مجھ کو نگاہِ لطف سے
وہ عنایت ہو رہی ہے جس کے میں قابل نہیں

اس کی خاموشی میں اِک حُسنِ طلب کا راز ہے
ہاتھ پھیلانے کا عادی آپ کا سائل نہیں

حضرتِ ناصح کی ہاں میں ہاں ملانا ہی پڑا
مُنہ پہ قائل ہوں تو کیا دل میں تو میں قائل نہیں

بزمِ دنیا میں نہیں ہے مجھکو راحت کا خیال
وہ مسافر ہوں کہ جس کو خواہشِ منزل نہیں

راستہ بتلادے مجھکو منزلِ مقصود کا
اے معینؔ اب کوئی ایسا رہبرِ کامل نہیں

غزل

ماہر، جناب منظور حسین صاحب

عرصۂ ہستی جنونِ عشق کے قابل نہیں
اس میں وسعت ہے بہت لیکن بقدرِ دل نہیں

میں نے مانا میری نظروں دید کے قابل نہیں
آپ کے جلوے اگر چاہیں تو کچھ مشکل نہیں

ایک مرکز پر سمٹ آئے ہیں اجزائے حیات
دل سمجھ رکھا ہے جس کو درحقیقت دل نہیں

منزلِ الفت میں کب کا ہو گیا ہوتا ہلاک
وہ تو یہ کہیے مجھے اندازۂ مشکل نہیں

خاک کے ذرّے، چمن کے پھول، دریا کی موج
کون ایسا ہے جہاں میں یادگارِ دل نہیں

موت کے طعنے ندو ترکِ تمنا پر نہ جاؤ
وہ بھی آساں ہے مجھے یہ بھی کوئی مشکل نہیں

فصلِ گل میں مست رنگ و بو ہیں اہلِ چمن
ایک شبنم ہے کہ جو انجام سے غافل نہیں

کس لئے پروانہ اپنی جان سے بیزار ہے
شاید اس کو اعتبارِ عشرتِ محفل نہیں

اور کیا ماہر کیا جائے خموشی کے سوا
کس کو حالِ دل سنائیں کوئی اہلِ دل نہیں

غزل

(ف)

فاضل۔ جناب میر محمد حسین خانصاحب

فکرِ تحصیل رضائے دوست کے قابل نہیں
جس کو دل کہتے ہیں اہلِ دل وہ میرا دل نہیں

دردِ دل سننے کے تم کہنے کے ہم قابل نہیں
جاؤ اب وہ تم نہیں وہ میں نہیں وہ دل نہیں

آئے وہ پردے میں نہ سمجھا کون آیا کب گیا
جذب کامل ہی توجہ ہی میں خود کامل نہیں

مانگ دل کی ہے الگ فرقت کی دھمکی ہے الگ
وہ کھڑے ہیں سامنے اور میرے دل میں دل نہیں

چشم و ابرو روئے و موئے دندان و لب کا ذکر کیا
تیرا شیدا انکی ہست و بود کا قائل نہیں

کر دیا رسوا انا لیلیٰ نے تیرے حسن کو
قیس لیلیٰ ہی نہیں گر پردہ محمل نہیں

وہ چلا اک ہاتھ میں سر ایک میں خنجر لئے
اب بھی دل چلا رہا ہے یہ مرا قاتل نہیں

والۂ تیغ ادا کا جینا مرنا ایک ہے
زندہ دل زندہ جسے سمجھیں وہ بیدل نہیں

آتش فرقت نے اُن کی کیا اڑائے ہیں دھوئیں
میرے تن میں نام کو آثار آب و گل نہیں

پردہ اچھا یا برا ہے عذر اس پر کیا کروں
میری آنکھیں ہی ترے دیدار کے قابل نہیں

جھڑکیوں سے آپکی سیری کبھی کی ہو گئی
میں محبت کا ہوں بھوکا نان کا سائل نہیں

کاروان زیست کیا ہے ایک دم کا کھیل ہے
ساتھ اچھا ہو تو عقبیٰ کچھ کڑی منزل نہیں

جنس دل لینی ہے لے لینا یہ سن لو سوچ لو
ہے تو چیز اچھی پر اطمینان کے قابل نہیں

سہم جاتا ہی لہو کشتہ کا اپنے دیکھ کر
میرے قاتل کا دلِ نازک ابھی قاتل نہیں

ٹھیک ہے اسم اور ہے فاضل مسمّیٰ اور ہے
نام فاضل ہے تو کیا میں ذات سے فاضل نہیں

غزل

(ق)

قلیس جناب خواجہ بدیع اللہ صاحب

وصل کی کوشش سے کیا حاصل ہی کچھ حاصل نہیں
جب جگر پہلو میں سینہ میں ہمارے دل نہیں

میں اڑوں اڑ کر ٹلوں ایسا تو میں سائل نہیں
بات یہ ہے دوسری کہدو کہ تو قابل نہیں

میں اگر چاہوں تو ہو جائیگا مشکل سہل کام
تم اگر چاہو تو سب کچھ سہل ہے مشکل نہیں

کشتۂ تیغ تغافل ہوں تمہیں معلوم ہے
خوں لگا کر میں شہیدوں میں ہوا داخل نہیں

چلتے پھرتے ہیں تصور میں وہ میرے رات دن
اُن کے میرے درمیاں پردہ کوئی حائل نہیں

میری اُمیدوں کو شاید منقطع کرنے کو ہے
تیز کرتا ہے چھری میرے لئے قاتل نہیں

کوئی دم میں طے کریگا ساحلِ ملکِ عدم	ہاتھ پاؤں مارتا ہے مفت یہ بسمل نہیں
آرزو حسرت تمنا یاس کا ہے جمگھٹا	یہ تو سب کچھ ہے مگر پہلو میں میرے دل نہیں

کس طرح ملتی سخن کی داد اہلِ بزم سے
قیسؔ صاحب ناقصوں میں بھی تم کامل نہیں

غزل

(۹)

واصفیؔ جناب سید عبدالصمد صاحب

سنگدل ہے وہ تپش سے آشنا جو دل نہیں	لذتِ دردِ محبت اُس کو کچھ حاصل نہیں
بات کہہ دینی زباں سے یوں تو کچھ مشکل نہیں	اس کو کیا کیجئے کہ تاب عرضِ حالِ دل نہیں
گلشنِ دلدار کی جب سے ہوا حاصل نہیں	غنچۂ پژمردہ ہے پہلو میں اپنے دل نہیں
مضطرب میں ہی نہیں ہوں ایک بحرِ عشق میں	مضطر و بیتاب کیا موجِ لبِ ساحل نہیں
کس لئے راہِ طلب میں ہیں مری بربادیاں	یا الٰہی میں کوئی گردِ سرِ منزل نہیں
سو حجابوں میں بھی دیکھیگا جمالِ یار کو	دیکھنے والا ہو تو پردہ کوئی حائل نہیں
وہ گھرا رہتا ہے ہر لحظہ ہجومِ ناز میں	اُس سراپا ناز کو خلوت بھی کب محفل نہیں
اتنی بیدردی سے ملتے ہیں وہ جس کو بار بار	غنچۂ گل ہے وہ یارب کیا کسی کا دل نہیں
حسرتِ خونِ گشتہ کا کیونکر دکھاؤں رنگ اُسے	آنسوؤں میں بھی مرے خونِ دل شامل نہیں
پائمالی ہی سے بر آتی مری حسرت کوئی	وائے ناکامی ترے زیرِ قدم بھی دل نہیں
اُن سے جب کہتا ہوں کیجے غور میرے حال پر	کہتے ہیں وہ حال تیرا غور کے قابل نہیں

حسرتیں اُن کو نظر آئیں تو آئیں کس طرح — روبرو اُن کے ہے آئینہ کسی کا دل نہیں
شکل لیلیٰ جب سے آنکھوں میں سمائی قیس کی — اب نگاہِ شوق اُس کی جانب محمل نہیں
رات دن گردش ہے مجکو جستجوئے یار میں — وہ مسافر ہوں کہیں جس کی کوئی منزل نہیں

شوق کامل ہے تو ہو جائیگی طے راہ وفا
واصفی کچھ مجھکو خوفِ دوریٔ منزل نہیں

مشاعرہ خاص

ایوان پیشکاری خاص باغ

تاریخ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ م ۳ مہر ۱۳۴۳ ف شب

فارسی۔ یار آمد و من طاقت دیدار ندارم

گفتار قافیہ

اُردو۔ رقابت کام آئی رازداں کی

بیاں قافیہ

غزل

(الف)

آلمہ، جناب ڈاکٹر سید مہدی حسن صاحب

مرحبا از گل عذارِ آں گلِ رعنا خوش است
حبذا از سروِ موزوں قامتِ بالا خوش است

وہ چہ حسنِ دلربائے آئینہ سیما خوش است
بارک اللہ با جمالِ یار عشقِ ما خوش است

ہر کہ دل در باخت با آں شاہِ خوباں دو کون
لوحش اللہ حال او اینجا خوش است آنجا خوش است

کے شود زائل جنونم از جنان و کوثرش
بہرِ من آب و ہوائے جنگل و دریا خوش است

غولِ عقل اندر رہ خوابیدہ آتش گو علم زند
خضرِ عشقم گوید ایں مسلک بسالک ہا خوش است

نقدِ دل گر نیست کافی در بہائے جنسِ حُسن
جاں بیفزائیم برو۔ درگیر کایں سودا خوش است

ناپسندیدہ است جورِ آسمانِ کینہ توز
ہر جفائی کان ستم آرا کند ما را خوش است

دل گرفتہ میشود در مجلسِ اہلِ وَرَع
صحبتِ پیرِ مغان و ساقی و صہبا خوش است

گر بپرسد آں تغافل کیش از احوالِ ما
بے محابا گوے اے قاصد کنوں او را خوش است

رہ مدہ در بزمِ خود اغیارِ ناہنجار را
احتراز از صحبتِ نا قابلِ اینہا خوش است

مدح میگویند الی الآں خلقتی منصور را
نیست عیبی گر کسی در عشق شد رسوا۔ خوش است

با وجود بیوفائیہا از و شادیم ما ....
با ہمہ صبر و رضا بے لہر از ما نا خوش است

میزنندش اہلِ ظاہر تیرِ طعن از چار سو
اندریں عالم بحالِ خود دلِ شیدا خوش است

کرد دامن چاکِ دخترِ رز مرا پیرِ مغاں
ساقیا ہنگامِ دورِ ساغر و مینا خوش است

کردہ ام از دستِ وحشت خانہ را ویرانہٗ
قیس تفریحاً اگر آید دریں صحرا خوش است

بے تردد یافتم کوثر جناں حور و قصور
اے آلمہ حقا مرا طِ عترتِ طٰہٰ خوش است

غزل

(ب)

براق - جناب سلطان محمود میرزا گورگانی

هر جفائے را پسند داد برائے ما خوش است — شادمانم گر ز انجم آں مہ سیما خوش است
من اگر نالم ز بیداد تو لے گردونِ دوں — تو بگو آنرا کہ از جور تو در دنیا خوش است
از طواف کعبہ زاہد من ز طوف کوئے تو — قیس را گشتی بگرد ناقہ لیلیٰ خوش است
من ز درد ہجر مینالم بسانِ عندلیب — آں گُلِ نورس باغیارم ز ہوہا خوش است
قیس مینالد اگر از درد دل در کوہ و دشت — کے تواں گفتن کہ در ایوان خود لیلیٰ خوش است

براق کے ترسم ز عدوانم دریں شہر دکن
از عطائے رب اکبر شادمانم خوش است

غزل

(د)

داعی - جناب آقا سید محمد علی صاحب پروفیسر فارسی نظام کالج

بر تن آرایاں لباس اطلس و دیبا خوش است — ما دل آرائیم نقش بوریا ما را خوش است
ما بہ تخت سلطنت ہم با حقارت بنگریم — با خدای خویش گر دانا بود ہر جا خوش است
رو فروزاں باعنا بنگر بہ پشت بام چرخ — غافل است ار کس بزیر گنبد خضرا خوش است
ترک لذت گر کنی از آسماں ہم بگذری — طفل بیماری ز نادانی ترا حلوا خوش است
بر امید وصل او دادم ز دادل دین و دل — عاشق دیوانہ را بنگر در ایں سودا خوش است
خوش دریں محنت سرا جز دردمند عشق نیست — ورنہ ہر کس را کہ می بینی بدردی ناخوش است
نالہای زار دل در زلف جز از شانہ نیست — معجز عشق است دل در کام اژدرہا خوش است

حسن لیلیٰ را بجز مجنوں ہزاراں عاشقند — چوں تواں دیدن رقیباں قیس را صحرا خوش است
کس نمید اند کہ راز درد عشق یار چیست — پیر از ایں درد شاداں میزید برنا خوش است
چشم بر دل بود و سر بالا نکردم او گذشت — گاہ گاہے بانگار خویش استغنا خوش است
زندگی ایں زمانہ یکدگر آزردن است — گر خوشی در زیستن ممکن بود عنقا خوش است

بوستانی شد ز خلق شاد ہر دل در دکن
خوش زید بے شبہ داعی ہر کہ زو دلہا خوش است

غزل

(۳)

سعید جناب سعید صاحب

اے کہ گفتی ہر کہ آزاد است در دنیا خوش است — از غم حق ہر کہ آزاد است ہر جا خوش است
بندگی کن تا ز بندِ غصہ آزادت کنند — عشرتِ آزادگی در طاعت مولیٰ خوش است
شرق اگر طوفانِ بادِ غرب را خوش کردہ است — ما غریباں را ہوائے یثرب و بطحا خوش است
سرخرو نتواں شدن چوں بلبل از دیدارِ گل — سبز بختاں را نظر بر روضۂ خضرا خوش است
در رضائے حق کہ دست عزم از و کوتہ مباد — آستین افشاندن از دنیا و از عقبیٰ خوش است
بر لبِ دریائے فیضِ مصطفیٰ کوثر کشیم — تشنہ کام خاک پیما را لب دریا خوش است
ہمچو ذات حق صفاتش نیز بے ہمتا بود — زیں جہت سلطانِ ظل اللہ بے ہمتا خوش است
پشت گردوں شد دوتا از صولتِ یکتائیش — صولتِ یکتا برائے خسرو یکتا خوش است
بادہ کش کاز دولتِ آصف دکن شد لالہ زار — بادۂ حمرا بروے لالہ حمرا خوش است
بارک اللہ جوشِ صہبائے سخن در بزم شاد — جوش ایں مینا خوش است و کیف ایں صہبا خوش است
وردِ نام شاد در دل شادمانی آورد — مرحبا نامے کہ در ملفوظ او معنیٰ خوش است

کار امروز ار بفردا افگنی خجلت کشی
هم در امروز اے اسمعیل اندیشۂ فردا خوش است

غزل

(ض)

ضیاءؔ علامہ نواب ضیا یار جنگ بہادر

تیشہ ہا آرد بسر یا خوں کند دلہا خوش است
هرچہ خواہد حسن سرکش عشق بے پروا خوش است

گر بمیرد طالب وصلت منجم را چہ باک
از دل خود پرس کان امروز یا فردا خوش است

حال موج ورطہ را افسانہ می سازد کنار
از لب ساحل شنیدن قصہ دریا خوش است

بندہ را جز بندگی بہتر نباشد ہیچ کار
دین و دنیا از برائے طالب مولا خوش است

شادمانی نشۂ دارد کہ غم از دل برد
کے بہ اندیشد ز عقبیٰ ہر کہ را دنیا خوش است

دورباش خلق روشن می نماید چشم شیر
مرد حق بیں گوشۂ گیرے دامن صحرا خوش است

دیدہ ام زلف درازے با تطاول ہا چہ کرد
دست کوتا ہم بہ بند نارسائی ہا خوش است

حسرت ناسازے صہبائے عشرت تا کجا
تشنہ کاماں را خراش گردن مینا خوش است

چوں کنم یارب تلاش جیب احسان کسے
قانعم در آستینم دست استغنا خوش است

خاطرم از گفتہ ہائے غافلاں آزردہ نیست
کز لب طفلاں شنیدن حرف بے معنیٰ خوش است

وقت بازار است خوباں خود فروشی می کنند
نقد دل بردن بہ جیب حسرت سودا خوش است

از ادب دور است قرب پردۂ محمل ضیاؔ
قیس را مردن بہ پائے ناقۂ لیلیٰ خوش است

غزل

(ف)

فدائی جناب مولوی ہدایت محی الدین صاحب ناظم دار القضا سرکار عالی

منکہ دل گم کردہ ام زاں جستجو ہر جا خوش است   ورنہ مجنوں را تلاشِ دامنِ لیلیٰ خوش است
عالماں را وعظ و ممبر مسند فتویٰ خوش است   مے پرستاں را شراب و مستی و ہو ہا خوش است
خوب رویاں را تبسم عشوہ و ناز و ادا   عاشقاں را آہ و زاری و درد و رد لہا خوش است
ہر کسے را دولت و راحت مسرت بخش شد   صاحب تسلیم را بس مرضئے مولا خوش است
عالمے ماتم کناں از بہر فرزند بتول   لیک وقت قتل خود آں سید والا خوش است
اے دل رنجور تا کے ضبط غم لب بر کشا   گر تو پنداری بفریاد م بت رعنا خوش است
شاد را ناخوش نمودن کے روا باشد بتا   گر ستمگر درد و عالم حقتعالے ناخوش است
کن نگاہِ مرحمت یا کن نگاہ خشمگیں   ہر چہ از دست تو جاناں میرسد ما را خوش است
طالب محبوب را باک از خس و خاشاک نیست   در ہزاراں خار پائے بادیہ پیما خوش است
ہر کہ حق گو ہست اُو بردار ہم رنجور نیست   بر سر شاخ گلے چوں بلبل شیدا خوش است
گنبد گردوں مزین گر چہ شد از مہر و ماہ   در نگاہِ حقتعالیٰ گنبد خضرا خوش است

کعبۂ عاشق **فدائی** منزل جاناں بود
قیس عامر در طواف محمل لیلیٰ خوش است

غزل

فرخ - میرزا محمد رحیم خانصاحب شیرازی

بہر عاشق سینۂ سوزاں دل شیدا خوش است   ناز و انداز و جفا از دلبر رعنا خوش است
بادہ خواراں را صدائے قلقل مینا خوش است   خاصہ در فصل بہاراں گردش صہبا خوش است

بی خبر از عالم ہستی کن اے ساقی مرا
بیخبر از ہر چہ در دنیا و مافیہا خوش است

تا ز انگشت بلوریں تو می نوشم مدام
بادہ نوشیدن مرا در حال استغنا خوش است

عاشق بیچارہ را با ہر دو عالم کار نیست
بہر مجنوں یار سرو قامت لیلیٰ خوش است

خار و خاشاک بیاباں بستر عشاق تو است
بر قد سرو تو جانا اطلس و دیبا خوش است

بے تو جنت را ندانم بہتر از زاغ و دمن
با تو گر باشم مقید اے صنم آنجا خوش است

روزہا مجنوں صفت آوارہ اندر کوہ و دشت
وز فراقت دیدہ را بیدار شبہا خوش است

گفتم اے مہ رو برخ زلف سیہ افشاں مکن
گفت نور ماہتاب اندر شب یلدا خوش است

بر سر دار فنا رفتن نہ کار ہر کس است
ایں چنیں ہمت براہ عشق از عیسیٰ خوش است

چوں بچشم مست جاناں در مثل باشد قریں
زیں سبب در دیدہ من نرگس شہلا خوش است

عشق از بہر بشر باشد نشان ارتقاء
بیخبر از عشق باشد ہر کسی بیجا خوش است

غرہ بر عز و جلال ایں جہاں اے دل مباش
عاقلاں را باخبر گشتن ز نیک ایما خوش است

مرد آں باشد کہ پشت پا زند آفاق را
مرد نبود آنکہ بہر جیفہ دنیا خوش است

لائق ہر چیز فطرت دید ہر کس را بداد
چغد را ویرانہ بلبل را چمن ماوی خوش است

تا جہاں باقی است باقی رب شاد باد شادماں
زانکہ ایں بزم ادب را ایچنیں مولا خوش است

فرخا مدح و ثنائے صدر اعظم کن مدام
بلبل شیراز را ہر دم چنیں آوا خوش است

غزل

(۴)

محوی۔ جناب مولوی مسعود علی صاحب سابق سشن جج

گفت دل گر امتحان پائے رہ پیما خوش است
بر زمین یثرب و در وادیٔ بطحا خوش است

گفتم اے دل مے شوی اینجا ہلاک ناز دوست
گفت دل ہم مردن و ہم زیستن آنجا خوش است

گر بمانم زندہ جان بخش است قرب مصطفٰیؐ
در بمیرم از حساب حشر استغنا خوش است

سوزنِ خار مغیلاں، چادرِ ریگ رواں
قبر پوش بے نوایاں دامن صحرا خوش است

کشتیِ اہلِ محبت در محیط عاشقی
از ہوائے چار سوئے غم تہ و بالا خوش است

خشکیٔ لب را غنیمت داں پسِ طوفان اشک
از بس دریا نوردی ہا لب دریا خوش است

سوزش درد محبت، جوشش سودائے عشق
در دل ایں درد ست اولیٰ، در سر ایں سودا خوش است

قصۂ یاس و تمنائے وصال، ما مپرس
ایں حدیث درد بے انشا و بے املا خوش است

وصل کے گردد میسر زانکہ در آئین عشق
عاشق از خود رفتہ و معشوق بے پروا خوش است

شوکت حسنش کجا تاب تماشا میدہد
طالب دیدار بودن ہمچو موسیٰ ناخوش است

میکشد شوق زیارت ناقہ ما را مہار
رو حدی خواں ایں حدی با محمل لیلیٰ خوش است

نیست بیجا خواستن ہمت ز ارباب ہمم
گرچہ توفیق عمل از عالم بالا خوش است

از پئے تر دامناں زیباست بر دل داشتن
زاہدان خشک را داغیکہ بر سیما خوش است

ایکہ دانی درد دلہائے حزیں ناگفتہ ہم
گرچہ گفتن درد با تو در دل شبہا خوش است

داغہائے معصیت را از جبینم پاک شو
داغ سودائے تو بر لوحِ جبیں تنہا خوش است

آمدم کم مایہ پیشِ تو کہ یاراں گفتہ اند
چوں تنک شد مایہ با اہل کرم سودا خوش است“

محویٔ لب بستہ را در ماتم قلب حزیں
گریہ بے اشک رواں، فریاد بے آوا خوش است

غزل

مفتون۔ جناب حاجی فتح اللہ صاحب یزدی

رستہ شو وارستگی از عالم دنیا خوش است
بگذر از دنیائی فانی دولت عقبیٰ خوش است

مال دنیا جیفہ و خواہاں او جمعی کلاب
ترک کن ای دل تو را اگر گفتۂ مولا خوش است

لیک در قرآن خدا ایش زینت دنیا ستود
درک فرق این سخن از مردم دانا خوش است

بشنو از من گفتِ شہ نعمت اللہ ولی
شاہ عرفانست و گفتارش برائی ما خوش است

خوش بود گر دوست داری مال دنیا بہر دوست
کی برائے زینت تن دولت دنیا خوش است

ہر کہ دل بندد بہ دنیا ہر کجا باشد برنج
"ہر کہ آزادست باید گفت او ہر جا خوش است"

عاملی جیحون نمودم از دو چشم اشکبار
سوی من بگذر نگارا سیر در دریا خوش است

وصل جستم چشم او گفتا نعم ابروش لا
آری از چشمش نعم زابروی آں ملا خوش است

قد او سرو است و ادیش گل گلستانم چہ سود
سیر گلشن از برائے بلبل شیدا خوش است

بلبل و من در بر مرداں رہ ہمرتبہ ایم
بہر او گلزار و بر من دامن صحرا خوش است

گہ بہ بتخانہ گہی مسجد گہی دیر مغاں
در تجلی ہر کجا آں یار مہ سیما خوش است

فخر می زیبد دکن را از وجود شاہ راد
محفل علم و ادب زد ہر طرف برپا خوش است

شاد باش از مدح شاہ بیقرین مفتون بدہر
شاد ماند شاد شادیش برائے ما خوش است

سمنٹ
کا
فرش

حیدرآباد دکن
حیدرآباد دکن
ادارہ
صادقہ قریشی
محمودہ اختر
اختر قریشی
نمبر ۳
جلد ۲
قیمت فی جلد

دماغی محنت کرنیوالی خواتین کیلئے
ایک نایاب تحفہ یعنی
گلبہار ہیئر آئیل رجسٹرڈ
ملک کا مایۂ ناز غیر ممالک میں ممتاز، مضر اجزا سے
پاک، فوائد سے مملو، ڈاکٹروں حکیموں اور معززین ملک
و دیگر ممالک کا آزمودہ، دار التجربہ سرکار عالی کا مصدقہ
یہی وہ بیمثل تیل ہے۔ جو
ہزاروں بہنوں اور لاکھو
بھائیوں کو بازاری،
ناقص، سستے، اور
بھڑکدار خوشبو کے زہریلے
تیلوں سے محفوظ رکھ کر
کئی سال سے برابر مستفید
کر رہا ہے اس کے مفید
ہونے سے دنیا کی کوئی
ہستی انکار نہیں کرسکتی۔ ہر جگہ ملتا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ سکہ عثمانیہ۔
منیجر گلبہار کمپنی
افضلگنج
حیدرآباد دکن

۷۸۶
یا علی

جنوبی ہندوستان کا واحد ماہنامہ جو خواتین کی صلاح و فلاح کیلئے مخصوص ہے

سفینۂ نسواں

جلد ۴ — نمبر ۳

فہرست مضامین

(۱) فہرست مضامین ۱

(۲) اذکار و افکار ۳

(۳) پیغام عمل ۶

(۴) شہیدِ وفا .... جنابہ محمودہ اختر صاحبہ .. ۷

(۵) عورت اور اسلام ... مطلوب الحسن صاحب .۹

(۶) دو خط ... از ن۔خ لاہور ۱۳

(۷) غزل ...... اختر قریشی ۱۷

(۸) اس خط کا جواب ... از ن خ لاہور۔ ۱۸

(۹) غزل ..... اختر قریشی ۲۳

(۱۰) صنف نازک کا دوسرا رخ۔ مسز ظہیر الدین احمد صاحبہ ۲۳

(۱۱) دوشیزۂ پرتگال (ایرانی خاہکا افسانے کا ترجمہ مسلسل) از علامہ تمکین ۲۵

(۱۲) بقیہ مضمون صنف نازک ۴۱

(۱۳) بزم شاد (غزلیات مشاعرہ منعقدہ ایوان شاد) از ۴۹ تا ۵۰

پیغامِ عمل

کچھ مقصد لیکر آتا ہے اس دنیا میں جو آتا ہے
محروم عمل جو رہتا ہے وہ جیتے جی مرجاتا ہے
اس مزرعِ عالم کو سینچو تم جد و جہد کی بارش سے
جو بیج عمل کا بوتا ہے وہ پھل راحت کا پاتا ہے
رستے کی صعوبت سہ کر ہی منزل پہ پہنچنا ممکن ہے
آگاہ حقیقتِ غم ہے جو وہ لذت عیش اٹھاتا ہے
ہر ایک مصیبت دنیا میں پیغام خوشی کا لاتی ہے
گلشن میں خزاں کا آنا ہی امید بہار دلاتا ہے
دریا کی طرح جو چلتا ہے اور پھر چلتا ہی رہتا ہے
کہساروں کو میدانوں کو وہ خاطر میں کب لاتا ہے
ہر رات کے پچھلے حصہ میں کچھ دولت لٹتی ہوتی ہے
جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے جو جاگتا ہے وہ پاتا ہے

اذکار و افکار

آج حقوقِ نسواں کی آواز ملک کے ہر گوشہ سے بلند ہو رہی ہے اور اسے تمدن جدید کے برکات میں سے ایک عظیم برکت تصور کیا جا رہا ہے مسلم خواتین بھی اوروں کی دیکھا دیکھی مردوں کے مقابل زندگی کے ہر شعبہ میں مساوی حقوق کی طلب گار ہیں۔ انہیں بھی تمنا ہے کہ وہ بھی وکیل و بیرسٹر جج اور پروفیسر ہو کر بزم آرائے جلوت ہوں اور ملک کی دوسری دیویوں کی طرح ان کے تذکروں سے بھی اخباروں کے کالم پُر ہوں۔ سرورق ان کی تصویریں بھی شایع کی جائیں اور اس طرح ——— انہیں دنیا کے کاروبار اور دنیا کی ترقیوں میں حصہ لینے کا موقع دیا جائے کہ ان کے نزدیک عروج و ترقی اور تمدن و تہذیب اسی کا نام ہے افسوس یہ خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد۔

یہ تمنا ان کے دلوں میں کچھ اس طرح جاگزیں ہے کہ وہ اس کے حصول کی خاطر خاندانی روایات کو پامال کر دینے کیلئے ہمہ تن مستعد اور مذہب کی تعلیم کو پس پشت ڈال دینے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ حالانکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورتوں کو انسانوں کی صف میں لاکر کھڑا کیا۔ ورنہ اسلام سے پہلے اس صنف کی انسانیت ہی کب مسلّم تھی؟ اور یہی وجہ تھی کہ دنیا کا ہر ظلم مرد عورتوں کے ساتھ روا رکھتے تھے لیکن اسلام نے بتایا کہ یہ گوہر گراں مایہ جس کی انسان نے اس قدر ناقدری کر رکھی ہے کس قدر بیش قیمت ہے۔ اس نے دنیا میں ان کی ایک مستقل حیثیت قایم کی۔ اور پھر انہیں ان کی فطرت کے مطابق حقوق سے الامال

کردیا۔ اور حیات انسانی کے ایک بڑے جز کا مالک بنا کر انھیں گھریلو زندگی کا حاکم بنایا۔ مرد کے ذمہ اگر گھر سے باہر کے سارے امور کی ترتیب ہے تو گھر کے اندر کے سارے انتظامات مذہب اسلام نے عورت کے حوالے کر دیئے اس سے زیادہ کی نہ فطرت نسوانی حامل ہو سکتی تھی اور نہ اسلام نے اجازت دی۔ آج جبکہ اس دور میں ہر معصیت تمدن اور ہر گناہ تہذیب ہے۔ دوسری اقوام کے مانند مسلمان بھی اپنی عورتوں کو یورپ کے نقش قدم پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اہل یورپ خود اپنے افعال پر نادم ہو کر فطرت کے صحیح اصول کی طرف رفتہ رفتہ آرہے ہیں۔

جرمنی یورپ کے انھیں ممالک میں ہے جو موجودہ نام نہاد تمدن کے دلدادہ اور طریق معاشرت کے شیدائی ہیں وہاں عورتوں نے خاطر خواہ حقوق لیئے اور خوب دل کھولکر آزادانہ زندگی گزاری۔ لیکن بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی فطرت مردانہ کاموں کی متحمل نہ ہو سکی اور جرمنی کے صدر جمہوریہ ہر ہٹلر کو بہت جلد یہ حکم نافذ کرنا پڑا کہ عورتوں کو صرف اپنے خانگی کاموں میں مصروف رہنا چاہیئے۔ انھیں دنیا کے دوسرے مردانہ کاموں میں شرکت کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس سے خانگی نظام کے درہم برہم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ ایک ہٹلر پر کیا موقوف ہے۔ دنیا جب گمراہیوں کی آخری سرحد تک پہنچ جائے گی۔ اور اسے طمانیت و سکون کی تلاش ہوگی تو ان اصول کے سوا اسے کہیں بھی پناہ نظر نہ آئے گی جو مذہب اسلام نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل مقرر کئے تھے۔

ہر قوم انجام کار سے غافل ہو کر جس طرح یورپ کی تقلید میں آزادی اور حریت فکر کا نام لے لے کر اپنے کو پابند کر رہی ہے وہ غلامی کی مدت کو اور زیادہ کر دینے والی ہے ہندوستانی طلبہ کی ذہنیت جس طرح اسکولوں اور کالجوں میں برباد ہو رہی ہے۔ دردمندان ملک ابھی اسی کی چارہ جوئی فرما رہے تھے۔ کہ جبریہ تعلیم نسواں

کے مسئلہ نے ایک نئے فتنہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور وہ زہر جو ابھی تک طلبہ کے حلق میں اتار اجار ہا تھا طالبات کو بھی زبردستی پلایا جائیگا۔ یہ مسئلہ عموماً تمامی اقوام کے لئے اور بالخصوص مسلمانوں کیلئے انتہائی ہی قابل توجہ ہے کیونکہ مسلمانوں میں عموماً شریف زادیاں اپنے گھروں میں مذہبی تعلیم اور ضرورت کے مطابق دنیاوی تعلیم والدین کی آنکھوں کے سامنے رہ کر حاصل کرتی ہیں اور ان کی حرکت نشست و برخاست کی والدین نگرانی کرتے رہتے ہیں لیکن جبریہ تعلیم کی صورت میں تربیت و تعلیم ان ہاتھوں میں ہو جائیگی جن کے یہاں اخلاق و شرافت تہذیب و تمدن کا مفہوم اسلامی تعلیم اور سلف صالحین کی روایات سے بالکل مختلف ہے۔ حیرت یہ ہے بعض جگہ مسلمان ممبران تعلیم نے اس جبریہ تعلیم کی تائید کی اور ہندو دانشمندوں نے اختلاف کیا۔ ضرورت ہے کہ عامہ مسلمین اس مسئلہ کے خلاف قانونی اور اصولی احتجاج کریں اور تعلیم کے معاملہ میں اپنی بچیوں کو کسی خاص قانون کا پابند نہ ہونے دیں۔

مسلم یونیورسٹی علوم دنیاوی کی اسلامی درسگاہ ہے۔ اور اس کی بنیاد اس لئے رکھی گئی تھی کہ وہ اسلامی روایات کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہوئے دنیاوی امور کی انجام دہی کے لئے اچھے اور قابل افراد پیدا کرے افسوس ہے کہ یونیورسٹی کے ممبران روز بروز اس کے مذہبی رنگ کو مٹاتے جا رہے ہیں۔ ابھی حال میں یہ خبر معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ وہاں مردوں اور عورتوں کی مخلوط تعلیم کی تجویز پیش ہوئی اور ایک جماعت نے اس کی تائید بھی کی۔ اس افسوسناک خبر کو سنکر اس کے سوا اور کیا کہا جائے۔

؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔ (۱)

کوتوال بلدہ کے جلیل القدر عہدہ پر حال میں عالیجناب نواب رحمت یار جنگ بہادر کا تقرر عمل میں آیا ہے ہم منجانب ادارہ نواب صاحب معزز کی خدمت میں خلوص دل سے ہدیۂ مبارک پیش کرتے ہوئے خدا سے دعا کرتے ہیں کہ جدید کوتوال صاحب کو ملک و مالک کی بہترین خدمات کے مواقع حاصل ہوں (آمین)

ہز ہائینس میجر جنرل شہزادہ والاشان نواب اعظم جاہ ولیعہد بہادر دولت آصفیہ نے عہدہ سپہ سالاری عساکر آصفی کو زینت بخشا ہے۔ دکن کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ ولیعہد سلطنت سرکاری طور پر کسی خدمت پر فائز رہے۔ ہم اپنے ہر دلعزیز شہزادہ اور ہز امپیریل ہائینس علیاحضرت دلہن شہزادی صاحبہ کے حضور میں بصد ادب ہدیہ مبارکباد گزراننے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔

ہز اکسلنسی مہاراجہ سر صدر اعظم بہادر یمین السلطنت کی دختر نیک اختر کا عقد گزشتہ ماہ نواب غضنفر جنگ بہادر کے صاحبزادہ مسٹر شہریار مرزا کیساتھ شاہانہ تزک و احتشام سے ہوا۔ خدا کرے کہ دولہا اور دلہن ہمیشہ شاد و آباد رہیں۔ اس مبارک موقعہ پر ہز اکسلنسی کی خدمت میں منجانب ادارہ گلدستہ تہنیت پیش کرنے کا فخر حاصل کیا جا رہا ہے۔

صدر مہتممہ مدارس نسواں بلدہ مسز ایم انگلر بوجہ پیرانہ سالی وظیفہ پر سبکدوش ہوئی ہیں اور فی الحال سنا کہ محترم مولوی شیر محمد خاں صاحب مددگار ناظم تعلیمات موصوفہ کی جگہ نگران کار ہیں ہمارا قیاس ہے کہ ارباب تعلیمات مذکورہ خدمت کیلئے ضرور کسی خاتون کے متلاشی ہونگے اور یہ انتظام محض عارضی ہوگا لیکن ہم یہ ضرور گزارش کرینگے کہ صدر مہتممہ کے تقرر کے وقت ملک کی خواتین کو نظر انداز نہ کیا جائے، غیر ملکی خصوصاً دریا پار کے افراد ہماری طرز معاشرت اور ہماری ضروریات سے محض نابلد ہوتے ہیں۔ اس خصوصیت کی موجودگی میں کہ مدارس نسواں پر ہماری فنا و بقا کا انحصار ہے بہتر ہوگا جو امتحاناً ہی سہی، مگر کسی ملکی خاتون کا تقرر کیا جائے۔ مبارک دور عثمانی کا طفیل ہے کہ ہماری خواتین بھی زیور علم سے آراستہ ہو رہی ہیں اور ان میں بہتیرے مقامی اور بیرونی درسگاہوں کی اعلیٰ ڈگریاں بھی رکھتی ہیں۔ پھر کوئی ضرورت نہیں کہ ملک میں قابل اور موزوں افراد کو رکھتے ہوئے غیروں کے دست نگر بنے رہیں۔

حیدرآباد میں سینما اور چائے خانوں کی کثرت روز افزوں ہے، ہم کسی پچھلے مقالہ میں اس کے مضر اثرات کو ظاہر کر چکے ہیں۔ ان سے آئے دن جو اخلاقی اور معاشی برائیاں بڑھ رہی ہیں وہ کسی مزید اظہار کے محتاج نہیں ہیں۔ نوجوان لڑکے اور معصوم لڑکیوں کے دماغ سینما کے زہر سے متاثر ہو رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ محکمہ کوتوالی بلدہ طبابت و حفظان صحت، اور صفائی، ادھر ضرور اور جلد تر متوجہ ہوگا۔

خدا کا شکر ہے کہ ہمارے نو سفینہ کا "محرم نمبر" بےانتہا مقبول ہوا جسکی بیّن دلیل یہ ہے کہ اسکی قیمت باوجود فی جلد ڈھائی روپیہ رکھنے کے ہمارے پاس ایک کاپی بھی نہ رہی۔ ملک اور بیرون ملک سے صدہا تعریفی خطوط وصول ہوئے، ہم اپنے تمام کرمفرماؤں کے شکر گزار ہیں بالخصوص ہمیں جنابہ رشیدہ اے ایس وہاب (جرمنی) اور محترمہ فاطمہ عباس صاحبہ شیرازی (طہران) کا شکریہ ادا کرنا ہے جو سفینہ کو ان دور دراز ممالک میں کامیاب بنا رہی ہیں۔

اختر قریشی

شہید وفا

(از)

محمودہ اختر صاحبہ

مدیرہ محترمہ ۔

تسلیم و نیاز ۔
اس تحریر کیساتھ میں اپنا اور تخیل افسانے کا ایک باب بھیج رہی ہوں ۔
اگر آپ اسکو قابل اشاعت تصور فرمائیں تو صفحہ میں شریک کیجئے ۔ آپ حیران ہونگے کہ بجائے
کمل افسانہ کے صرف ایک باب بھیجا جا رہا ہے ۔ سنئے ، میں چاہتی ہوں کہ میری دوسری بہنیں
اسکی تکمیل کریں جسطرح مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب کا افسانہ "عشق کی گولیاں" مختلف
لوگوں نے کمل کیا ایسے ہی میں نے خیال کیا کہ "شہید وفا" کو بھی مختلف بہنوں سے پورا کراؤں
پہلا باب تو یہی قایم رہیگا اور بقیہ پانچ ابواب کا تکملہ اور بہنیں کرینگی ۔ جملہ فسانہ چھ باب
میں ختم ہوگا ۔ اس سلسلہ میں جتنے افسانے بھی وصول ہوں آپ ہر ماہ ایک یا دو شایع فرما سکتی
ہیں جن محترم بہن کا افسانہ سب سے بہتر ہوگا ان کی خدمت میں منجانب حقیر ایک چاندی
کا کپ پیش کیا جائیگا ۔ بہتر ہوگا جو آپ اس کو دکن تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ بیرونی اہل قلم
خواتین کو بھی طبع آزمائی کی دعوت دیں ۔

والسّلام آپ کی اخلاص کیش محمودہ اختر

بلقیس کو دوبارہ زندگی حاصل ہو رہی تھی ، کون جانتا تھا کہ وہ بلقیس جو ایک ہفتہ قبل اپنے ہوش و حواس

کھو بیٹھی تھی یوں بھلی چنگی ہو جائے گی۔ معالجوں نے تو صاف جواب دے دیا تھا کہ اب زندگی کی امید نہیں، سارا عالم
کبھی مظلوم لڑکی کے نام پر غم و غصہ کا اظہار کیا کرتا تھا" علالت کے دنوں میں اس کی ہر سانس کو آخری جان کر
اور پھر بجھتی زیست کی زنجیر کو منقطع کرنے والی سمجھ کر اس کے ارد گرد جمع اور زمانہ سازی کے طور پر مصروف
غمگساری رہتا۔ ایک ہی ہفتہ ہوا کہ بلقیس پلٹی ہوئی موج کی طرح صحت کے سمندر میں لوٹ آئی۔

سلیم تو سمجھ چکا تھا کہ اب بلقیس کے وعظ و پند سے نجات ملیگی اور خوب جی بھر کر رنگ رلیاں منانے کے
موقعے ہاتھ آئیں گے، کھٹکنے والا خار اور اڑنے والا روڑا نکل جائے گا 'وہ کیا جانے کہ "جسے خدا رکھے اسے
کون چکھے" اس کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کی شریک حیات بلقیس اس طویل علالت سے نہ اٹھے گی، وہ یہ
بھی جانتا تھا کہ اسکی علالت کا باعث وہ خود ہے، اس کی بے توجہی اندر ہی اندر بلقیس کو گھلا رہی ہے اور
وہ اب ایک ایسے چراغ کی مانند بن گئی ہے جس کو ہوا کا ادنیٰ سا جھونکا بجھا سکے۔ علالت کے دوران میں
سلیم شاید ہی بلقیس کو الٹ کر دیکھا ہو، بیچاری غم کی ماری شوہر کی صورت کو ترس جاتی مگر وہاں راگ
رنگ سے فرصت کہاں جو غریب کی دل جوئی کا وقت نکلتا۔

اب جب سلیم نے دیکھا کہ جاتی ہوئی بلا پھر پلٹ رہی ہے تو وہ حیران رہ گیا اور اس درد سری
سے ہمیشہ کا چھٹکارا حاصل کر لینے کے ذرائع سوچنے لگا۔

۹

عورت اور اسلام

از

جناب مطلوب الرحمٰن صاحب ندوی

آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر کا ذکر ہے کہ خدا کی ایک بیکس و بے یار و مددگار مخلوق جسے دنیا نے "عورت" کہکر پکارا۔ جہالت اور تاریکی کے پردوں میں گم تھی۔ وہ گلشن ہستی میں ایک "پھول" بن کر پھولی مگر مرد کے دست ظلم نے اسے مسل کر پھینک دیا وہ لطافت و نزاکت کا پیکر بنکر آئی تھی۔ مگر نا اہلوں نے اس کی قدر نہ کی۔ اس نے ماں بن کر مرد کو کلیجے سے لگانا چاہا۔ مگر ظالم نے اسے جھٹک دیا۔ بہن بن کر گود میں کھلانا چاہا مگر وہ دور ہٹ گیا۔ بیوی بن کر اس نے محبت و الفت کی سوغاتیں پیش کیں مگر سنگدل کا دل نہ پسیجا۔ روما کی زمین سے صدا آئی کہ شادی کے بعد عورت شوہر کی زر خرید جائداد ہے اس کا تمام مال و متاع شوہر کی ملک ہے اس کو کوئی عہدہ نہیں مل سکتا وہ کسی کی ضامن نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ مرنے کے وقت وصیت بھی نہیں کر سکتی!

انگلستان میں قانون بنا کہ نکاح کے بعد عورت شوہر کی جائداد ہے۔

ہندوستان نے کہا کہ مرد کے مرنے پر عورت کو بھی ستی ہونا چاہیئے۔

ایک ضعیف و ناتوان جماعت کے مقابل میں دنیا کی ساری طاقتیں یہ مشورے کرتیں اور ان پر عمل پیرا ہوتیں کہ یکایک حرا کی چوٹیوں سے رحمت کے نغمے سنائی دیئے اور روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکار کر کہا۔

عاشروھن بالمعروف	عورتوں کیساتھ اچھی طرح رہا کرو۔
اتقوا اللہ فی النساء	لوگو عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔

انما الدنیا متاع و لیس من متاع الدنیا شیء افضل من المرأۃ الصالحۃ — دنیا ایک دکان متاع ہے جس میں سب سے بہتر پونجی صالح عورت ہے

یایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ — اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا۔

بعض لوگ کہتے تھے کہ عورت آخرت کی نعمتوں میں مردوں کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتی۔ مگر اسلام کی صدائے حق بلند ہوئی۔

من عمل من الصالحات من ذکر او انثیٰ فاولٰئک یدخلون الجنۃ — مردوں اور عورتوں میں جو بھی اچھے کام کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔

عورتیں حق میراث سے محروم تھیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ نے اب سے کچھ ہی دنوں پیشتر عورتوں کا حق ملکیت تسلیم کیا فرانس میں عورت کو اب بھی اپنی جائداد میں تصرف کرنے کا مجاز نہیں۔ مگر اسلام نے مسلمان عورت کو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے تمام حقوق بغیر طلب کے خود ہی دے دئے۔

وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون — جو کچھ اعزا و اقربا اور والدین چھوڑ جائیں اس میں عورت کا حصہ ہے

دنیا کہہ رہی تھی کہ عورت شادی کے بعد شوہر کی جائداد ہے۔ مگر اسلام نے بہ آواز بلند کہا کہ نکاح تو تمدن کی ایک کڑی، انسانیت کا ایک رشتہ اور محبت و پیار کی ایک سبیل ہے۔

خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا — خدا نے تم ہی میں سے تمہارے لئے جوڑے پیدا کئے۔ تاکہ تم اس سے سکون حاصل کر سکو۔

یہ تو عورتوں کے ساتھ اسلام کا ایک نہ مٹنے والا احسان ہے مگر ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ آج اسلام کے ساتھ مسلمان عورتوں کو کیا شغف ہے اور وہ اپنے مذہب کی کہاں تک پاسدار ہیں۔ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے۔

طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم — تحصیل علم ہر مسلمان پر (مرد ہو یا عورت) فرض ہے۔

بر وقت ہم کو اسی حکم کے متعلق کچھ لکھنا ہے۔ اس دور میں مسلمان عورتوں کی ایک جماعت نے تو گویا اس حکم کو سنا ہی نہیں اس نے سمجھا کہ دنیا کی ساری ترقیاں اور کامیابیاں مردوں کے لئے مخصوص ہیں۔ ضروریات دین

سے وہ بیگانہ ۔ دنیا کے کاموں سے وہ ناآشنا۔ شوہر کے حقوق ۔ اعزا و اقربا اور ہمسایہ کے حقوق اولاد کی تہذیب و تربیت اور امورِ خانہ داری سے وہ ناواقف ! غرض یہ کہ ان کی زندگی ان کے جہل کے باعث چوپایوں کی زندگی ہے ۔

دوسری جماعت نے تعلیم حاصل کی۔ مگر مذہب کے حکم کی تعمیل میں نہیں ! بلکہ جب زمانہ کی ٹھوکریں لگیں دنیا نے اپنی ترقیوں میں حصہ دینے سے انکار کر دیا۔ تو مغرب کی دیکھا دیکھی علم و ہنر کا شوق ہوا ۔ اپنے اسلاف کے نقش قدم کو چھوڑ کر مغرب کو استاد بنایا۔ اور اپنے کو استاد کے رنگ میں رنگنے اور اس کا روپ بھرنے کی پوری کوشش کی ۔ اس کے ایک ایک خد و خال کی نقل اتاری ۔ پردہ سے بے پردہ ہوئی۔ فیشن و مغرب پرستی کو اپنا دستورِ حیات بنایا۔ شوہر اعزا و اقربا سے بے اتفاقی ۔ اولاد کی تربیت اور امورِ خانہ داری سے علحدگی اپنا حق جانا ۔ اور مرد سے شرط باندھی کہ دیکھیں اس روشن خیالی کے زمانہ میں علم و تہذیب کے دور میں مغرب کی کورانہ اور اندھی تقلید تم زیادہ کرتے ہو یا ہم !

گویا اسلام نے عورتوں پر جو احسان کیا تھا۔ دونوں جماعتوں نے اس کا صلہ اور بدلہ دیا۔ کہ ایک نے افراط اور دوسرے نے تفریط سے کام لیکر اسلام کی راہ اعتدال کو گم کر دیا۔ خواتین اگر اسلاف کی تاریخ ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ خواتین اسلام نے دنیاوی امور میں مشغول ہوتے ہوئے مذہب کی ایسی خدمات انجام دی ہیں کہ جنھیں دیکھکر دنیا آج حیران و ششدر رہ ہے علم میں، عمل میں، رزم میں، بزم میں، دکھ درد میں ۔ آرام و راحت میں ۔ الغرض ہر موقعہ پر عورتوں نے مردوں کے ساتھ ساتھ اسلامی خدمتیں انجام دیں۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اپنے بچوں کے اندر اخلاقی مذہبی اور اسلامی روح پھونکی ۔ ان کو مذہب کے نام پر مٹنے کی تعلیم دی ۔ لیکن کتنا عبرت ناک واقعہ ہے کہ وہی عورت آج خود اپنے مذہب سے ۔ اپنی تعلیمات سے ناواقف و ناآشنا ہے ۔ اس کے اندر نہ کوئی مذہبی جذبہ ہے نہ اسلامی روح ہے اور نہ اپنے ملک و وطن کا کچھ خیال ہے ! اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی موجودہ تعلیم مغرب کی تقلید۔ مغربی تخیل کے مطابق ۔ اور مغرب سے مرعوب و متاثر ہو کر رہی ہے ۔ علم کے حصول کا

مقصد تہذیب نفس اور اپنے انسانی فرائض سے آگاہی ہے۔ خواہ فرائض خدا کی بندگی سے متعلق ہوں یا حسن معاشرت اور خلق و محبت باہمی سے۔ لیکن اس مقصد کا حصول اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک تعلیم اسلامی تخیل کے مطابق اور اسلامی جذبات کے ماتحت نہ ہو۔ اور کوئی ایسا نظم نہ ہو۔ جس کے اثر سے اسلامی خیالات کی پرورش ہو سکے۔ کیونکہ اسلام کے سوا تعلیم کا یہ اعلیٰ و ارفع مقصد کہیں بھی پایا نہیں جاتا۔ بالخصوص مغرب نے تعلیم کا مقصد تو بالکل ہی جدا سمجھ رکھا ہے وہاں حیوانیت اور بہیمیت کا کمال علم و تہذیب کا سدرۃ المنتہٰی ہے۔ اسی عام رو سے متاثر ہو کر آج مسلمان عورت بھی بے حجابی پر فریفتہ ہے حالانکہ اسے خبر نہیں۔ پردہ اس کا فطری حق ہے اسے بھی تہذیب و تمدن کی جھلک آزادانہ بازاروں میں گھومنے اور تھیٹروں میں جانے میں نظر آ رہی ہے۔ حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ یہی بد اخلاقیوں کا پیش خیمہ اور اس کے جوہر عصمت کو بے حقیقت کر دینے کا پہلا قدم ہے۔ مسلمان عورت اپنی ہم جنس غیر مذہب والی عورتوں کے لئے ایک معلمہ ہے۔ جس کا فرض ہے کہ وہ عورتوں کو ان کی رفعت و منزلت سے آگاہ کرے نہ یہ کہ خود دنیا کی رو میں اپنی عظمت کو بھی خاک میں ملا دے۔

پس ضرورت ہے اس امر کی کہ مسلمان خواتین بجائے سینما کمپنیوں کے حالات دریافت کرنے اور فلم ایکٹرسوں کے کیفیات کی اطلاع حاصل کرنے کے۔ اپنے اسلاف کی زندگی کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ ان کی پیش رؤوں نے اسلامی و مذہبی پابندیوں کے ساتھ دنیا میں کیسی کیسی علمی اخلاقی اور سیاسی خدمات انجام دی ہیں کہ جس کے باعث تاریخ اسلام میں آج بھی ان کا نام نامی سرفہرست موجود ہے۔ اور جب تک دنیا میں اسلام کا نام باقی ہے ان کا نام نامی بھی زندہ رہیگا۔ ان کی علمی نکتہ سنجیاں ثبات قومی اور استقلال جنگی خدمات آج بھی تاریخ اسلام کے ہر طالب علم کے لئے ایک قابل فخر موضوع بحث ہیں۔ خدا ہماری ماؤں اور بہنوں کو توفیق دے کہ وہ اس دور جہالت میں علم کے صحیح مقصد کو سمجھ کر اس کے حصول کی سعی کریں اور مذہب انسانیت کے حق سے ادا ہوں۔

دو خط

(الف)

محترمہ بیگم قیس فتحپوری

(۱)

پیاری عباسی ــــــ! تم سے ملتی ہوئی بمبئی پہنچی۔ بمبئی کا سرسبز شاداب پارک، لہلہاتا ہوا چمن، اور ساحل اپالو کی رونقیں کیا بتاؤں کہ کتنی دلچسپیاں پنہاں تھیں، لیکن افسوس ابھی اس نظارہ کا لطف اٹھانے بھی نہ پائی تھی کہ معلوم ہوا کل یہاں سے جہاز روانہ ہو جائے گا۔

سفر کی تیاری ہونے لگی، صبح کو جہاز روانہ ہوا۔

عباسی ــــــ! تمہیں کیا بتاؤں؛ سمندر میں ایسی ایسی حیرت انگیز اور بظاہر ناقابل یقین چیزیں دیکھیں کہ اگر تمہیں لکھوں تو ہرگز ہرگز یقین نہ ہوگا، جہاز مصر کی طرف جا رہا تھا، سمندر میں سکون تھا۔ لوگ خوش تھے کہ اچانک ایک دن طوفان رونما ہوا۔ بے پناہ متلاطم موجوں کے ساتھ جہاز اٹھنے بیٹھنے لگا، لوگوں کی حالت بری تھی، کوئی دعائیں مانگنے لگا، کوئی سجدہ میں گرا تھا، اور کوئی آہ و بکا کے ساتھ مصروف ماتم تھا، سب ناامید ہو چکے تھے اس وقت ایک عجیب سماں تھا، خدا نہ کرے یہ وقت دشمن کو دیکھنا نصیب ہو۔ ۲۴ گھنٹے تک طوفان برابر بڑھتا رہا آندھی کے جھکڑ انتہائی تیزی اور شدت کے ساتھ چل رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جنات اور شیطان آپس میں جنگ کر رہے ہیں۔ اس وقت اپنی عمر میں پہلی مرتبہ مجھے زندگی کی قدر ہوئی جہاز سب سے پہلے عدن میں لنگر انداز ہوا، عدن سے پھر جہاز چکر کاٹتا ہوا فلسطین پہونچا، بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کی، پھر وہاں سے شام، اور شام سے کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف میں پہنچی جہاں سید الشہداء

امام الشافعی کے مزار اب تک زائرین کو زہد و ورع کا سبق دے رہے ہیں۔ اس کے بعد اور اسلامی ممالک سے ہوتی ہوئی مصر کے دار الخلافہ قاہرہ میں پہنچی، وہاں کی رنگین نقش نگار دیکھ کر ہندوستان اور تمام ممالک کی گلکاریاں ہیچ نظر آنے لگیں، وہاں کی شان و عظمت اور خوبصورتی دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ اگر یہ کہا جائے یہ ملک حوروں کی بستی ہے تو شاید غلط نہ ہوگا۔ چھوٹی چھوٹی عمر کی لڑکیاں فرشتوں سے بڑھکر، جوان عورتیں چاند سے زیادہ حسین، مہ جبین معلوم ہوتی ہیں، یہاں کا عجائب خانہ قدیم زمانہ کی یادگاریں اور نئی نئی خوشنما چیزیں دیکھنے کے قابل ہیں، تعریف جس قدر کی جائے کم ہے۔

عباسی ——— ! سفر کے واقعات اگر تفصیل کے ساتھ لکھنے بیٹھوں تو ایک دفتر کی ضرورت ہوگی اب کچھ یہاں کے طرز معاشرت کے بارے میں لکھنا چاہتی ہوں خوب غور سے پڑھو، اور ہندوستانی مردوں کے ظلم دیکھو۔

" لوگ کہتے ہیں کہ عورت گھر کی ملکہ ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مرد کیوں عورتوں پر ایسا ظلم کر رہے ہیں میری سمجھ سے بالکل بعید ہے کہ مکان کی چار دیواری کے اندر حبس دوام میں زندگی بسر کرنا کیا گھر کی ملکہ کی تعریف ہے، مصر اور غیر ممالک کے مرد عورتوں کی بہت عزت کرتے ہیں اور جہاں تک ہو سکتا ہے کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کی دلشکنی نہ ہو۔ وہ عورتوں کو باندی نہیں سمجھتے مصری خواتین اور اسلامی ممالک کی عورتیں بے تکلف گھروں سے باہر نکلتی ہیں، بازار سے سودا سلف خرید اکرتی ہیں۔ ہندوستان میں کوئی عورت برقع اوڑھکر بھی بازار میں نکلتی ہے تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ مردوں کی بڑی اخلاقی کمزوری ہے لیکن یہاں عورتیں کھلے بندوں پھرتی ہیں اور کوئی ان کی طرف التفات نہیں کرتا لوگوں کا ذریعہ معاشش زیادہ تر تجارت ہے۔

مجھے چند معزز خواتین سے ملنے کا اتفاق ہوا ان سے موجودہ طرز عمل پر خوب رائے زنی ہوئی، وہ بتاتی ہیں کہ ہندوستان کی عورتوں میں تعلیم نام کو نہیں اس پر طرّہ یہ کہ پردہ کا رواج بری طرح پھیلا ہوا ہے۔

ہندوستان میں جس قسم کا پردہ رائج ہے وہ کسی نقطۂ نگاہ سے درست نہیں، اور نہ اسے اسلام سے کوئی تعلق ہوگا، سوائے اس کے کہ مرد عورتوں پر سخت ظلم کر رہے ہیں، مجھے یقین ہے کہ خدا کے سامنے انہیں جواب دہ ہونا پڑے گا

عباسی ——— ! میں ان لوگوں کی گفتگو سن کر ششدر رہ گئی۔ میرا دماغ کچھ کام نہ کر سکا۔ لیکن جب میں خود غور کرتی ہوں کہ اگر جائز طور سے "پردہ" پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "پردہ" کی موجودہ صورت ہمارے لئے نہایت تباہ کن ہے، پردہ نے آج ہم پر اس قدر سکہ جما لیا ہے کہ وہ اس قابل بھی نہیں جو ریلوے اسٹیشنوں پر مردوں کی مدد کے بغیر چل سکیں، ساتھ ہی ساتھ تعلیم بالکل معدوم ہے اور یہ جہالت محض پردے نے پرورش کی ہے، برعکس اس کے غیر قوم کے لئے کس قدر مسرت بخش اور باعث فخر ہے کہ ان کی عورتیں اہم سے اہم مضامین لکھا کرتی ہیں اور تمام علوم و فنون پر کافی عبور رکھتی ہیں وہ بڑے بڑے محکموں میں کام کرتی ہیں جنگ میں بہادری کیساتھ دشمنوں کا مقابلہ کرتی ہیں مگر آہ ——— ایک ہماری عورتیں ہیں۔ جو چہار دیواری میں بیٹھی ہوئی "اے" "اوئی" کے سوا کچھ بھی نہیں جانتیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے میں کہتی ہوں کہ اس تباہی کا باعث وہ مرد ہیں جو عورتوں کو بالکل باندی بلکہ اس سے زیادہ پہننے پیر کی جوتی کے برابر سمجھتے ہیں اور انہیں اب تک تاریکی میں رکھے ہوئے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عورتوں کا تعلیم حاصل کرنا بالکل بیکار ہے کچھ فائدہ نہیں۔ وہ اس لئے کہ مردوں کی طرح ان کو کہیں دفتر میں کام کرنا تو نہیں ہے، لیکن اس جہالت کا کیا حساب، تعلیم سے وہ بہت کچھ کر سکتی ہیں تعلیم ہی سے ان کے دماغ میں ایک قسم کی تازگی پیدا ہوگی، امور خانہ داری کے لئے اچھی بیوی ثابت ہوں گی، تعلیم ہی کے ذریعہ سے ان کو انشاء پردازی کا شوق ہوگا، جس کا اثر ان کے بچوں کے لئے مفید ہوگا کیونکہ عورتوں کا اصلی فرض آئندہ نسلوں کی اصلاح ہے ملک کے لئے مضبوط نسلوں کا بہم پہنچانا بالکل عورتوں کے اختیار میں ہے۔ تم دیکھتی ہو کہ مسلمانوں کے عزم و استقلال اور صحت و جسمانیت میں ایک بڑا

انقلاب آرہا ہے اس انقلاب کی ذمہ داری صرف مسلم خواتین پر ہے اس وقت مسلمان گھرانوں میں جس قدر بچے جنم لے رہے ہیں ان میں نہ کوئی شکسپیئر ہے اور نہ کوئی صلاح الدین اعظم بلکہ ایک نیم مردہ نسل ہے جو آہستہ آہستہ زندگی کے میدان کی طرف حرکت کرتی ہوئی نظر آتی ہے یہ مظلوم بچے وراثتاً ماں کے پیٹ سے بہت سی بیماریاں لاتے ہیں اور اپنی بیماریوں کے باعث زندگی کے نہایت ہی تلخ سانس پورے کرکے رخصت ہو جاتے ہیں، اس وقت اموات اطفال کی تعداد بہ نسبت اور ملکوں کے بہت زیادہ ہے ہندوستان میں ہر سال لاکھوں ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں جو کسی طرح زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوتے، مرے ہوئے پیدا ہوتے ہیں یا پیدا ہو کر مرجاتے ہیں اس مصیبت کی سب سے بڑی وجہ ہندوستانی خواتین کی کمزوری ہے جس کا باعث محض پردہ ہے دنیا کا کوئی شخص محنت کار دیاں ورزش، سیر و سیاحت اور ہوا خوری کے بغیر اپنی صحت کو قایم نہیں رکھ سکتا، اگر آج رستم کو زندہ کرکے مسلمان عورتوں کی طرح گھر کی چہار دیواری میں اسی طرح قید کر دیا جائے تو وہ چھ ماہ تک بھی اپنے جسم کی تازگی اور خون کی سرخی کو قایم نہیں رکھ سکے گا۔ لیکن جو عورتیں صدیوں سے نسلاً بعد نسل قید تنہائی میں اسیر ہیں اور ان کے سامنے کوئی ایسی صورت موجود نہیں ہے جو ان کی فطرت میں تازگی ان کے دلوں میں وسعت و سرور اور ان کے دماغوں میں نزہت و شادابی پیدا کرسکے۔ جب تک مسلمان عورتوں کو جہالت و تنگ نظری، غفلت و تن آسانی اور اس پردہ کی بری رسم کو نکال کر علم تہذیب محنت و مشقت اور کھلی آب و ہوا سے آشنا نہ کیا جائے گا وہ کبھی ملک و ملت کے لئے پاک پاکیزہ راست کیش غیور بلند ہمت، صحت ور، اور وجیہہ جوان مہیا نہ کرسکیں گی۔

اگر عورتوں کی تعلیم و تربیت، اصلاح و تہذیب اور صحت کا کوئی انتظام نہ کیا گیا تو کمزور سے کمزور نسلیں پیدا ہوں گی، اور خدا کی مقدس سرزمین کم مایگی، بداخلاقی اور بدالمواری سے لبریز ہوجائیگی ضرورت ہے کہ ہم ان خطرات کا احساس کریں اور بلا پس و پیش اپنے حلقہ اثر میں عورتوں کی اصلاح

کی طرف متوجہ ہوں اب یہ خط ختم کرتی ہوں امید ہے کہ تم بھی اس رواج کے بت کو توڑ کر اور جہالت کے پردہ کو چاک کر کے ترقی کی راہ پر گامزن ہوگی، باقی خیریت ہے تم لوگوں کے لئے دل بہت اداس ہے، میری اچھی اختری کو دعا، بجمہ کو گلے لگا کر پیار کر لو۔ عجب نہیں وہ ہمیں بھول گئی ہو۔ .... زیادہ دعا۔ تمہاری شمیم

غزل

کیجئے مشقِ ستم، ہاں بندہ پرور کیجئے
کب میں کہتا ہوں کہ سمجھیں رحم کے قابل مجھے

پیر کر پہنچوں وہاں تک آہ یہ ممکن نہیں
تک رہا ہوں یاس سے ساحل کو میں ساحل مجھے

مل چکا اوروں کو جب رنج والم روزِ ازل
تب بڑے الطاف سے بخشا گیا یہ دل مجھے

پھونک دے ہستی مری اے سوزِ الفت پھونک دے
ناامیدی اُن سے اب کرنے لگی غافل مجھے

پاؤں تھک جائیں تو سر کے بل لئے جائیگا شوق
کیا ڈرا سکتی ہے اختر دوری منزل مجھے

اختر قریشی

اُس خط کا جواب

از

محترمہ بیگم عباس علیخان بیخود ایم اے

(۲)

بہن شمیم کل کی ڈاک سے تمہارا خط آیا، بجمہ کے ابّا نے اندر بھیج دیا۔ بھلا خط کاہے کو تھا شیطان کی آنت تھا۔ مگر تمہارا خط وہ بھی مصر سے دل بیچین ہو گیا تمام کام چھوڑ کے پڑھنے بیٹھی، شروع سے اخیر تک پڑھ ڈالا، لیکن وہی پرانی رٹ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے، نئی جگہ، نئے لوگ، نئی ملاقاتیں، کوئی نئی باتیں لکھتیں، لیکن تمہیں تو ضد ہے کہ مجھے چھیڑو، تم کو اور بھائی جان کو میرے چھیڑنے میں ایک خاص لطف ملتا ہے، حالانکہ ہمیشہ منہ کی کھاتی ہو، مگر نا بہن اب کے تمہارا رویہ ناصحانہ ہے اور خدا جھوٹ نہ بلائے تو میرا گمان کیا یقین ہے کہ اب کے ہندوستان کو لوٹنے کے بعد اپنی لیڈری کا اعلان کر دوگی، اور اصلاح خواتین کے پردے میں ہمارے سکون اور چین کی دنیا کو تاراج کرنا شروع کر دوگی، اس لئے میں تمہیں لکھتی ہوں، خدا کے لئے غور کرو، اگر تم نہیں بدل سکتیں تو کم از کم للّٰہ ہماری غریب بہنوں کے اطمینان کی دنیا کو ہنگامے سے بدلنے کی کوشش نہ کرو۔

پردے نے تمہارا کیا بگاڑا ہے صحت صحت جو تم پکارتی ہو، اس کو پردے سے واسطہ؟ یہ صحت آب و ہوا اور غذا پر منحصر ہے، افغانستان کی عورتیں پردہ میں رہکر بھی بنگال کی آزاد عورتوں سے زیادہ قوی اولاد پیدا کر سکتی ہیں، سو عام طور پر ہندوستان کی آب و ہوا اچھی ہے پردہ نشین خواتین کی اولاد بھی ایسے گرانڈیل، خوشرو، اور طاقتور ہوتے ہیں کہ بس دیکھا کیجئے، کیا تم نے چنی

ان قبل اخباروں میں نہیں پڑھا کیا وہ ہندوستانی ماں کا لعل[1] نہ تھا جس نے زبسکو جیسے دیو کو گرا کر پہلوان کی کمر
میں نیچا دکھایا، دوسری بات یہ کہ ہندوستان غریب ملک ہے لوگوں کو پیٹ بھر کھانا میسر نہیں آتا تن ڈھانکنے
کو کپڑا نہیں ملتا، اتنا بوتہ نہیں کہ صفائی کا انتظام کر سکیں ہوادار مکانوں میں رہیں ایسی حالت میں صحت
اچھی رہے تو تعجب ہے جن کو خدا نے کھاتا پیتا بنایا ہے وہ ادری نبی ہوتی ہیں گویا ٹکے کی مرنے والیاں
ہیں، ہل کر پانی تک نہیں پیا جاتا، اس پر دیر ہضم ثقیل غذائیں تحلیل ہوں تو کیونکر لیکن تم تو کہو گی کہ سارا
فساد پردے ہی کا ہے بہن!

یہ سکھ روگ امیروں میں عام ہے اس سے غرض نہیں کہ وہ پردے میں رہتی ہوں یا بے پردہ میں یقینی
کے ساتھ کہتی ہوں کہ تم سے ملنے والی عورتیں جو بے پردہ رہتی ہیں، اگر اپنے چہرے سے غازے اور پوڈر
سے مصنوعی سرخی دور کر دیں تو ان کے چہرے تمہیں پردہ نشینوں کے مریض چہروں سے کہیں زیادہ بھیانک
معلوم ہوں گے دور کیوں جاؤ اگر تم بھی تو آزاد ہو، ذرا اپنی طرف دیکھو اور میری حالت سے مقابلہ کرو۔
بہن اب بھی اگر تم اپنی بات پر اڑی رہو تو ہٹ دھرمی ہے۔

تعلیم کی جو پوچھتی ہو تو اس میں بھی پردہ حائل نہیں، اگر چاہو تو ہر طرح تعلیم حاصل کر سکتی ہو اصل تو عورتوں کی
تعلیم جداگانہ ہونی چاہیئے کیونکہ ان کی ضروریات مردوں کی ضروریات سے بالکل الگ ہیں اس پر بھی اگر
یونیورسٹی کی ڈگریاں حاصل کرنی ہیں تو ان کا بھی انتظام ہے، پردہ میں رہکر ہماری بہتری بہنوں نے ڈگریاں
حاصل کی ہیں، اب کہو گی کلاس میں حاضری کس طرح ہو، تو میں کہتی ہوں کہ حاضری ہی کیا ضرور ہے کتابیں
اگر میسر ہیں تو مطالعہ سے سب کچھ ہو سکتا ہے، ہاں کسی فن میں نمایاں قابلیت حاصل کرنے کو کہو تو یہ کسی قانون
کے ماتحت نہیں، فطرت بعض لوگوں کو منتخب کر کے ایک خاص دماغ ودیعت کرتی ہے اور وہ خواہ
کسی ماحول میں ہوں اپنا جوہر دکھائے بغیر نہیں رہ سکتے، چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کے جو لوگ آسمان
ترقی پر ستارے نہیں بلکہ سیارے بنکر چمکے ہیں ان میں اکثر محض معمولی، غریب اور جاہل خاندانوں سے تعلق

---

[1] گاما پہلوان

رکھتے تھے ان کے نام کے ساتھ یونیورسٹی کا کوئی دم چھلا نہ تھا، وہ یونیورسٹیوں کے نہیں، یونیورسٹیاں ان کی محتاج ہیں آج ان کی تصانیف پڑھنے اور ان کے کلام کے سمجھنے کی قابلیت پیدا کرنے پر یونیورسٹیوں سے ڈگریاں اور تمغے ملتے ہیں تم نے شکسپیر کا نام لیا ہے، اسی کو دیکھو، کس روشن خیال ماں کی گود میں پرورش پائی، کس یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کی، لیکن آج وہی شکسپیر ہے جس کو پڑھکر اور جس کی تصانیف پر مضامین لکھکر لوگ اعزاز حاصل کر رہے ہیں، آج بھی ہندوستان کی پردہ نشین تمہارے قول کے مطابق جاہل، اجڈ، غیر مہذب مائیں ایسے فرزند پیدا کر رہی ہیں جن کے ایسے فرزندوں کی یورپ کی آزاد اور مہذب اور تعلیم یافتہ خواتین کو آرزو ہے۔

حالی۔ شبلی، آزاد، سرسید، اقبال اور محمد علی وغیرہ جیسے سپوتوں کو جن پر ہندوستان کو بجا ناز ہے اور رہے گا، انھیں پردہ نشینوں نے نہیں جنا؟ جب ان ماؤں کے لئے اپنے بچوں کی تربیت کی راہ میں پردہ رکاوٹ ثابت نہیں ہوا تو اب کیوں؟ پھر بھی تم کہو گی کہ پردہ ہی ہماری ترقی کی راہ میں حایل ہے۔

خیر ان لوگوں کو جانے دو تمام بوڑھے پاگل ہوگئے ہیں ان کا دماغ کھسک گیا ہے۔ بھیجا خراب ہوگیا ہے، ہمارے آباؤ اجداد اس نسل جدید کے نقطۂ نگاہ کے مطابق غیر مہذب تھے، لیکن سرسیّد کو تم کیا کہو گی جنھوں نے عورتوں کی تعلیم کے لئے وہی پرانا طریقہ بہتر سمجھا اور کسی کالج یا اسکول کی فکر نہیں کی، بہن، مرحوم جانتے تھے کہ عورتوں کی ذمہ داریاں کچھ اور ہیں۔

آج کل جو تقسیم عمل پر اس قدر زور دیا جا رہا ہے وہ "ہر کسے را بہر کارے ساختند" کی تشریح نہیں تو کیا ہے، پھر بزرگوں نے مرد عورت کے درمیان جو تقسیم عمل کیا ہے اس میں کون سی برائی ہے کہ کیڑے ڈالے جا رہے ہیں؟ اور کیا ضرورت ہے کہ مردوں اور عورتوں کو ایک طرح کی تعلیم دیجائے جبکہ دونوں کی ذمہ داریاں علیحدہ ہیں۔

بہن شمیم! میری تعلیم بھی نئے اصول پر اسکول میں ہوئی' ایک زمانہ تھا کہ آزادی نسواں کی مسموم ہوائیں میرے دماغ میں بھی چکر لگا رہی تھیں' لیکن خدا بھلا کرے پھوپی اماں کا کہ ان کی سختی نے مجھے بچا لیا' گو اس وقت ان کی باتیں ناگوار گزرتی تھیں اب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سختیاں میرے لئے رحمت تھیں ہاں تو میں بھی مردوں کو ظالم' سفاک اور خود غرض سمجھا کرتی تھی' لیکن بہن ایسا نہیں ہے آؤ تمہیں ایک واقعہ سنائیں جو باوجود معمولی ہونے کے میرے خیالات میں انقلاب کا باعث ہوا ہے' میرے خلیرے بھائی سمیع کی شادی تھی ہم لوگوں کو شریک ہونا ضروری تھا' ریل کا سفر چلنے کو تو چلے لیکن اسٹیشن پر وہ پریشانی ہوئی کہ خدا کی پناہ' بی بیوں کے قدم نہیں اٹھتے پاؤں من من بھر کے ہوئے جاتے ہیں' پیروں سے جوتیاں نکلی پڑتی ہیں۔ اس وقت بیچارے ابا جان کی حالت قابل رحم تھی' ہاتھ میں پان کی پٹاری' گود میں حمید کبھی دوڑ کر قلی کو روکتے ہیں کبھی پیچھے آکر جلدی چلنے کی تاکید کرتے ہیں خدا خدا کر کے کسی طرح ریل میں سوار ہوئے تو آپ بستر درست کر رہے ہیں پانی کے لئے دوڑ رہے ہیں غرض ان کی جان عذاب میں تھی اور صرف ہمارے لئے اس کا مجھ پر بڑا اثر ہوا' ایسے مردوں کو جو ہم عورتوں کے لئے اپنے آرام کو آرام نہیں سمجھتے اور مفت کی پریشانیاں مول لیتے ہیں' ظالم کہنا احسان فراموشی نہیں تو کیا ہے۔

بہن جس کو تم آزادی سمجھ رہی ہو وہ آزادی نہیں غلامی ہے' وہ مرد جو آزادی نسواں پر زور دے رہے ہیں' وہ عورتوں کی پابندی کا پھندا اپنے گلے سے نکال کر انھیں غلام بنانا چاہتے ہیں۔ کیا آج یورپ کی لڑکیوں کو سن بلوغ پر پہونچ جانے کے بعد مجبور نہیں کیا جاتا کہ وہ اپنی روزی آپ حاصل کریں اور خاندان کی مدد کریں اس کا اخلاقی نتیجہ جو ظاہر ہو رہا ہے وہ تمہارے سامنے ہے بیان کی حاجت نہیں ہمارے یہاں لڑکیوں کی پرورش' شادی بیاہ اور غور و پرداخت میں جتنی زحمتیں ہیں پوشیدہ نہیں' ہر شخص جس کے گھر میں لڑکی ہے جب تک اس کا انتظام نہ کرلے چین نہیں پاتا۔ بہت سے مرد ان ذمہ داریوں سے اکتا گئے ہیں۔ اور اس سے سبکدوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں' یہ وہی لوگ ہیں جو آزادی نسواں کے

جاتی ہیں، اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ ہمارے مردوں نے ہم کو کھلونا بنا رکھا ہے، یہ بھی ماننا پڑیگا کہ وہ اس کھلونے کی حفاظت بھی اپنا فرض جانتے ہیں، لیکن آزادیٔ نسواں کے حامی مرد ایک ایسا کھلونا بنانا چاہتے ہیں جس سے وہ کھیل سکیں لیکن اس کی حفاظت کی ذمہ داریوں سے الگ رہیں چنانچہ یورپ میں آزادیٔ نسواں زوروں پر ہے نکاح ایک لفظ بے معنی ہو کر رہ گیا ہے اس کے کیا یہ معنی ہیں کہ مرد عورتوں سے لذت یاب ہونے کو تو تیار ہیں لیکن ان کی تلخیوں کے برداشت کی طاقت نہیں رکھتے، وہ عورت کی جوانی کے خریدار ہیں، لیکن اس کے بڑھاپے کے ذمہ دار نہیں، ارے بوڑھاپا تو بڑھاپا انہیں تو ہمارے بچوں کی پرورش تک گوارا نہیں اور تہذیب کے نام سے ایسی دوائیں ایجاد کی ہیں کہ اولاد پیدا کرنے کی زحمت سے چھٹکارا مل جائے چلو چھٹی ہوئی نہ رہے بانس نہ بجے بانسری ۔

بہن شمیم! میں تمہیں الزام نہیں دیتی خدا برا کرے غلامی کا کہ آزادی کی ہر ادا بھلی معلوم ہوتی ہے اور حاکم کا عیب بھی ہنر دکھائی دیتا ہے اس میں ہم کیا ہمارے مرد زیادہ گرفتار ہیں، لیکن تم سے استدعا کرتی ہوں خدا کے لئے سوچو اور اگر نہیں سوجھتیں تو ان زرق برق لباس، گلگونہ اور لونڈر والی عورتوں سے کلب میں نہیں ان کے گھروں پر ملو۔ ان کی خانگی زندگی کا نزدیک سے مطالعہ کرو تو تم کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہے ۔

بات میں بات نکلتی چلی گئی اور وقت نہ معلوم کدھر گیا اب چار بج رہے ہیں نجمہ کے ابا کے لئے چاء تیار کرنی ہے ۔ اس وجہ سے خط ختم کرتی ہوں، تمہیں قسم ہے اپنا حال برابر لکھتی رہو ۔ نجمہ اور اختری سلام کہتی ہیں ۔ خدا کرے تم اس سفر سے خوش خوش واپس ہو ۔

تمہاری ۔ عباسی (ن ۔ خ لاہور)

بندشیں ٹوٹیں گی پیدا ہو جونہی ذوقِ عمل — جو نکالیں قید سے جبال وہ پر پیدا کرو
لطف تو جب ہے کہ قلبِ سنگ سے ٹپکے لہو — نالہ و شیون میں بلبل وہ اثر پیدا کرو
ذرہ ذرہ میں نظر آجائے جلوہ یار کا۔ — دیکھنے کے واسطے پہلے نظر پیدا کرو
میں جہاں رکھدوں جبیں کعبہ کھنچا آئے وہیں — اپنے سجدوں میں بھی نا ایسا اثر پیدا کرو
آرزو جب ہے فنا فی العشق کی اختؔر تجھے — حضرتِ منصور سا قلب و جگر پیدا کرو

(اختر قریشی)

صنفِ نازک کا دوسرا رخ

از

محترمہ مسز ظہیر الدین احمد مختار (مرزاپور)

لوگ کہتے ہیں کہ عورت ایک نور ہے جس کی ضیار کائنات کے چپہ چپہ کو روشن اور سطح زمین کے گوشہ گوشہ کو منور کر رہی ہے، وہ دنیائے حسن کی ملکہ ہے جس کے جمال لازوال کی شعاعیں اس کے جمپئی نرم و نازک جسم سے نکل کر اور باریک کپڑے میں سے چھن چھن کر چاروں طرف پھیلتی ہیں، معنی حسن کا ایک پھول ہے جس کے سرخ و نازک رخسار گلاب کی پنکھڑیوں سے بھی زیادہ ملیح اور دلکش ہیں اس کی مخمور غزالی آنکھیں کسی اہل دل کو اپنی جانب کھینچنے کے لئے مقناطیس سے بھی کہیں زیادہ تیز اثر

رکھتی ہیں، اس کی شیریں بیانی اور خوش کلامی میں وہ رس اور چاشنی ہے جو شاید دنیا کی میٹھی سے میٹھی اور شیریں سے شیریں چیز کو بھی میسر نہیں، وہ رحم کی ملکہ اور کرم کی دیوی ہے اس کے دل میں محبت کا دریا موجزن مارتا ہے اور ہمدردی کی لہریں اٹھ اٹھ کر آرزومندان محبت سے ہمکنار و ہم آغوش ہوتی ہیں۔

اے سیدھے سادے اور بھولے بھالے مردو! تم عورتوں کی جفاؤں اور سحرکاریوں سے ابھی ناواقف ہو۔ یہ تمہاری نازک خیالی اور بلند پروازی کا نتیجہ ہے، نہیں نہیں بلکہ تمہاری معصومیت و مسکینیت کا تقاضا ہے جو تم عورتوں کی اس درجہ تعریف و تحسین کرتے ہیں ذرا غور کرو اور چشم بینا سے کام لو تو یہ سیاہ پردہ جو عورتوں نے اپنے نسائی جادو سے تمہارے فہم و ادراک پر ڈال رکھا ہے فوراً اٹھ جائے گا اور تم اس کی ماہیت سے بخوبی واقف ہو جاؤ گے۔

تمہارا خیال کہ عورت ایک نور ہے یا باغ حسن کا ایک پھول ہے غلط اور سراسر غلط، سنو! مجھ سے سنو! میں تم سے ہمدردی رکھتی ہوں اور ایک زبردست ایثار کے بعد تم کو عورتوں کی اصلیت سے واقف کرتی ہوں۔ اچھا سنو!!!

عورت نور نہیں بلکہ نار ہے اور اپنی شعلہ مزاجی سے تمام مردوں کے معصوم دلوں پر آگ برسا کر ان کو خاک سیاہ کر دیتی ہے اس کی آنکھوں میں مستی یا خمار نہیں بلکہ زہر کے بجھائے ہوئے تیر ہیں جن کے ذریعہ سے وہ مردوں کے بے گناہ اور بے لوث دلوں کا نشانہ بناتی ہے اور ان کو ماہی بے آب کی طرح تڑپا تڑپا کر فنا کے گھاٹ اتار دیتی ہے اس کی سیاہ سیاہ زلفیں جو ظاہرہ اس کے رخ روشن پر اس طرح حلقہ کئے ہوتی ہیں جیسے کالی گھٹا چودھویں رات کے چاند کو حلقہ کئے ہو، حقیقت میں یہ نسائی جال ہے اس کا حسن صبیح، اس کی ادائے دلکش اس کی آواز نغمہ سنج اور اس کی گفتگوئے راحت فضا یہ سب دھوکہ اور فریب ہیں حقیقت میں یہ سب اس کے حربہ و ہتھیار ہیں جن کے ذریعہ سے وہ مردوں کے مضبوط سے مضبوط اور مستحکم سے قلعۂ دل کو بھی ڈھا کر سپرد خاک کر دیتی ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۴)

منشی فاضل - ایم' اے - ایس' بی' ایم' آر' اے' ایس' (لندن)

اکتوبر ۱۹۱۰ء کی پہلی رات کے گیارہ بجے ایک اٹھارہ سالہ دوشیزہ مردانہ لباس پہنے اور خرمائی رنگ کے لامبے لامبے بالوں کو لمبی ٹوپی میں چھپائے مردانہ انداز سے ایک خانہ باغ کے کٹھرے کے پاس جو پرتگال کے پایہ تخت لیس بن کے قصر شاہی کے شمال میں واقع ہے کھڑی ہوی ہے۔ یہ کٹھرہ تقریباً ایک میٹر سے زیادہ نہیں ہے روشنی کی مدہم شعاعیں اس پر پڑرہی ہیں۔ لڑکی اس آدھی رات کی تاریکی اور سکون میں یہ کوشش کرتی ہے کہ فولادی سیخوں سے گزر کر ریشمی پردوں تک پہونچ جائے۔ وہ تقریباً ایک گھنٹہ تک اسی طرح کھڑی ہوئی گفتگو سنتی رہی، مگر درختوں کے نیچے کسی کے چلنے کی آواز سنکر ہٹ گئی اور ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرنے لگی۔ وہ جس قدر تیزی سے دوڑ رہی تھی اس کا متعاقب بھی اسی تیزی کے ساتھ پیچھا کر رہا تھا وہ ابھی باغ سے باہر بھی نہ ہوئی تھی کہ اس نے جالیا۔

تعجب اس پر ہے کہ نہ تو اس نے شدتِ وحشت میں زبان ہلانے کی کوشش کی اور نہ اس کے پکڑنیوالے نے۔ ایک اور شخص نے آکر باغ کا چور دروازہ کھول دیا اور تعاقب کرنے والے نے اپنی گرفتار کو آغوش میں لے کر موٹر پر سوار کرا دینا چاہا جو وہاں سے بیس قدم کے فاصلہ پر کھڑی ہوئی تھی۔

یہ تمام باتیں تین منٹ میں ختم ہوگئیں اور کسی نے ایک لفظ اپنی زبان سے نہیں نکالا۔ مگر دوشیزہ نے اپنے پاؤں زمین پر ٹیک کر موٹر میں سوار ہونے سے انکار کردیا تو ان دونوں میں سے ایک شخص نے اپنے ساتھی سے انگریزی میں کہا۔

—— میں نہیں سمجھتا کہ وہی ہے۔

دوشیزہ نے مردانہ آواز میں کہا:

—— حضرات مجھے چھوڑ دیجئے آپ کو مغالطہ ہوا ہے۔

دوسرے نے پرتگالی میں جواب دیا،

—— لاحول ولا ہمارا مقصد صرف چند اطلاعات حاصل کرنا ہے بہتر یہ ہے کہ ہمارے ساتھ چلے چلیے۔

—— کہاں؟

—— شہر سے باہر کسی گوشۂ عافیت میں۔

—— کیوں؟

—— معلوم ہو جائے گا!

اُسے زبردستی موٹر پر سوار کر دیا گیا اور موٹر روانہ ہوگئی۔

تھوڑی ہی دیر میں شہر کے آخری مکانات بھی گزر گئے اور صنوبر کے جھنڈ میں موٹر کھڑی ہوگئی۔

ان دونوں میں سے ایک نے انگریزی میں کہا،

اس ہاتھ کی نرمی اور نزاکت شک پیدا کر رہی ہے موسیو ارمنڈ!

ارمنڈ نے جواب دیا۔

—— ہاں موسیو شکسپیر۔ مجھے بھی یہی شبہ ہو رہا ہے چراغ جلاؤ تو صورت بھی دیکھ لیں۔

شکسپیر نے موٹر کی قندیل جلا کر دوشیزہ پر روشنی ڈالی جو اپنے ہاتھوں سے منہ چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

ارمنڈ نے اُس کے ساعدِ سیمیں کو پیچھے کی طرف کھینچ لیا اور جب ان دونوں کی نظریں چہرے پر پڑیں تو حیرت سے چیخ اٹھے۔

—— آہ کیا حسن ہے۔

شیکسپیر نے چراغ بجھا کر پرتگالی میں پوچھا۔

—— تم کون ہو؟

دوشیزہ نے نہایت ہی جرأت سے جواب دیا۔

—— میں آدمی ہوں تم کون ہو تم نے میری آزادی کیوں سلب کی مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔

پہلے تم اپنا تعارف کراؤ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ تم آدھی رات کے وقت اس باغیچہ میں کیا کر رہے تھے؟

—— تم میرے جسم کو گرفتار رکھ سکتے ہو مگر میری طبیعت پر جبر نہیں کر سکتے اور نہ مجھے اپنے سوالات کی جوابدہی کے لئے مجبور کر سکتے ہو مجھ سے ہاتھ اٹھالو اور یہ کہو کہ تم کون ہو اور مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟

—— جب ہم نے آدھی رات کے وقت چوروں کی طرح کٹہرہ کے پاس تمہیں جاسوسی کرتے پایا تو گرفتار کر لیا تمہاری خاموشی ہمارے شک کو یقین تک پہنچا رہی تھی کیونکہ اگر تم کسی برے خیال سے وہاں نہ ٹھہرے ہوتے تو اپنے آپ کو چپ چاپ گرفتار نہ کرادیتے۔

—— تم لٹیرے یا ڈاکو نہ ہوتے تو جس وقت تم نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ میں وہ نہیں ہوں جس کی تمہیں تلاش تھی تو مجھے چھوڑ دیتے اور معافی مانگتے!

—— تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ ہم کسی کی تلاش میں تھے؟

—— میں علم غیب نہیں جانتا مگر یہ تو کہو تم کس کی تلاش میں ہو؟

—— تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ ہم تمہاری تلاش میں نہ تھے؟

—— یہ تو تم خود ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔

(۲)

یہاں لوگوں نے دو منٹ تک خاموشی اختیار کی اور پھر ارمنڈ نے اس دوشیزہ سے پوچھا۔

—— کیا تم کسی گارسیا نامی سے واقف ہو؟

—— دوشیزہ اس نام کو سنتے ہی چونک گئی اور بھڑک کر کہنے لگی ۔

آہ شاہ چارلس اور ولی عہد کی قاتلہ کو کہتے ہو!

—— ہاں گارسیہ انارشی ۔

—— میں اسے صرف نام سے پہچانتا ہوں قاعدہ کی رو سے تو اسے لندن میں رہنا چاہیئے کیونکہ وہ انارشیوں کا مرکز ہے ۔

—— مگر ہم تمہیں اطمینان دلاتے ہیں کہ وہ لیس بن میں ہے ۔

دوشیزہ نے اضطراب کے ساتھ پوچھا'

—— آہ گارسیا یہاں ہے؟

—— اچھا ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مکان جس میں گارسیا داخل ہوئی کس کا ہے؟

—— میرا خیال ہے کہ وہ کسی فوجی عہدہ دار کا مکان ہے!

—— کیا تم اس عہدہ دار کو پہچانتے ہو اور جانتے ہو کہ وہ کس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے؟

—— اچھی طرح نہیں پہچانتا مگر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہیکہ وہ جمہوریت پسند ہے ۔

—— ہاں تو پھر گارسیا کا داخلہ اس جگہ دوست صادق کی حیثیت سے ہوا ہے نہ کہ جاسوس کی ۔

—— ہاں اگر گارسیا لیس بن میں ہے تو خدا . . . . رحم کرے'

ارمنڈ کہنے لگا ۔

—— خدا بادشاہ پر رحم کرے کیا تم یہی کہنا چاہتے تھے؟ ۔

—— آہ تمہیں انصاف سے کہو کہ بادشاہ کی اس جوانی پر کس کو رحم نہ آئے گا ۔

—— یہ تو کہو کہ تم جمہوریت پسند ہو یا بادشاہ پسند؟

—— مگر میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ پرتگال کی سیاسیات تمہارے لئے جب کہ تم انگریز ہو کیا

اہمیت رکھتی ہے اور ان دونوں سیاسی فرقوں میں سے تمہارا رجحان کس کی طرف ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم نہایت ہی آزادی سے جواب دو کیونکہ گارسیا کا تعاقب کرنا یہ ظاہر کر رہا ہے کہ تم میرے ہم خیال ہو؟

شکسپیر کہنے لگا۔

—— اگر تم شہنشاہیت پسند ہو تو ہم بھی تمہارے ہم خیال اور ہم مسلک ہو سکتے ہیں۔

دوشیزہ یہ سن کر خوش ہو گئی اور ہنسکر کہنے لگی،

—— مجھے اجازت دو کہ میں اتحاد مسلک کی وجہ سے تم سے دوستانہ معانقہ کروں۔

ہاں تم نے مجھے بادشاہت پسند سمجھنے میں غلطی نہیں کی اگر تم یہ جانتے ہو کہ گارسیا یہاں ہے تو یہ سمجھ لو کہ وہ بادشاہ کو قتل کرنے کے سوا کسی اور کام کے لئے نہیں آئی ہے تم نے اس کا تعاقب کس لئے شروع کیا ہے؟

—— جب ہم نے اسے لندن سے چلتے دیکھا تو بادشاہ کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے خود بھی نکل پڑے خوش قسمتی سے اس کا ساتھ ہو گیا اور اسی ٹرین میں جگہ ملی جس میں کہ وہ آ رہی تھی مگر تم حقیقت میں شاہ پرست ہو تو مجھے اس قصر کے واقعات کی اطلاع دو جس میں گارسیا داخل ہوئی تم نے وہاں کیا دیکھا اور کیا سنا؟

—— اس وقت جمہوریت پسند امراء وہاں جمع ہیں اور موجودہ حکومت کو توڑنے اور جمہوریت قایم کرنے کے متعلق تدابیر سوچ رہے ہیں مگر افسوس ہے کہ تم نے مجھے کچھ سننے نہیں دیا۔

—— کیا تم خفیہ پولس کے جاسوس ہو جو اس تاریک اور سرد رات میں یہ مصیبت اٹھا رہے ہو؟

—— میں اپنی طبیعت اور ارادہ کے وجہ سے جاسوسی کر رہا تھا اور یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کیا تصفیہ کرتے ہیں اور بادشاہ کے لئے کیا حکم ہوتا ہے۔

—— کیا تم نے کچھ معلوم بھی کیا؟

—— ہاں اس موضوع پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی بعض اس کو قتل کرنے کے موئد تھے اور بعض اس کے

گرفتار کرنے کے محرک ایک دو آدمی یہ بھی چاہتے تھے کہ اسے فرار ہونے کی مہلت دی جائے ۔ اس سے قبل کہ نتیجہ معلوم ہو تم نے مجھے آلیا اب تم کہو کہ تم بادشاہ کی نجات کے لئے کیوں کھڑے ہوئے ہو؟

—— اس واسطے کہ ہم گارسیا کے تعاقب اور گرفتاری کے لئے مامور کئے گئے ہیں اگر ہم اپنے فرائض کو انجام دیں تو بادشاہ کو بھی نجات مل سکتی ہے ۔

دوشیزہ نے ان کے ہاتھ شکریہ کے طور پر دبا کر کہا ۔

—— اب جب کہ ہمارا مقصد ایک ہی ہے تو یہ بھی کہدو کہ تمہیں کس محترم ہستی نے اس کام کے لئے مامور کیا ہے؟

—— اس کا محرک کون ہے معلوم نہیں مگر لندن کی پولس کے افسر اعلیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ گارسیا کی نگرانی اور تعاقب کریں ہم نے خیابانِ سوہو میں اسے جالیا اور عازم پرتگال دیکھکر ساتھ ہو گئے ہمارا ارادہ یہ ہے کہ جس طرح بھی ہو اس کو گرفتار کر کے حکومت کے حوالہ کر دیں تاکہ وہ کیفر کردار کو پہونچ سکے ۔

—— میں اس عنایت کے لئے تمہارا اور تمہاری حکومت کا شکرگزار رہوں کہ اگر تمہاری اور گورنمنٹ کی دور اندیشی کام نہ کرتی تو کسی پرتگالی کو بھی یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ گارسیا یہاں آئی ہوئی ہے مگر اس اثناء میں جمہوریت پسند کامیاب ہو جائیں اور تم اس کو گرفتار کرو تو وہ کس کے حوالہ کی جائے گی کیونکہ اس وقت حکومت اس کی معاون اور حامی رہیگی اور گارسیا ان کی ہم خیال ہو گی ۔

—— ایسی صورت میں ہم صرف بادشاہ کی نجات کی کوشش کریں گے ۔

دوشیزہ نے تھوڑی دیر سوچکر کہا ۔

—— میں تمہاری مہربانیوں کا شکریہ ادا کر کے اطمینان دلاتی ہوں کہ تم چاہو تو اس سے بھی زیادہ کر سکتے ہو ۔

—— کیا کر سکتے ہیں؟

—— اگر مجھ سے وعدہ کر لو تو میں تمہیں وقت پر اطلاع دوں گا کہ کیا کرنا چاہیئے تم کہاں ٹھیرے ہوئے ہو؟

——— ہوٹل کنٹی نان تال میں۔

——— کس نام سے؟

——— ارمنڈ اور شکسپیر کے نام سے۔

——— بہت خوب اب اجازت دیجئے پھر ملاقات ہوگی۔

——— موٹر ہی پر چلیئے۔

جس وقت دوشیزہ موٹر سے اتر گئی اور آگے جانے لگی تو ارمنڈ یہ کہتا ہوا کہ میں اس کا تعاقب کرتا ہوں۔
موٹر سے اتر کر اس کے پیچھے روانہ ہوگیا اور صبح ہوٹل واپس ہوکر شکسپیر کو رپورٹ دی۔

——— میں جب اس کے پیچھے گیا تو وہ ایک عالیشان عمارت میں داخل ہوگیا میں نے پولس سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ قصر جنرل ڈلفاسٹے کا ہے۔

شکسپیر نے یہ سنکر ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

——— آہ ہم دھوکا کھا گئے

——— کیا کیا؟

——— یہی کہ جنرل جمہوریت پسندوں کا لیڈر ہے اگر یہ لڑکا اس کا بیٹا نہ ہو تو اس کا کوئی عزیز ضرور ہے۔
ہمارے خیالات جنرل تک ضرور پہونچا دیگا بہتر یہ ہے کہ جس قدر جلد ہوسکے ہم کسی دوسری ہوٹل میں منتقل ہوجائیں اور نام بدل کر رہیں ورنہ جمہوریت پسند گرفتار کر لینگے۔

——— تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ جنرل جمہوریت پسند ہے۔

——— ابھی ہوٹل کے ایک نوکر سے سیاسیات پرتگال پر گفتگو کر چکا ہوں میں نے جمہوری لیڈروں کو پوچھا تو اس نے چند نام گنائے جن میں ایک جنرل بھی تھا۔ ہمیں فوراً ہوٹل میڑو پال میں منتقل ہوجانا چاہیئے۔

---

(۳)

قصر میں صرف وہی کمرہ روشن ہے جس کے پاس دو شہزادہ کھڑی ہوئی تھی ۔

آٹھ آدمی نصف دائرہ کی شکل میں بیٹھے ہوئے ہیں بیچ میں ایک گول میز رکھی ہوئی ہے ۔

ان میں سے ایک نے کہا حضرات آج کا ڈاکٹر بمبارڈو کا قتل ہماری شورش کے لئے بہترین ہے کیونکہ پبلک اور خصوصاً ہماری جماعت کے لوگ اس قتل کے واقعہ کی وجہ سے مبتلائے ہیجان ہیں اگر اس آگ کو بھڑکایا جائے اور انھیں دعوتِ شورش دی جائے تو بہت کامیابی ہوگی ۔

دوسرے نے کہا کیا پبلک سمجھ چکی ہے کہ بمبارڈو کے قاتل بادشاہت پسند ہیں اور یہ قتل سیاسی اغراض کی بناء پر ہوا ہے ؟

—— لوگوں نے اس سے زیادہ سمجھ لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "چونکہ ڈاکٹر جمہوریت پسندوں کا لیڈر تھا اس لئے سلطنت پسندوں نے اسے قتل کیا تاکہ فرقہ کمزور ہو جائے ۔"

انھیں معلوم نہیں کہ ایک بمبارڈو کے قتل ہونے سے کچھ نقصان نہیں ہوا ابھی ہزاروں بمبارڈو باقی ہیں ہمیں چاہئے کہ اس حادثہ سے فائدہ اٹھائیں ۔

—— ہاں ہاں ایسا وقت کھویا نہیں جا سکتا خصوصاً جبکہ پبلک میں ہیجان پیدا ہو چکا ہو کیونکہ لوگوں نے کمری ڈیٹ برڈیال کی آواز کو فراموش نہیں کیا ہے کہ آٹھ سو ہزار لیرا سے زیادہ حکومت اور بادشاہ کی جیب میں داخل ہوتے ہیں ۔

تیسرے نے کہا اگر ہم چاہیں تو ایسے طریقوں سے پبلک کو ہم خیال بنا سکتے ہیں مگر یہی کافی ہے کہ ان کو حکومت توڑنے کے بعد انتخاب کے موقع پر پارلیمنٹ کے ممبروں کی کمی اور زیادتی سمجھا دی جائے حکومت پرتگال درحقیقت استبداد اور ظلم کی بساط ہے حکومت پسند جس طرح چاہتے ہیں کھیلتے ہیں ۔

چوتھے نے کہا بادشاہ بیگم آفروڈ دوٹو امالوی خانگی پرتگال کی دولت اپنی قسمت اپنی میں لکھا لائی ہے ۔

اس کے لئے بہترین اسباب تعیش مہیا کئے جا رہے ہیں اب ہمیں بادشاہ اور اس کے وزرا کے قتل کی تدبیریں سوچنی چاہئیں پرتگالی اس وقت تک امن و انصاف اور آزادی نہیں حاصل کر سکتے جب تک کہ ان کے سرونپر جمہوری پرچم نہ لہرائے بھائیو ہم نے بہت صبر کیا۔

پانچویں نے کہا ہاں یہ وقت جد و جہد کا ہے چاہئے کہ سلطنت کو آلۂ معطل کی طرح نکال پھینکیں اور اس ظلم کی دیوار کو گرا کر جمہوری حکومت قایم کی جائے۔

پہلے نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ غدر اور اعلان جمہوریت کے لئے تیار رہو۔ اگر کسی کو اختلاف ہو تو وہ ظاہر کردے۔

سب خاموش۔

—— اکثریت کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سب لوگ موافق ہیں اب ہمیں چاہئیے کہ کامیابی کے اور پہلوؤں پر بھی غور کر لیں۔

ایک شخص نے کہا میں دس ہزار باقاعدہ فوج رکھتا ہوں اور ہر وقت نیاویں کے قصر پر حملہ کرنے کے لئے تیار رہوں۔

دوسرے نے کہا توپ خانہ میرے اختیار میں ہے جس وقت چاہوں قصر سلطنت (گورنمنٹ ہاؤس) کو زیر و زبر کر سکتا ہوں۔

ایک اور شخص نے کہا جنگی کشتیاں میرے قبضہ میں ہیں میں دریا کی طرف کا راستہ بادشاہ کے لئے بند کر سکتا ہوں۔

ایک اور شخص نے کہا تمام لیس بن میرے ساتھ ہے جس وقت سلطنت توڑ دی جائے گی اور جمہوری پرچم بلند کیا جائے گا میں پبلک کو اس جھنڈے کے نیچے جمع کر دونگا۔

پہلے شخص نے کہا کیا دلِ متحدہ سے اطمیناں رکھا جا سکتا ہے۔

اگر تیزی کے ساتھ جمہوریت قایم کرلی جائے تو دول خارجہ کو چوں وچرا کا موقع ہی نہ رہے گا سوائے اس کے احترام کے کیا کریں گے کیونکہ یہ ہماری حکومت قومی ہوگی ۔

—— ضروری ہے کہ ہم شورش کے پروگرام کو اس طرح مرتب کریں کہ وہ چوبیس گھنٹے سے زیادہ طویل نہ ہو ۔

جنرل ڈل فارئے نے کہا میں وعدہ کرتا ہوں کہ آدھی رات کے وقت بنسیا دیس کے قصر کا محاصرہ کرلونگا ۔ اپنی جنگی کشتیاں نہر تاشر میں لاکر قصر کے سامنے لنگر ڈال دونگا ۔

ڈی گونڈی بھی شہر کے مرتفع حصوں پر توپ خانہ لگا دیگا یہ تمام کام آدھی رات کے وقفے میں پورا ہو جائے گا اور صبح کو شورش کی علامت کے طور پر بارہ توپ سر کی جائیں گی اور فوجی دستہ اعلان جمہوریت کے طور پر گشت کریگا کہ اگر کوئی مخالف نظر آئے یا مقاومت ظاہر ہو تو سرکوبی کی جائے اور قصر حکومت پر قبضہ کرکے فوراً جمہوریت کے کاروبار شروع کردیئے جائیں ۔

ڈیفزار نے کہا پروگرام اور نقشہ بہت ہی عمدہ ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر چیز عمدگی سے ہو جائے گی شاہی دستہ (گارڈ آف آنر) ابھی باقی ہے اور قوم میں بادشاہت پسندوں کی تعداد بھی کافی ہے اگلی روس اور رہبان خانوں کلیساؤں مندروں میں گولہ بارود بھی موجود ہے اس لئے میری رائے یہ ہے کہ پروگرام میں کچھ ترمیم کی جائے ۔

—— وہ کیا ۔

—— بادشاہ اور اس کے چچا ڈیوک رابرٹ اور دوسرے وزرا کا قتل کیونکہ بغیر خون بہائے آزادی ممکن نہیں اور شاہد محبوب آزادی کی رونمائی میں قربانی ضروری ہے ۔

—— لیکن مجھے خون ریزی سے اتفاق نہیں ہے البتہ ان لوگوں کی گرفتاری کی رائے ضرور دوں گا اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک شخص ان لوگوں کی گرفتاری کے لئے مقرر کر دیا جائے ۔

فون سوکوستانے جو ایک نامی رئیس تھا کہا۔

——— اس میں شک نہیں کہ بادشاہ کا قتل ہماری نجات کے لئے ضروری ہے مگر وہ کون ہے جو آسانی کے ساتھ اس کو انجام دیسکے۔

سامنے سے یکایک ایک آواز آئی میں۔

تمام لوگ اس آواز سے پریشان ہوگئے اور گھبرا گھبرا کر دروازہ کی طرف دیکھنے لگے تھوڑی دیر کے بعد ایک پست قد موٹا آدمی دروازہ میں داخل ہوا۔

——— آپ کی مخلص گارسیا۔

تمام لوگ گارسیا کے یکایک آنے پر محوحیرت ہوگئے کوستانے پوچھا تم ہو کب آئیں کس طرح آئیں؟

——— اسی وقت کیونکہ میں یہ سمجھ چکی تھی کہ پرتگال کا تخت و تاج دو تین روز کا مہمان ہے۔ اگر بادشاہ کے قتل کے لئے میری ضرورت ہو تو میں تیار ہوں۔

جنرل ڈال فارنے نے کہا میں خون ریزی کو پسند نہیں کرتا مگر دوستوں کی رائے سے میں نے گرفتاری کا مشورہ دیا ہے اگر تم سے ہو سکے تو بسم اللہ۔

——— جب تک یہ لوگ زندہ ہوں موجودہ حکومت کی تخریب اور جمہوریت کی تشکیل ناممکن ہے میری دانست میں بہتر یہ ہے کہ یہ لوگ جلد قتل کئے جائیں۔

بہت رد و قدح کے بعد جنرل ڈال فارنے کا نقشہ منظور ہوگیا اور بادشاہ اس کے متعلقین وزراء وغیرہ کی گرفتاری اور جمہوریت کی تاسیس کے لئے دوسرے دن جلسہ طلب کرنے کے فیصلہ پر یہ جلسہ برخواست ہوا۔

جب جلسہ برخواست ہوگیا اور سب جانے لگے تو ڈیفرانے گارسیا کا ہاتھ تھام لیا اور دونوں مل کر جانے لگے۔

دفرارا نے راستہ میں کہا ان احمقوں کا نقشہ مجھے پسند نہیں ۔

ـــــ کیوں ۔

ـــــ اس واسطے کہ جب تک بادشاہ زندہ رہیگا حکومت پسند طبقہ مقاومت کرتا رہیگا ۔ فرض کرو کہ جمہوریت قایم ہوجائے اور ہوا خواہان سلطنت اور طرف داران اگلی روس اولیں فرصت میں علم بغاوت بلند کریں تو مشکل ہوگی اس لئے لازم بلکہ واجب ہے کہ فساد کی جڑیں ہی اکھیڑ دی جائیں ۔ ۔ ۔ ۔

ـــــ کاریسا نے بات کاٹ کر کہا میں نے بھی تو یہی کہا تھا مگر کوئی مانتا نہیں ۔ اگر انھیں انھیں کے حال پر چھوڑ دیں اور ہم بقا جمہوریت کے لئے کچھ کریں تو کیا برا ہے ۔

ـــــ کس طرح ؟

ـــــ اس طرح کہ بساط بادشاہ سے خالی ہو جائے ۔

ـــــ میں اس سے اختلاف کیسے کروں درآں حالیکہ میں خود اس کا محرک ہوں ۔

ـــــ بہت خوب پھر خاموشی کیوں ؟

ـــــ آخر اس کے اسباب بھی چاہئیں اس تک پہونچنے کا ذریعہ بھی ہو تم جانتے ہو کہ نیاویس کے قصر کے نزدیک جانا گارڈ آف آنر کے نیزوں پر سر رکھنا ہے ۔

ـــــ اگر میں تمہیں بادشاہ تک پہونچا دوں اور کسی محفوظ مقام پر دونوں کو ملا دوں تو کیا دو گی ۔

ـــــ تم کیا چاہتے ہو اس کا سر تمہاری نذر کرونگی ۔

ـــــ پھر میں راضی ہوں کل تم سے کہونگا کہ کہاں ملنا چاہیئے ۔

(۴)

ہماری ہیروان دوشیزہ کا نام مارگریٹ ۔ ہے جو جنرل ڈل فارسے کی ایک لوتی بیٹی ہے اس کا باپ اسے اس قدر عزیز رکھتا ہے جس قدر تنگ دستوں کے پاس آفتاب زمستان یا مئے پرستوں کو شراب مروق ۔ اس کی ماں نے اسے

چھوٹی سی عمر میں چھوڑ کر انتقال کیا تھا۔

اس کا باپ جیسا کہ گزشتہ فصل میں ظاہر کیا گیا ہے بڑا جنرل ہونے کے علاوہ امرائے سلطنت سے ہے اور سلطنت پسندوں کا دشمن۔ مگر مارگریٹ نے چونکہ شاہی خاندان کے ساتھ پرورش پائی ہے اور قصر نسیا دیس میں بادشاہ کے ساتھ رہی ہے اس لئے اپنے باپ کی ہم خیال نہیں ہے پرتگال کی سیاسیات سے بخوبی آگاہ ہونے کے علاوہ آزادی پسند طبقہ کے خیالات سے بھی واقف ہے اور بادشاہ کے لئے پریشان۔

رات کو وہ اپنی عادت کے موافق جمہوریت پسندوں کے جلسہ کی کارروائی معلوم کرنے کے لئے مردانہ لباس میں نگرانی کر رہی تھی کہ شکسپیر اور ارمنڈ نے اسے گرفتار کر لیا۔

اسے گارسیا کی آمد کی اطلاع سے بے انتہا پریشانی پیدا ہوگئی کیونکہ گارسیا کا مقصد جبکہ وہ سابق بادشاہ اور ولی عہد کے قتل میں شریک رہ چکی تھی اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ہے کہ مانویل کو قتل کرے۔

رات کے آخری گھنٹوں میں شکسپیر اور آرمنڈ کو چھوڑ کر وہ اپنے گھر کو آگئی اور کپڑے اتار کر بستر پر پڑ رہی باوجود تکان اور کسل کے بادشاہ کے خیال نے اسے سونے نہ دیا یہاں تک کہ صبح ہوگئی صبح اس نے اپنے چچازاد بھائی چارلس ڈیگونڈی کو جو شاہی فوج کا افسر تھا بلوایا۔

ڈیگونڈی کے لئے یہ بلاوا مژدہ وصل سے کم نہ تھا وہ فوراً قصر محبوب کو آگیا کیونکہ وہ رابطہ قرابت کے علاوہ دیرینہ رشتہ الفت بھی رکھتا تھا بچپن میں ہی اس نے اپنا دل دیدیا تھا اور اسی زمانہ میں ایک دوسرے سے منسوب بھی ہو چکے تھے مگر ڈیگونڈی جمہوریت پسند تھا۔

مارگریٹ ابھی شب خوابی کا لباس اتارنے بھی نہ پائی تھی کہ خادمہ نے اس کے آنے کی اطلاع دی اور ایک ۲۵ سال کی عمر کا صبیح المنظر خوش قیافہ جوان وردی ڈانٹے بلٹ لگائے تلوار حمائل کئے اپنی محبوبہ کے قدموں کے پاس سر جھکا کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

رب النوع صباحت وجمال ڈیگونڈی تعمیل حکم کے لئے حاضر ہے۔

دلبرِ پرتگال نے عشوہ ناز کے ساتھ تیز نگاہ سے صید زبوں کو تڑپاتے ہوئے مسکرا کر کہا ابھی لطیفہ گوئی کی عادت نہیں گئی بیٹھو کوئی کام تو نہیں ہے صرف تمہیں دیکھنے دل چاہتا تھا۔

اس نے اظہار تشکر کے لئے سر جھکا کر کرسی کھینچ لی اور اپنی محبوبہ کے سامنے بیٹھ گیا۔

بعت نستان نے پوچھا کیا خبریں ہیں آج کل کیا تحریکات ہو رہے ہیں اور بدبخت بادشاہ کے لئے کیا کیا جا رہا ہے۔

ڈیگو نڈی نے مسکرا کر کہا کوئی تازہ بات نہیں ہے سوائے اس کے کہ ڈاکٹر بمبارڈو کے قتل سے لوگ مشتعل ہیں۔

—— گارسیا کی بھی کوئی اطلاع ہے!

—— وہ لنڈن میں تھی تازہ خبر تو معلوم نہین۔

—— مجھ سے چھپانا بے فائدہ ہے تم سمجھتے ہو کہ میں تمہارے خیالات سے ناواقف ہوں اور تم کیا کیا کر رہے ہو مجھے معلوم نہیں کیا کل رات کو کمرہ میں مجمع نہیں تھا بادشاہ کی گرفتاری کی گفتگو نہین ہوئی گارسیا آخر وقت میں نہیں آئی ......

یہ سنکر ڈیگو نڈی کا چہرہ زرد پڑ گیا اور وہ معذرت کے لہجہ میں کہنے لگا واقعہ یہ ہے کہ خاندان برگانس کا کوکب اقبال ظلم و استبداد کی شعاعوں سے پرتگال کو ویران کر چکا اب ضرورت ہے کہ یہ پرانی عمارت ڈھا دیجائے یہ ایک قدرتی چیز ہے اور ہو کر رہیگی۔

—— لیکن تم جانتے ہو کہ بیچارہ مانویل بیقصور ہے کیونکہ ملک و ملت کی ترقی کا خیال اس کے دل میں آیا ہی نہیں اور وہ ایک بامروت سخی جامع صفات جری شخص ہے اب تک کوئی ایسی بات اس میں نہیں پائی گئی جو بری ہو۔

آخر تمہیں ہو کیا گیا کیا تمہارے دل میں ایک ایسے لڑکے کے لئے محبت نہیں جس کا باپ قتل کیا گیا ہو

کیا تمہیں اس کی ماں پر رحم نہیں آتا ۔

—— اگر تمہیں کل کے جلسہ کی اطلاع ہوتی تو معلوم ہوتا کہ اس کے لئے کوئی برائی نہیں کی جا رہی ہے۔

—— ہاں مجھے سب معلوم ہے گرگارسیا مانویل کے جان کی لاگو ہو گئی ہے وہ لیس بن مین محض اسی لئے آئی ہے تا وقتیکہ وہ بیوہ ماں کو جوان فرزند کے ماتم میں نہ دیکھ لے نچلی نہ بیٹھے گی خدا کے لئے اس بیوہ ماں پر رحم کرو جو اپنے شوہر اور بڑے بیٹے کا ماتمی لباس پہنے ہوئے ہے ۔

—— میری جان کیا کیا جائے تمام چیزیں طے ہو چکی ہیں اب کچھ نہیں کیا جا سکتا ۔

—— مین یہ چاہتی ہوں کہ صرف مانویل کی جان بچائی جائے ۔

—— ہم تنہا ایسا نہیں کر سکتے !

—— مین دو اور آدمیوں کو جانتی ہوں جو میرے ہم خیال ہیں اور ہر قسم کی مدد کرنے کے لئے تیار ہین ۔

—— وہ انگریز ہیں اور لندن کی خفیہ پولس سے تعلق رکھتے ہیں لندن پولس کے افسر اعلیٰ نے گارسیا کی نگرانی (جاسوسی) کے لئے انھیں مامور کیا ہے وہ گارسیا کے ساتھ آکر کنتی نان تال ہوٹل میں ٹھیرے ہوئے ہیں اتفاق سے کل رات مجھ سے ملاقات ہو گئی میں نے ان سے ملاقات کا وعدہ بھی کیا ہے مین چاہتی ہون کہ تم ان دونوں کو لے آؤ ۔

دیگونڈی نے تامل کے ساتھ کہا ،

—— کیا تمہین یقین ہے کہ اس نازک موقع پر ایسی کوشش خطرناک نہین اگر جنرل . . . . . .

لعبت فتان نے قطع کلام کرکے کہا خدا کے واسطے ان توہمات کو دور کرو مانویل صاف دل جوان ہے مین بچپن سے اسکے ساتھ محبت کرتی ہون گارسیا کے ہاتھ سے اس کا بچانا میرا فرض ہے جلد ان لوگوں کو لے آؤ ۔

(باقی آیندہ) ——————

بقیہ مضمون صنف نازک کا دوسرا رخ آہ۔وہ کس قدر دردناک منظر ہوتا ہے جبکہ غریب مرد اپنے بھولے پن اور ناتجربہ کاری سے اس کی محبت کے جال میں پھنس جاتا ہے وہ اسکو رحمدل اور مہرباں سمجھکر اپنا دل دے بیٹھتا ہے مگر جب قیمت دل کے عوض میں بجائے رحم کے ظلم اور بجائے مہربانی کے جفاکاری کو پاتا ہے تو اسے دنیا تاریک نظر آتی ہے۔اور وہ ایک آہ سرد بھر کر خاموش ہوجاتا ہے وہ صبر سے کام لینا چاہتا ہے مگر بے صبری اسکی رہنمائی کرنے لگتی ہے جب اسکی تکلیفیں ایک حد تک پہنچ جاتی ہیں تو وہ گریہ وزاری اور اظہار بے قراری کرتا ہے اور گڑگڑاتی ہوئی آواز میں کہتا ہے کہ میری روح مضطرب ہے، دل بیقرار ہے آنکھوں میں آنسو ہیں کلیجے میں درد ...... ! اے ملکہ حسن ! میری التجاؤں کو آغوش اجابت میں جگہ دے اور میری تمناؤں کو ناکامی کے دریا میں ڈوبنے سے بچالے۔

یہ وہ سب سنتی ہیں مگر مسکرا کر خاموش ہوجاتی ہے !!!

آہ ! غرور پسند عورتوں کے گلاب سے زیادہ خوشنما گالوں اور شب ہجر سے زیادہ سیاہ زلفوں پر مٹجانے والے مرد روز و شب ناکامی پر پڑے حسرت و یاس سے دم توڑتے ہیں اور ان کی ٹھنڈی فغاں فضائے آسمانی کے غیر محدود اور لامتناہی سلسلہ پر چاروں طرف سے ٹکرا کر مایوسانہ طرز سے نیست و نابود ہوجاتی ہے ان کے حسن لازوال کے پرستار ان کی سنگدلی سے تنگ آکر پہاڑوں پر سے گر کر جان شیریں کو رخصت کرتے ہیں، مگر ان تغافل کیشوں کے پتھر جیسے دلوں پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوتا۔ !!

کیا عورتوں کی محبت اسی لئے مشہور ہے۔؟

کیا ان کی رحمدلی اور وفاشعاری کا یہی تقاضا ہے ؟

ٹیلیفون نمبر ۲۱۸

گوہر

ہلوؔ!... نمبر فور، ون، ایٹ، پلیز! ٹُن ... ٹُن ... ٹُن ... ہاں ... کہاں سے؟

میں فرخ منزل خیریت آباد سے بات کر رہی ہوں — اور آپ؟

جی میں — رام دیال سیڈمل کلاتھ مرچنٹ کی دوکان سے۔" اچھا سنو — پرسوں معلوم ہوا تھا کہ آپ کے پاس جارجٹ اور نینو کے بالکل نئے نمونے آنے والے ہیں کیا وہ آگئے؟

جی — صرف جارجٹ اور نینو ہی کیا ہماری دکاں میں ہمیشہ ہر قسم کا کپڑا ہر رنگ اور ہر ڈیزائن میں موجود رہتا ہے۔" ہاں! یہ مجھے معلوم ہے — لیکن سنتی ہوں کہ آپ کے ہاں دام واجبی نہیں ہوتے۔

بیگم صاحبہ اگر دام میں کبھی ایک پائی کا بھی فرق آجائے تو آپ ایک ہفتہ تک خریدا ہوا مال واپس کر سکتی ہیں۔" بہتر ہے۔ اپنے آدمی کو بھیج رہی ہوں فی الحال جنگلہ کا اور بارڈر والا جارجٹ روانہ کیجئے — اور ہاں آپکی دوکاں کس نام سے موسوم اور کہاں واقع ہے۔

جی — **رام دیال سیڈمل کلاتھ مرچنٹ پتھر گٹی روڈ**۔ بس اتنا پتہ کافی ہے کیونکہ ہماری دیانت اور کاروبار کی وسعت نے خاص و عام میں ہم کو کافی مشہور کر رکھا ہے۔

گوہر

— امّی جان یہ لیجئے مدرسہ کی سالانہ رپورٹ اس دفعہ تو ہم درجہ اول میں کامیاب ہوئے ہیں۔

— آہا بیٹا بہت خوشی کی بات ہے خدا مبارک کرے۔

— نہیں امّی ایسی خالی مبارکباد سے ہم نہ مانیں گے، ہم تو شیرینی کھائیں گے، شیرینی

— اچھا تو یہ کون بڑی بات ہے، یہ لو روپیے آدمی کو بھیج کر منگوالو۔ مگر ہاں آدمی سے کہدینا کہ شیرینی حافظ محمد میاں کی دُکان سے ہی لائے کیونکہ وہاں خالص گھی سے تازہ مٹھائیاں بنتی ہیں۔

— اچھی امّی بھلا یہ دُکان کہاں ہے۔

— ارے تمہیں معلوم ہی نہیں،

وہ تو "پتھر گٹی" پر واقع ہے۔

اس جگہ اشتہارات بمعاوضہ صرف دو روپیہ (عاں) قبول کئے جائیں گے ۔

۱۳ برس ؟
کی طویل مدت سے ہمارا کارخانہ اپنے کام کی خوبی اور وعدہ کی پابندی کی وجہ نیکنامی کیساتھ ملک
اہل مذاق حضرات کیخدمت انجام دیرہا ہے ۔ ہمارے پاس کپڑوں پر اعلیٰ درجہ کی رنگریزی
اور کیمیکل طریقوں سے صاف کیا جاتاہے جس سے نئے اور پرانیکی تمیز اٹھ جاتی ہے۔
بڑی بڑی دریونکا رنگنا صرف ہمارے لئے آسان ہے
دی امپیریل واشنگ اینڈ ڈائنگ کمپنی
کپڑونکو نفاست سی رنگنا اور رنگ میں چمک پیدا کرنا صرف ہمارا کام ہے
۶۱ جیمس اسٹریٹ سکندرآباد

غزل

(الف)

اکرم (عالیجناب نواب اکرم الدین خان بہادر)

کونسا دل ہے جو تیری یاد میں بسمل نہیں — بھول ایسی ہے کہ وہ احساس کے قابل نہیں
بیخودی جس کو نہ ہو وہ عاشقِ کامل نہیں — وصل و فرقت کے بکھیڑے عشق میں شامل نہیں
عشق میں یہ راز تھا جو آج مجھ پر کھل گیا — میرے ہی دل کے سوا کوئی مرا قاتل نہیں
بحرِ حسن و عشق یکتائی کے دعویدار ہیں — تہ نہیں ہے ایک کی تو ایک کا ساحل نہیں
ہے ثبوتِ حسنِ جاناں کیلئے تیرا وجود — اے نقابِ یار تو خود پردہ حائل نہیں
گردشِ چشمِ سیہ سے جان و دل وابستہ ہیں — آنکھ پھرتے ہی ہماری جاں ہمارا دل نہیں
کر رہا ہے اُن سے ملنے کی نئی تیاریاں — مشورے میں اپنے دل کے میں بھی اب شامل نہیں
اُن کی نزدیکی قیامت اُنکی دوری ہے بلا — وصل کے لائق نہیں ہیں ہجر کے قابل نہیں
کیا کرشمہ ساز ہے نیرنگیِ اندازِ حسن — دیکھتے وہ خود نہیں کہتے ہیں یہ قابل نہیں
وصلِ جاناں نے مجھے مدہوش ایسا کر دیا — چشمِ وا بھی لذتِ دیدار کے قابل نہیں

شکر ہے اکرم خیالِ یار دل میں جم گیا
اُن کے میرے بیچ میں اب پردہ حائل نہیں

غزل

آلم (ڈاکٹر سید مہدی حسن صاحب)

جس سے لطفِ زندگانی تھا ہمیں وہ دل نہیں — اب کسی سے ملنے جلنے کے بھی ہم قابل نہیں
کیا ترا مذہب مسلمانی بتِ قاتل نہیں — کیوں زباں پر تیری بسم اللہ دمِ بسمل نہیں

اے خیال غیر رخصت اس کے تو قابل نہیں
جلوہ گاہِ دوست ہی خلوت سرائے دل نہیں

پرتوِ دستِ حنائی کا اثر اشکوں میں ہے
اس کو خونِ دل سمجھتے ہو یہ خونِ دل نہیں

بیٹھنے بھی ہم نہ پائے تھے کہ درباں نے کہا
اُٹھئے اُٹھئے بے ٹھکانوں کیلئے منزل نہیں

المدد ہاں المدد اے ہمت صبر و شکیب
دو قدم کا فاصلہ ہے دور کچھ منزل نہیں

ہم اگر گرداب سے بچ بھی گئے تو کیا ہوا
پوچھنے والا کوئی اپنا سرِ ساحل نہیں

بے ٹھکانے تھے جہاں پہونچے ٹھکانا کر لیا
وہ قدم اپنا نہیں جو حاملِ منزل نہیں

چند روزہ ہے تمہارے حسن فانی کا فروغ
گھٹتا بڑھتا جس میں عارض ہو وہ کامل نہیں

جائیے اے حضرت **اختر** یہاں سے جائیے
بزمِ دُنیا آسماں والوں کی کچھ محفل نہیں

غزل

(ب)

باغ (جناب سید کاظم علیؓ صاحب)

اے خیال ماسوا تو دل کے ہے قابل نہیں
یہ مقام دوست ہے اغیار کی منزل نہیں

کیا دلِ صد چاک نذرِ نوکِ پیکاں ہو گیا
جو شریک اشک پیہم آج لختِ دل نہیں

میں نہیں تم اجنبی۔ دزدیدہ نظر سے پوچھ لو
جب سے تم آئے یہاں پہلو میں میرے دل نہیں

گو پریشاں ہوں مگر رہتا ہوں تیری یاد میں
میں کسی عالم میں ہوں تجھ سے مگر غافل نہیں

گو سفر میں رات دن سرگرم ہے عمرِ رواں
پر نشانِ نقشِ پا کوئی سرِ منزل نہیں

مٹنے والے کا نشاں دھندلا سا باقی رہ گیا
خون کا دھبہ سا ہے پہلو میں میرے دل نہیں

اُن سے کہدو جنکو حُسن چند روزہ پر ہے ناز
چودھویں کے بعد وہ رنگِ مہِ کامل نہیں

کہہ رہا ہوں ایک افسانہ طلسمِ عشق کا
آپ سُنئے تو سہی یہ داستانِ دل نہیں

دل کے ہر گوشہ میں دنیائے تمنا بس گئی
صد جہانِ آرزو ہے اب ہمارا دل نہیں

کس زباں سے دل کی بربادی کا افسانہ کہوں
ہائے کس دل سے کہوں پہلو میں میرے دل نہیں

دینے والے نے دیا اتنا کہ یہ کہنا پڑا
تجھ میں وسعت نام کو بھی دامنِ سائل نہیں

جس کو ہم آسان سمجھے تھے بہت دشوار ہے
جس کو تم مشکل سمجھتے ہو وہ کچھ مشکل نہیں

دل یہ کہتا ہے کہ اُس دَر تک پہونچنا ہی محال
شوق کہتا ہے چلو بھی دُور کچھ منزل نہیں

بزم میں کیوں دیکھتے ہیں مجھ کو دشمن بار بار
عاشقِ شوریدہ ہوں آئینۂ محفل نہیں

ہو گئی کایا پلٹ دَورِ جوانی کیا گیا
وہ اُمنگیں ہی نہیں وہ ہم نہیں وہ دل نہیں

عالمِ برزخ کا ذاتِ شادؔ صوفی میں ہے رنگ
سب میں شامل اور اُدھر اللہ سے غافل نہیں

باغؔ کو یہ کہہ کے بزمِ ناز سے اُٹھوا دیا
یہ ہماری انجمن ہے آپ کی محفل نہیں

غزل

بسملؔ (جناب سید ابن الحسن صاحب سشن جج)

عشق جسکا نام ہے وہ کارِ لاحاصل نہیں
تو ملا مجھ کو ملا سب کچھ نہ ہو گر دل نہیں

آپ کی سفّاکیوں پر غور جب کرتا ہوں میں
سوچتا ہوں واقعی پہلو میں میرے دل نہیں

بے حجابانہ تکلف بر طرف جلوہ دکھا
میری لیلیٰ یہ مرا دل ہے کوئی محمل نہیں

ایک از خود رفتہ افسردہ پریشاں مضمحل
دل تو ہے پہلو میں لیکن آپ کے قابل نہیں

بس یہ کافی ہے ذرا رُخ سے وہ سرکائیں نقاب
ماہِ کامل کو خجل کرنا کوئی مشکل نہیں

کیوں نہ بر آئے تمنا میری اے حسنِ ازل — مدعیِ عشق ہوں حقدار ہوں سائل نہیں

میں وہی ہوں پھر بکف کیوں ہے قاتل آپکو
کہدیا ہی آپ سے کس نے کہ میں بسمل نہیں

غزل

ہماق (جناب سلطان محمود صاحب میرزا گورگانی)

پیش کش ہیں کیا کروں کچھ آپ کے قابل نہیں — نذر دل کرتا مگر دل بھی رہا وہ دل نہیں

جان حاضر ہے اگر منظور ہو لے لیجئے — عاشقِ صادق ہوں دینا جان کا مشکل نہیں

دونوں کے ارماں نکلتے دونوں ہوتے شادکام — پردۂ شرم و حیا ہوتا اگر حائل نہیں

حال ہر عاشق کا وقتِ امتحاں کھلجائیگا — آپ سے پوشیدہ رہنے کا حق و باطل نہیں

سر جھکائے میں ہوں حکمِ قتل بھی وہ دیچکے — کھینچتا ہے میان سے پھر تیغ کیوں قاتل نہیں

دیر ہو یا ہو حرم جلوہ ہے اُس کا ہر جگہ — جو سمجھتے ہیں وہ دعوی کرتے لاطائل نہیں

حضرتِ یوسف کو کیا نسبت ہے تجھ سے گلبدن — ہمسری تیری تو کر سکتا مہ کامل نہیں

ناخدا لیجائے کس جا میری کشتیِ حیات — جبکہ بحرِ غم کا اے دل ہے کہیں ساحل نہیں

اے خدائے دوجہاں ستار و علام الغیوب — یاد سے تیری جو خالی دل رہے وہ دل نہیں

طالبِ امن و اماں ہے آپ سے شادکن — پوتا عالمگیر کا ہے غیر سے سائل نہیں

ہماق جب چاہینگے وہ تجھ پر کرم فرمائینگے
عقدۂ لاحل کا حل بھی شاد کو مشکل نہیں

غزل (ریختی)

بیگم (جناب عابد مرزا صاحب لکھنوی)

ایک پہیلی ہے سنو کہتی ہوں، کچھ مشکل نہیں
ساری دنیا ہے مری آنکھوں میں باجی تِل نہیں

موت کا پیغام آیا سوت کو یہ سِل نہیں
کیوں دوا کرتی ہو دق ہوتی ہو کچھ حاصل نہیں

دیکھتی ہوں خواب وحشتناک جب سوتی ہوں میں
فال کھلوانے کہاں جاؤں کوئی عامل نہیں

بے تکی باتیں سدا کرتی ہو بی چِٹھّی نویس
گو پڑھی لکھی ہو لیکن بات کے قابل نہیں

ظلم کرتا ہے مرے اوپر جو ناحق بیدھڑک
اُو موئے! سمجھا ہے تو شاید خدا عادل نہیں

جو کہے مانو اُسے بنّو یہی تدبیر ہے
مَردوے پر قبضہ کر لینا کوئی مشکل نہیں

اپنا جلوہ خواب ہی میں آپ دکھلا دیجئے
گر، یہ آنکھیں آپ کے دیدار کے قابل نہیں

آنکھوں آنکھوں میں کوئی دل کو اُڑا کر لیگیا
ڈھونڈتی ہوں، ہائے پہلو میں نگوڑا دل نہیں

سخت باتوں کی نہیں سننے کی مجھکو تاب ہے
سنگ دل تم ہو مگر پتھّر کا میرا دل نہیں

حف نظر جنّو ادے والے ہیں یہ اسپند کے
گورے مُنہ پر چاندنی خانم کے کالے تِل نہیں

آرزو ہے کربلا ہو جائے بیگم کا وطن
یاد فرمائیں اگر مولاؑ، تو کچھ مشکل نہیں

غزل

(ج)

جوگی (بھاشا) جناب عبدالوکیل صاحب

ڈھیٹھ سجنی شیام سندر ساکو دُکا تِل نہیں
بان نینن کے چلاوت اور کرت گھائل نہیں

جاوِنا سے مورا من موہنا بھیو نینن سے اوٹ
اے سکھی کا سے کہوں پل بھر بیا کُل دل نہیں

مورے نینن ہی ما بس دِن رین تلپھت تیر ہے
شیام کے چرنن او بھاگی جات کاہے پِل نہیں

پیو پیو کی توری رٹ سے سُن پپیہا باورے
پریم کی ماری کا   کا جھیپے کر جواہل نہیں

مورا من ہر لے گیو وہ شیام بطیلا کو ہری
جا کی مُرلی سے کوُ و سنسار ما کاہل نہیں

کاگن ہم سے بھیو کاہے بھیے ایسے کٹھور
شیام تم ہر وسے بسے پہلے تو تھتے گا ہبل نہیں

ایک جگ بیتو ہے موہن تمکا ہرنے ما بسے
موری آشا کا کنول اب جات کاہی کھل نہیں

سُن رے پاپی بھونرے تو کُی کا ہے بھری ڈار
پریم بِن یہ پریم رس ڈھونڈھی سے جھٹے پِل نہیں

اِچھیا جوگی کی ہے جگ جگ رہو تم شاد شاد
شاد نگری ما تہارے ہوت کچھ مشکل نہیں

غزل

(ذ)

ذکی (جناب محمد عبدالسّلام صاحب)

کون ہے جو آشیان عشق پر سائل نہیں
دین ہے اللہ کی کوشش سی کچھ حاصل نہیں

جلوت و خلوت میں سوتے جاگتے میں رات دن
تیرا عاشق یاد سے تیری کبھی غافل نہیں

دیکھ لوں بے پردہ تجھکو میں جو مٹ جائے خودی
میں ہوں جبتک میں "تری دیدار کی قابل نہیں

کھینچ لا - اے جذب الفت اس کو اک دن کھینچ لا
تو اگر چاہے تو یہ آساں ہے کچھ مشکل نہیں

گرہ

اب وہ سارے پردہ ہائے اعتبارات اٹھ گئے
میرے اُس کے درمیاں پردہ کوئی حائل نہیں

تیرے جلوے کا ہوں شیدائی دکھا جلوہ مجھے
ہے یہی مقصود دل جنت کا میں سائل نہیں

صحبت اغیار سے پرہیز کر - پرہیز کر
جو نہیں ملنے کے قابل ان سے اے دل مل نہیں

قہر تو دیکھو کہاں انساں کہاں الفت کا بار
اور پھر کیا ہے اگر یہ ظالم و جاہل نہیں

کاش تو آگاہ ہو اے آشنائے بحرِ عشق
عشق کا وہ بحر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں

امتیاز ناقص و کامل کی بحثیں ہیں عبث
یعنی مجھ سا ناقص اور تجھ سا کوئی کامل نہیں

شاد رکھے حق جناب شاد صوفی کو مدام
بے جناب شاد صوفی رونق محفل نہیں

بے قراری ہے کبھی اُٹھے کبھی بیٹھے ذکی
عاشق ناقص ہو شاید عاشق کامل نہیں

غزل

(۳)

سعید - عالی جناب نواب تراب یار جنگ بہادر

زندگی ہی کیا کہ لطفِ زندگی حاصل نہیں
دل تو پہلو میں ہے لیکن اضطراب دل نہیں

جسکو میں مانوں وہ تیرا اضطراب آدل نہیں
ہو کے بسمل جو نہ تڑپا وے اُسے بسمل نہیں

آپ چاہیں غیر کو میں آپ کو چاہوں تو جرم
آپ ہی کا دل ہے دل کیا اور مرا دل ہی نہیں

تم نہ آجانا کہیں بالیں پہ میری وقت نزع — حال بیمار محبت وید کے قابل نہیں

ہیں جفائیں آپ کی اور اپنے دل کا حوصلہ — جان دینا پھر محبت میں کوئی مشکل نہیں

دل نہ ٹھیرا ہے نہ ٹھیریگا قیامت تک کبھی — جادۂ عشق و محبت کی کوئی منزل نہیں

کہہ رہا ہے شمع و پروانہ کا ربط باہمی — سوز جس دل میں نہ ہو وہ عشق کے قابل نہیں

وہ تو کہئے کچھ خدا ہی نے مدد کی اے **سعید**
تم سمجھتے تھے رہِ صبر و وفا مشکل نہیں

غزل

سالک۔ جناب سید علی حسن صاحب نقوی

زحمت فکر کشود کار سے حاصل نہیں۔ — یہ بھی اک راز مشیت ہے مری مشکل نہیں

وہ نظر آتی ہے گرد کاروانِ رفتگاں — اب گران دل پر خیال دوریٔ منزل نہیں

ہائے وہ دن جبکہ تھا خود حسن بیتابِ جمال — آج میں لطف نگاہِ ناز کے قابل نہیں

اٹھ کہ ہے ہنگامۂ عالم کو تیرا انتظار — بیخبر! موج رواں آسودہ ساحل نہیں

فصل گل ہے جوش پر آئی ہے داغوں کی بہار — حیف تو لے رونق آرائے حریم دل نہیں

کر چکی برباد اس کو بھی ہوائے روزگار — کچھ نشان کارواں باقی سر منزل نہیں

مجھ پہ اے **سالک** کھلا ہے جب سے راز جستجو
دل میں باقی حسرت آسائش منزل نہیں

غزل

سلیم (جناب محمد یونس صاحب)

تھا نشانہ جو نگاہ ناز کا وہ دل نہیں
ہم سلیم اب امتحانِ عشق کے قابل نہیں

ہو گیا معمور جلووں سے، تو دل پھر دل نہیں
قطرہ ہے قطرہ، وہ جب تک بحر میں شامل نہیں

پہلے یہ ارماں تھا دل کا مر مٹوں اُس شوخ پر
اب یہ حسرت ہے کہ مر مٹنے کے بھی قابل نہیں

جستجو اب کیا کہ ہم خود جستجو میں گم ہوئے
پہلے منزل تھی مگر اب کوئی بھی منزل نہیں

اپنے آئینہ میں اک دن شکل میری دیکھ لو
عشق کا اندازہ کرنا حسن سے مشکل نہیں

جلوۂ رخ دیکھنے کے واسطے آنکھیں تو ہوں
طالبِ دیدار ہو جانا تو کچھ مشکل نہیں

جتنے مسلک ہیں جہاں میں سب کا مرکز عشق ہے
راستے گو مختلف ہیں مختلف منزل نہیں

جو جہاں ڈوبا وہیں اُس کا کنارہ ہو گیا
ورنہ دریائے محبت میں کہیں ساحل نہیں

صرف جلوہ ہے تمہارا اب نہ ارماں ہے نہ شوق
حسن کے خلوتکدہ میں عشق کی محفل نہیں

لامکانِ عشق میں یہ کہیئے دل گم ہو گیا
عالمِ کون و مکاں تو اب مرے قابل نہیں

ہچکیوں میں نزع کی پنہاں ہے رودادِ حیات
یہ شکستِ دل کی آوازیں بھی لاحاصل نہیں

کوئی رخصت ہو رہا ہے یا قیامت ہے قریب
آج کچھ تو ہے کہ اپنے رنگ پر محفل نہیں

ابتدا یہ تھی کہ پہلے دل تھا دل میں درد تھا
انتہا یہ ہے کہ بس اک درد ہے اب دل نہیں

ایک دربارِ جناب شاد ہے ورنہ سلیم
اب کہیں بھی امتیازِ ناقص و کامل نہیں

غزل

(ص)

صؔہبا - جناب عبد الوکیل صاحب

ہیں یہ سب ناحق کے شکوے کوئی اہل دل نہیں
تم ذرا دیکھو نظر بھر کر تو کچھ مشکل نہیں

کس جگہ لیلیٰ نہیں ناقہ نہیں محمل نہیں
ہاں مگر اب مثل مجنوں کوئی اہل دل نہیں

جگمگا سا کیا یہ پروانوں کے دم کے ساتھ تھا
ہے وہی محفل مگر اب رونق محفل نہیں

ڈوبنے والا تو جا پہونچا ہے ساحل کے قریب
دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ کچھ حاصل نہیں

ہے اسی اک آخری ہچکی میں روداد حیات
بے مروت اب تو سُن۔ یہ شکوہ باطل نہیں

رہروان عشق ہیں ممنونِ لطف بیخودی
خواب میں بھی انتشار دوری منزل نہیں

ایک ہی ہچکی میں یہ کہکر کسی نے جان دی
خیر کچھ ہو وہ تو میری یاد سے غافل نہیں

پوچھ میرے جرم مجھ سے اپنی رحمت دیکھکر
یہ نہیں کہتا کہ میں تعزیر کے قابل نہیں

اللہ اللہ عہد ماضی کے تصور کا یہ حال
دو گھڑی میں فرصت احساس مستقبل نہیں

حشر میں کیا دوگے ان دامن کے دھبوں کا جواب
میں اگر کہنے کو کہہ بھی دوں کہ یہ قاتل نہیں

تا ابد صبح و مسا صہبا رہیں یہ شادؔ شاد
جو گھڑی بھر بیکسوں کے حال سے غافل نہیں

غزل

(ع)

عالیؔ - عالیجناب راجہ نرسنگ راج بہادر

کون کہتا ہے نگہ ظالم تری قاتل نہیں
پر تڑپنے کے لئے پہلو میں میرے دل نہیں

ہو کے بسمل دیر تک تڑپوں میں وہ بسمل نہیں
جان ہنستے بولتے دیدوں یہ کچھ مشکل نہیں

غیر کے دکھ درد میں انساں اگر شامل نہیں
خاک کا تودہ ہے وہ حالی کسی قابل نہیں

جو نہ تڑپے زیرِ خنجر وہ کوئی بسمل نہیں
جو نہ تڑپائے نگاہِ ناز سے قاتل نہیں

ہر سکونِ قلب پر دھوکا نہ کھائے راہرو
سوچتا کیا ہے ذرا بڑھ آگے یہ منزل نہیں

ڈال دی کشتی جو دریا میں تو بیڑا پار ہے
دل کا آنا ہی ہے مشکل اور کچھ مشکل نہیں

عشق کے پیراک کو اتنا سمجھنا چاہیئے ۔
یہ وہ دریا ہے نہیں جس کا کوئی ساحل نہیں

گل پہ بلبل مر مٹا لیکن نہ آیا رحم کچھ
کیا سرشتِ گل وفا کی تجھ میں آب و گل نہیں

شمع پر بھی جل چکا پروانہ دیکر یہ صدا
عشق کے کوچے کی یہ بھی آخری منزل نہیں

شوق کہتا ہے کہ چل بھی زیست کی پروا نہ کر
ضعف ہمت کہہ رہا ہے تو جگہ سے ہل نہیں

حق ہی حق ہے ہر جگہ مانے نہ مانے یہ کوئی
آنکھ کو ہے کیا خبر اس کی کہ ہے حائل نہیں

ہیں گل و گلشن وہی لیکن نہیں لطفِ بہار
یار محفل میں نہیں اور رونقِ محفل نہیں

چاہتا تھا جس دوا کو اب نہیں اس کی تلاش
درد تو باقی ہے لیکن اب مرا وہ دل نہیں

حاصلِ مطلب یہی ہے حالی اپنی زیست کا
حاصلِ دنیا کو ہم سمجھے کہ کچھ حاصل نہیں

غزل

حالی ۔ جناب محمد اسمٰعیل خاں صاحب خورجوی

کیا کہوں میں حالِ دل کہنے کے یہ قابل نہیں
جب سے دیکھا ہے تمہیں قابو میں میرے دل نہیں

کیا سناؤں دردِ دل کی میں کہانی آپ کو
آپ کے سننے سنانے کے تو یہ قابل نہیں۔

دیکھ کر اس شوخ کو کیا حال میرا ہو گیا
دم میں میرے دم نہیں پہلو میں میرے دل نہیں

کچھ زکوٰۃِ حسن ہم کو بھی خدارا دیجئے
آپ کے دیدار کے بھوکے ہیں کچھ سائل نہیں

دیکھو مایوسی شہیدانِ محبت کی ذرا
جاتے ہیں کہتے ہوئے مقتل میں وہ قاتل نہیں

ہم سے دیوانوں پہ کیا ہوگا نصیحت کا اثر
ناصحا ہنے دے اِن باتوں سے کچھ حاصل نہیں

دوستو آنے دو آئی ہے اگر فصلِ بہار
اب کہاں وہ ولولے وہ ہم نہیں وہ دل نہیں

دیکھو گر چشمِ بصیرت سے تو کھل جائے ابھی
میرے اُن کے درمیاں پردہ کوئی حائل نہیں

یہ محافظ حسنِ جاناں کا ہے کیا جانے کوئی
تم اسے خالِ سیاہ سمجھے ہو یہ وہ تل نہیں

وعدے کرتے ہو کبھی ایفائے وعدہ بھی کیا
میں تو اب قول و قسم کا آپ کے قائل نہیں

دیکھو پروانوں کو کیسے تم پہ ٹوٹے پڑتے ہیں
شمع روشن ہے مگر کوئی اودھر مائل نہیں

ہے زباں پر دوستوں کی جی نہیں لگتا ذرا
کیا سبب کیوں آج عاؔلی بزم میں شامل نہیں

غزل

(۵)

معیؔن عالیجناب نواب معین الدولہ بہادر امیر پائیگاہ

بے وفا جب سے یہ سُن پایا ہے دل میں دل نہیں
دو گھڑی بھی غیر سے خالی تری محفل نہیں

انجمن میں اپنی وہ رشکِ مہِ کامل نہیں
کیا کہیں محفل ہی لیکن رونقِ محفل نہیں

غیر سے ترکِ تعلق مجھ سے اقرارِ وصال
آپ اگر چاہیں تو سب آسان ہے مشکل نہیں

کیا حسینانِ جہاں سے مہربانی کی اُمید
ایک پتھر ان کے سینے میں ہے گویا دل نہیں

دیکھتے ہیں آج وہ مجھ کو نگاہِ لطف سے
وہ عنایت ہو رہی ہے جس کے ہم قابل نہیں

اس کی خاموشی میں اک حُسنِ طلب کا راز ہے
ہاتھ پھیلانے کا عادی آپ کا سائل نہیں

حضرتِ ناصح کی ہاں میں ہاں ملانا ہی پڑا
مُنہ پہ قائل ہوں تو کیا دل میں تو میں قائل نہیں

بزمِ دنیا میں نہیں ہے مجھکو راحت کا خیال
وہ مسافر ہوں کہ جس کو خواہشِ منزل نہیں

راستہ بتلا دے مجھکو منزلِ مقصود کا
اے معیؔن اب کوئی ایسا رہبرِ کامل نہیں

غزل

ماہرؔ جناب منظور حسین صاحب

عرصۂ ہستی، جنونِ عشق کے قابل نہیں — اس میں وسعت ہے بہت لیکن بقدرِ دل نہیں

میں نے مانا میری نظریں دیکھنے کے قابل نہیں — آپ کے جلوے اگر چاہیں تو کچھ مشکل نہیں

ایک مرکز پر سمٹ آئے ہیں اجزائے حیات — دل سمجھ رکھا ہے جس کو در حقیقت دل نہیں

منزلِ الفت میں اک کا ہو گیا ہوتا ہلاک — وہ تو یہ کہیئے مجھے اندازۂ مشکل نہیں

خاک کے ذرّے، چمن کے پھول، دریا کی موج — کون ایسا ہے جہان میں یادگارِ دل نہیں

موت کے طعنے ندو، ترکِ تمنا پر نہ جاؤ — وہ بھی آساں ہے مجھے، یہ بھی کوئی مشکل نہیں

فصلِ گل میں مست رنگ و بو ہیں ہر اہلِ چمن — ایک شبنم ہے کہ جو انجام سے غافل نہیں

کس لئے پروانہ اپنی جان سے بیزار ہے — شاید اس کو اعتبارِ عشرتِ محفل نہیں

اور کیا ماہرؔ کیا جائے خموشی کے سوا
کس کو حالِ دل سنائیں، کوئی اہلِ دل نہیں

غزل

(ف)

فاضلؔ - جناب میر محمد حسین خانصاحب

فکرِ تحصیلِ رضائے دوست کے قابل نہیں — جس کو دل کہتے ہیں اہلِ دل وہ میرا دل نہیں

دردِ دل سننے کے تم کہنے کے ہم قابل نہیں — جاؤ اب وہ تم نہیں وہ میں نہیں وہ دل نہیں

آئے وہ پر میں نہ سمجھا کون آیا کب گیا — جذب کامل ہی توجہ ہی میں خود کامل نہیں

مانگ دل کی ہے الگ فرقت کی دھمکی ہے الگ — وہ کھڑے ہیں سامنے اور میرے دل میں دل نہیں

چشم و ابروئے و سرو دندان و لب کا ذکر کیا — تیرا شیدا انکی ہست و بود کا قائل نہیں

کردیا رسوا انا لیلیٰ نے تیرے حسن کو
قیس لیلیٰ ہی نہیں گر بے وہ محمل نہیں

وہ چلا اک ہاتھ میں سر ایک میں خنجر لئے
اب بھی دل چلا رہا ہے یہ مرا قاتل نہیں

والۂ تیغ ادا کا جینا مرنا ایک ہے
زندہ دل زندہ جسے سمجھیں وہ بیدل نہیں

آتش فرقت نے اُن کی کیا اڑا ہیں دھوئیں
میرے تن میں نام کو آثار آب و گل نہیں

پردہ اچھا یا برا ہے غور اس پر کیا کروں
میری آنکھیں ہی ترے دیدار کے قابل نہیں

مجھ کو کیوں ہے آپکی سیری کبھی کی ہو گئی۔
میں محبت کا ہوں بھوکا نان کا سائل نہیں

کاروان زیست کیا ہے ایک دم کا کھیل ہے
ساتھ اچھا ہو تو عقبیٰ کچھ کڑی منزل نہیں

جنس دل لینی ہے لے لینا یہ سُن لو سوچ لو
ہے تو چیز اچھی پر اطمینان کے قابل نہیں

سہم جاتا ہی لہو کشتہ کا اپنے دیکھ کر
میرے قاتل کا دلِ نازک ابھی قاتل نہیں

ٹھیک ہے اسم اور ہے فاضل مسمّیٰ اور ہے
نام فاضل ہے تو کیا میں ذات سے فاضل نہیں

غزل

(ق)

قیس جناب خواجہ بدیع اللہ صاحب

وصل کی کوشش سے کیا حاصل ہی کچھ حاصل نہیں
جب جگر پہلو میں سینہ میں ہمارے دل نہیں

میں اڑوں اڑ کر ملوں ایسا تو میں سائل نہیں
بات یہ ہے دوسری کہدو کہ تو قابل نہیں

میں اگر چاہوں تو ہو جائیگا مشکل سہل کام
تم اگر چاہو تو سب کچھ سہل ہے مشکل نہیں

کشتۂ تیغ تغافل ہوں تمہیں معلوم ہے
خوں لگا کر میں شہیدوں میں ہوا داخل نہیں

چلتے پھرتے ہیں تصور میں وہ میرا اتمن
اُن کے میرے درمیاں پردہ کوئی حائل نہیں

میری اُمیدوں کو شاید منقطع کرنے کو ہے
تیز کرتا ہے چھری میرے لئے قاتل نہیں

کوئی دم میں طے کریگا ساحل ملک عدم — ہاتھ پاؤں مارتا ہے سعئ بسمل نہیں
آرزو حسرت تمنا یاس کا ہے جگمگٹا — یہ تو سب کچھ ہے مگر پہلو میں میرے دل نہیں
کس طرح ملتی سخن کی داد اہل بزم سے
قیس صاحب ناقصوں میں بھی تم کامل نہیں

غزل

(۹)

وصفی جناب سید عبد الصمد صاحب

سنگدل ہے وہ تپش سے آشنا جو دل نہیں — لذتِ دردِ محبت اُس کو کچھ حاصل نہیں
بات کہدینی زباں سے یوں تو کچھ مشکل نہیں — اس کو کیا کیجیئے کہ تاب عرض حال دل نہیں
گلشن دلدار کی جب سے ہوا حاصل نہیں — غنچۂ پژمردہ ہے پہلو میں اپنے دل نہیں
مضطرب میں ہی نہیں ہوں ایک بحرِ عشق میں — مضطرب و بیتاب کیا موجِ لبِ ساحل نہیں
کس لئے راہ طلب میں ہیں مری بربادیاں — یا الٰہی میں کوئی گرد پسِ منزل نہیں
سوچتا ہوں میں بھی دیکھیگا جمال یار کو — دیکھنے والا ہو تو پردہ کوئی حائل نہیں
وہ گھرا رہتا ہے ہر لحظہ ہجوم ناز میں — اُس سراپا ناز کو خلوت بھی کب محفل نہیں
اتنی بیدردی سے ملتے ہیں وہ جس کو بار بار — غنچۂ گل ہے وہ یارب کیا کسی کا دل نہیں
حسرتِ خونِ گشتہ کا کیونکر دکھاؤں رنگ کیسے — آنسوؤں میں بھی مرے خونِ دل شامل نہیں
پائمالی ہی سے بر آتی مری حسرت کوئی — وائے ناکامی ترے زیر قدم بھی دل نہیں
اُن سے جب کہتا ہوں کیجے غور میرے حال پر — کہتے ہیں وہ حال تیرا غور کے قابل نہیں

حسرتیں اُن کو نظر آئیں تو آئیں کس طرح　　روبرو اُن کے ہے آئینہ کسی کا دل نہیں
شکل لیلیٰ جب سے آنکھوں میں سمائی قیس کی　　اب نگاہِ شوق اُس کی جانب محمل نہیں
رات دن گردش ہے مجکو جستجوے یار میں　　وہ مسافر ہوں کہیں جس کی کوئی منزل نہیں
شوق کامل ہے تو ہو جائیگی طے راہ وفا
واصفیؔ کچھ مجھکو خوفِ دوریٔ منزل نہیں

مشاعرہ خاص

ایوان پیشکاری خاص باغ

تاریخ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ م ۳ مہر ۱۳۴۳ف شب

فارسی - یار آمد و من طاقت دیدار ندارم

گفتار قافیہ

اُردو - رقابت کام آئی رازداں کی

بیان قافیہ

غزل

(الف)

آلمؔ ۔ جناب ڈاکٹر سید مہدی حسن صاحب

مرحبا از گل عذار آں گلِ رعنا خوش است
حبذا از سروِ موزوں قامتِ بالا خوش است

وہ چہ حسنِ دلربائے آئینہ سیما خوش است
بارک اللہ با جمالِ یارِ عشقِ ما خوش است

ہر کہ دل در باخت با آں شاہِ خوباں دو کون
لوحش اللہ حال او اینجا خوش است آنجا خوش است

کے شود زائل جنونم از جنان و کوثرش
بہرِ من آب و ہوائے جنگل و دریا خوش است

غولِ عقل اندر رہ خوابیدہ اش گو لم زند
خضرِ عشقم گوید ایں مسلک بسالک ہا خوش است

نقدِ دل گر نیست کافی در بہائے جنسِ حسن
جاں بیفزائیم برو۔ درگیر کایں سودا خوش است

ناپسندیدہ است جورِ آسمانِ کینہ توز
ہر جفائی کان ستم آرا کند مارا خوش است

دل گرفتہ میشود در مجلسِ اہلِ ورع
صحبتِ پیرِ مغان و ساقی و صہبا خوش است

گر بپرسد آں تغافل کیش از احوالِ ما
بے محابا گو اے قاصد کنوں اورا خوش است

رہ مدہ در بزمِ خود اغیارِ ناہنجار را
احتراز از صحبتِ ناقابلِ اینہا خوش است

مدح میگویند الی الآں خلقتی منصور را
نیست عیبی گر کسی در عشق شد رسوا۔ خوش است

باوجود بیوفائیہا از و شادیم ما ....
باہمہ صبر و رضا بے لہر از ما ناخوش است

میزنندش اہلِ ظاہر تیرِ طعن از چار سو
اندریں عالم بحالِ خود دلِ شیدا خوش است

کرد دامن چاکِ دخترِ رز مرا پیرِ مغاں
ساقیا ہنگامِ دورِ ساغر و مینا خوش است

کردہ ام از دستِ وحشت خانہ را ویرانہ
قیس تفریحاً اگر آید دریں صحرا خوش است

بے تردد یافتم کوثر جناں حور و قصور
اے آلمؔ حقا مرا عترتِ طٰہٰ خوش است

غزل

(ب)

براق - جناب سلطان محمود میرزا گورگانی

هر جفائے را پسندد او برائے ما خوش است | شادمانم گر زانجم آں مہ سیما خوش است
من اگر نالم ز بیداد تو لے گردون دول | تو بگو آں را کہ از جور تو در دنیا خوش است
از طواف کعبہ زاہد من ز طوف کوئے تو | قیس را گشتی بگرد ناقہ لیلی خوش است
من ز دردِ ہجر مینالم بسانِ عندلیب | آں گلِ نو رس باغیارم زہے ہا خوش است
قیس مینالد اگر از درد دل در کوہ و دشت | کے تواں گفتن کہ در ایوان خود لیلی خوش است

براق کے ترسم ز عدوانم دریں شہر دکن
از عطا رب اکبر شادماں ازاں خوش است

غزل

(د)

داعی - جناب آقا سید محمد علی صاحب پروفیسر فارسی نظام کالج

بر تن آرایاں لباس اطلس و دیبا خوش است | ما دل آرائیم نقش بوریا ما را خوشس است
ما بہ تخت سلطنت ہم با حقارت بنگریم | با خدای خویش گر دانا بود ہر جا خوش است
رو فروزاں باغہا بنگر بہ پشت بام چرخ | غافل است ار کس بزیر گنبد خضرا خوش است
ترک لذت گر کنی از آسماں ہم بگذری | طفل بیماری ز نادانی تو را حلوا خوش است
بر امید وصل او دادم در اول دین و دل | عاشق دیوانہ را بنگر در ایں سودا خوش است
خوش دریں محنت سرا جز درد مند عشق نیست | ورنہ ہر کس را کہ می بینی بہ ہر رو ناخوش است
نالہای زار دل در زلف جز از شانہ نیست | معجز عشق است دل در کام اژدرہا خوش است

حسن لیلیٰ را بجز مجنوں ہزاراں عاشقند — چوں تواں دیدن رقیباں قیس را صحرا خوش است

کس نمیداند کہ راز در عشق یار چیست — پیر از ایں درد شاداں می‌زید برنا خوش است

چشم بر دل بود و سر بالا نکردم او گذشت — گاہ گاہے با نگار خویش استغنا خوش است

زندگی ایں زمانہ یکدگر آزردن است — گر خوشی در زیستن ممکن بود عنقا خوش است

بوستانی شد ز خلق **شاد** ہر دل در دکن
خوش زید بے شبہ **داعی** ہر کہ زو دلہا خوش است

غزل

(۳)

سعید جناب سعید صاحب

اے کہ گفتی ہر کہ آزاد است در دنیا خوش است — از غم حق ہر کہ آزاد است ہر جا نا خوش است

بندگی کن تا ز بندِ غصہ آزادت کنند — عشرتِ آزادگی در طاعت مولیٰ خوش است

شرق اگر طوفانِ بادِ غرب را خوش کردہ است — ما غریباں را ہوائے یثرب و بطحا خوش است

سرخرو نتواں شدن چوں بلبل از دیدارِ گل — سبز بختاں را نظر بر روضۂ خضرا خوش است

در رضائے حق کہ دست عزم از و کوتہ مباد — آستین افشاندن از دنیا و از عقبیٰ خوش است

بر لبِ دریائے فیضِ مصطفیٰ کوثر کشیم — تشنہ کام خاک پیما را لبِ دریا خوش است

ہمچو ذاتِ حق صفاتش نیز بے ہمتا بود — زیں جہت سلطانِ ظل اللہ بے ہمتا خوش است

پشت گردوں شد دوتا از صولتِ یکتائیش — صولتِ یکتا برائے خسروِ یکتا خوش است

بادہ کش کاز دولتِ آصف دکن شد لالہ زار — بادۂ حمرا بروے لالۂ حمرا خوش است

بارک اللہ جوشِ صہبائے سخن در بزم **شاد** — جوش ایں مینا خوش است و کیف ایں صہبا خوش است

وردِ نام **شاد** در دل شادمانی آورد — مرحبا نامے کہ در ملفوظ و معنیٰ خوش است

کار امروز ار بفردا افگنی خجلت کشی
هم درا امروز اسمعیل اندیشۂ فردا خوش است

غزل

(ض)

ضیاءؔ علامہ نواب ضیا و یار جنگ بہادر

تیشہ ہا آرد بسر یا خوں کند دلہا خوش است
هر چہ خواہد حسن سرکش عشق بے پروا خوش است

گر بمیرد طالب وصلت منجم را چہ باک
از دل خود پرس کان امروز یا فردا خوش است

حال موج و رطہ را افسانہ می سازد کنار
از لب ساحل شنیدن قصہ دریا خوش است

بندہ را جز بندگی بہتر نباشد ہیچ کار
دین و دنیا از برائے طالب مولا خوش است

شادمانی نشۂ دارد کہ غم از دل برد
کے بہ اندیشد ز عقبیٰ ہر کہ را دنیا خوش است

دور باش خلق روشن می نماید چشم شیر
مرد حق بیں گوشۂ گیرے دامن صحرا خوش است

دیدہ ام زلف درازے با تطاول ہا چہ کرد
دست کوتاہم بہ بند نارسائی ہا خوش است

حسرت تا سازنے صہبائے عشرت تا کجا
تشنہ کاماں را خراش گردن مینا خوش است

چوں کنم یارب تلاش جیب احسان کسے
قانعم در آستینم دست استغنا خوش است

خاطرم از گفتہ ہائے غافلاں آزردہ نیست
کز لب طفلاں شنیدن حرف بے معنیٰ خوش است

وقت بازار است خوباں خود فروشی می کنند
نقد دل بردن بہ جیب حسرت سودا خوش است

از ادب دور است قرب پردۂ محمل ضیاؔ
قیس را مردن بہ پائے ناقۂ لیلیٰ خوش است

غزل

(ف)

فدائی جناب مولوی ہدایت محی الدین صاحب ناظم دار القضا سرکار عالی

منکہ دل گم کردہ ام زاں جستجو ہر جا خوش است
ورنہ مجنوں را تلاشِ دامنِ لیلیٰ خوش است

عالماں را وعظ و ممبر مسند فتویٰ خوش است
مے پرستاں را شراب و مستی و ہو ہا خوش است

خوب رویاں را تبسم عشوہ و ناز و ادا
عاشقاں را آہ و زاری درد و درد لہا خوش است

ہر کسے را دولت و راحت مسرت بخش شد
صاحب تسلیم را بس مرضئے مولا خوش است

عالمے ماتم کناں از بہر فرزند بتول
لیک وقت قتل خود آل سید والا خوش است

ایدل رنجور تا کے ضبط غم لب بر کشا
گر تو پنداری بفریادم بت رعنا خوش است

شاد را ناخوش نمودن کے روا باشد بتا
کز ستمگر درد و عالم حقتعالے ناخوش است

کن نگاہِ مرحمت یا کن نگاہ خشمگیں
ہر چہ از دست تو جاناں میرسد ما را خوش است

طالب محبوب را باک از خس و خاشاک نیست
در ہزاراں خار پائے بادیہ پیما خوش است

ہر کہ حق گو ہست او بردار ہم رنجور نیست
بر سر شاخ گلے چوں بلبل شیدا خوش است

گنبد گردوں مزین گرچہ شد از مہر و ماہ
در نگاہِ حقتعالیٰ گنبد خضرا خوش است

کعبۂ عاشق فدائی منزل جاناں بود
قیس عامر در طواف محمل لیلیٰ خوش است

غزل

فرخ میرزا محمد رحیم خان صاحب شیرازی

بہر عاشق سینۂ سوزاں دل شیدا خوش است
ناز و انداز و جفا از دلبر رعنا خوش است

[illegible] را صدائے قلقل مینا خوش است
خاصہ در فصل بہاراں گردش صہبا خوش است

بی خبر از عالم ہستی کن اے ساقی مرا — بیخبر از ہر چہ در دنیا و مافیہا خوش است
تا ز انگشت بلوریں تو می نوشم مدام — بادہ نوشیدن مرا در حال استغنا خوش است
عاشق بیچارہ را با ہر دو عالم کار نیست — بہر مجنوں یار سرو قامت لیلیٰ خوش است
خار و خاشاک بیاباں بستر عشاق تو است — بر قد سرو تو جانا اطلس و دیبا خوش است
بے تو جنت را اندانم بہتر از زاغ و دمن — با تو گر باشم مقید اے صنم آنجا خوش است
روزہا مجنوں صفت آوارہ اندر کوہ و دشت — واز فراقت دیدہ را بیدارے شبہا خوش است
گفتم اے مہ رو برخ زلف سیہ افشاں مکن — گفت نور ماہتاب اندر شب یلدا خوش است
بر سر دار فنا رفتن نہ کار ہر کس است — ایں چنیں ہمت براہ عشق از عیسیٰ خوش است
چوں بچشم مست جاناں در شکل باشد قریں — زیں سبب در دیدہ من نرگس شہلا خوش است
عشق از بہر بشر باشد نشان ارتقا — بیخبر از عشق باشد ہر کسی بیجا خوش است
غرہ بر عز و جلال ایں جہاں اے دل مباش — عاقلاں را باخبر گشتن زیک ایما خوش است
مرد آں باشد کہ پشت پا زند آفاق را — مرد بنود آنکہ بہر جیفہ دنیا خوش است
لائق ہر چیز فطرت دید ہر کس را بداد — چغد را ویرانہ بلبل را چمن ماویٰ خوش است
تا جہاں باقی است باقی رب شاد و باد اشادماں — زانکہ ایں بزم ادب را ایں چنیں مولا خوش است

فرخا مدح و ثنائے صدر اعظم کن مدام
بلبل شیراز را ہر دم چنیں آوا خوش است

غزل

(۴)

محوی۔ جناب مولوی مسعود علی صاحب سابق منشی

گفت دل گر امتحان پائے رہ پیما خوش است — بر زمین یثرب و در وادی بطحا خوش است

گفتم اے دل مے شوی اینجا ہلاک ناز دوست
گفت دل ہم مردن و ہم زیستن آنجا خوش است

گر بمانم زندہ جان بخش است قرب مصطفیٰ
در بمیرم از حساب حشر استثنا خوش است

سوزنِ خار مغیلاں، چادرِ ریگ رواں
قبر پوش بے نوایاں دامن صحرا خوش است

کشتیٔ اہل محبت در محیط عاشقی
از ہوائے چار سوئے غم تہ و بالا خوش است

خشکیٔ لب را غنیمت داں پس طوفان اشک
از بس دریا نوردی ہا لب دریا خوش است

سوزش درد محبت، پرسشش سودائے عشق
در دل ایں درد ست اولی، در سر ایں سودا خوش است

قصہ یاس و تمنائے وصال، ناپرس
ایں حدیث درد بے انشا و بے املا خوش است

وصل کے گردد میسر زانکہ در آئین عشق
عاشق از خود رفتہ و معشوق بے پروا خوش است

شوکت حسنش کجا تاب تماشا میدہد
طالب دیدار بودن ہمچو موسیٰ ناخوش است

میکشد شوق زیارت ناقہ ما را مہار
رو حدی خواں ایں حدی با محمل لیلیٰ خوش است

نیست بیجا خواستن ہمت ز ارباب ہمم
گرچہ توفیق عمل از عالم بالا خوش است

از پئے تر دامناں زیباست بر دل داشتن
زاہدان خشک را داغیکہ بر سیما خوش است

ایکہ دانی درد دلہائے حزیں ناگفتہ ہم
گرچہ گفتن درد با تو در دل شبہا خوش است

داغہائے معصیت را از جبینم پاک شو
داغ سودائے تو بر لوحِ جبیں تنہا خوش است

آدم کم مایہ بیش تو کہ یاراں گفتہ اند
"چوں تنگ شد مایہ با اہل کرم سودا خوش است"

محوی لب بستہ را در ماتم قلب حزیں
گریہ بے اشک رواں، فریاد بے آوا خوش است

غزل

مفتون۔ جناب حاجی فتح اللہ صاحب یزدی

رستہ شو وارستگی از عالم دنیا خوش است
بگذر از دنیای فانی دولت عقبیٰ خوش است

مال دنیا جیفہ و خواہاں او جمعی کلاب
ترک کن ای دل تو را اگر گفتہٴ مولا خوش است

لیک در قرآن خدایش زینت دنیا ستود
درک فرق این سخن از مردم دانا خوش است

بشنو از من گفت شہ نعمت اللہ ولی
شاہ عرفانست و گفتارش برای ما خوش است

خوش بود گر دوست داری مال دنیا بہر دوست
کی برائے زینت تن دولت دنیا خوش است

ہر کہ دل بندد بہ دنیا ہر کجا باشد بہ رنج
"ہر کہ آزاد است باید گفت او ہر جا خوش است"

عاملی جیحون نمودم از دو چشم اشکبار
سوی من بگذر نگارا سیر در دریا خوش است

وصل جستم چشم او گفتا نعم ابروش لا
آری از چشمش نعم زابروی آں لا خوش است

قد او سرو است و ادیش گل گلستانم چہ سود
سیر گلشن از برائے بلبل شیدا خوش است

بلبل و من در بر مرداں رہ ہم رتبہ ایم
بہر او گلزار و بر من دامن صحرا خوش است

گہ بہ بتخانہ گہی مسجد گہی دیر مغاں
در تجلی ہر کجا آں یار مہ سیما خوش است

فخر می زیبد دکن را از وجود شاہ راد
محفل علم و ادب زد ہر طرف برپا خوش است

شاد باش از مدح شاد بیقرین مفتون بدہر
شاد ماند شاد شادیش برائے ما خوش است

گوہر
مقام قیام طعام ؟
نفیس اور لذیذ کھانے
عمدہ اور صاف کمرے
یہ ہماری خصوصیات ہیں
منیجر سعیدیہ ہوٹل ناپلی حیدرآباد دکن

گوہر
ٹیلیفون نمبر ۶۹۹
خالص گھی کی عمدہ ترین
مٹھائیاں
ہر وقت تیار رہتی ہیں
اکرام علی عبادت علی "شاہی رکابدار" پتھر گٹی
حیدر آباد دکن

سمنٹ
کا
فرش